مرقعِ یوسفی

یعنی

مجموعۂ تقاریر و مکتوبات

حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مع

تفصیلی حالات

مقدمہ

محمد ایوب قادری ایم اے

ناشر

مکتبۂ معاویہ

بی ون ایریا ○ 11/6 لیاقت آباد ○ کراچی 19

مرقع یوسفی

یعنی

مکتوبات و تقاریر مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

مع

(حالات و سوانح)

مقدمہ

محمد ایوب قادری، ایم۔ اے

مکتبہ معاویہ ۱۱/۲ بی ون ایریا لیاقت آباد کراچی ۱۹

سلسلہ مطبوعات نمبر ۳

بار اول	ایک ہزار
طباعت	محرم الحرام ۱۳۸۷ھ اپریل ۶۷ء
قیمت	دو روپے
مطبوعہ	باب الاسلام پریس کراچی
ٹائٹل	مرکنٹائل پریس میں طبع ہوا
طابع	انوار الحسن

ملنے کے پتے

(۱) مولوی شمس الدین تاجر کتب زیر مسلم مسجد چوک مینار انارکلی لاہور

(۲) کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی انڈیا

دیباچہ

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نے اسلام اور مسلمانوں کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہیں، انہوں نے اپنی تمام زندگی اسی مقصد کے حصول میں صرف کردی اور اس راستہ میں انہیں موت آئی زندگی بھی کامیاب گذاری اور موت بھی قابل رشک رہی ۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے تبلیغی دوروں اور دعوت کے سلسلہ میں ہزارہا تقاریر کیں۔ ان کے متوسلین اور مخلصین ان تقاریر کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ اس طرح کی بعض تقاریر الفرقان لکھنو (مولانا محمد یوسف نمبر) خدام الدین لاہور (حضرت جی نمبر) اور دوسرے اخبارات ورسائل مثلاً مدینہ (بجنور) وغیرہ میں شائع ہوئیں۔ اس طرح حضرت جی کے بعض مکتوبات بھی شائع ہوئے۔ بستی نظام الدین راولپنڈی سے ایک مختصر سا مجموعہ (حضرت جی تقریریں) بھی شائع ہوا۔ ابھی تک حضرت مولانا کی سوانح عمری یا ان کے مکتوبات و تقاریر کا کوئی مجموعہ پاکستان میں شائع نہیں ہوا ہے۔ لہذا مکتبہ معاویہ نے مذکورہ بالا تمام مواد کی روشنی میں حضرت جی کے مکتوبات و تقاریر کو "مرقع یوسفی"

کے نام سے شائع کیا ہے تاکہ حضرت جی کی نہ صرف یاد تازہ رہے بلکہ ان کا کام آگے بڑھے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

"مرقع یوسفی" کے شروع میں ملک کے مشہور محقق و ادیب پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب نے ایک تفصیلی مقدمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے برصغیر پاکستان و ہند میں تبلیغ اسلام کا مختصر سا تاریخی جائزہ، خصوصاً میوات میں تبلیغ اسلام کا حال مفصل بیان کیا ہے اور تبلیغی جماعت کے "نفوس ثلاثہ" مولانا محمد اسماعیلؒ، مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا محمد یوسفؒ کے حالات نہایت شگفتہ انداز میں لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ کتاب نافع بنائے۔ آمین

آئندہ اڈیشن میں کوشش کی جائے گی کہ زیادہ سے زیادہ تقاریر اور مکتوبات شامل ہو سکیں انشاء اللہ العزیز

انوار الحسن

ادارہ تعلیم الاسلام گولیمار کراچی ۱۸

یکم محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

مقدمہ

از محمد ایوب قادری ایم اے

برصغیر پاک و ہند میں عربوں کے تجارتی تعلقات کا سلسلہ آغاز اسلام سے بہت پہلے ملتا ہے۔ مگر ظہور اسلام کے بعد عہد خلافت ہی میں مسلمانوں کے قدم مغربی پاکستان کے سرحدی علاقوں میں پہنچ گئے تھے ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے سندھ میں اسلامی حکومت کا سب سے پہلے سنگ بنیاد رکھا نئے نظام حکومت نے اس علاقے میں ایک انقلاب بپا کر دیا۔ سندھ کے پس ماندہ لوگوں کو حقوق انسانی ملے اور وہ راجاؤں، ٹھاکروں، پروہتوں اور برہمنوں کے جبر و استبداد سے آزاد ہوئے۔ محمد بن قاسم نے قیام حکومت اور فتوحات کے ساتھ تبلیغ اسلام کی طرف پوری توجہ دی اس سلسلہ میں حجاج بن یوسف

کی اس کو واضح ہدایات تھیں [1]

"ہر یک را بکلمۂ اسلام استدعا کیند و ہر کہ
بعز اسلام مشرف گردد او را تربیت کیند"

اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور یہاں کی آبادی کا بڑا حصہ مسلمان ہو گیا۔

محمد بن قاسم کے بعد کے حکمرانوں نے بھی حتی الوسع تبلیغ اسلام میں دلچسپی لی۔ بلکہ کبھی کبھی تو براہ راست دربار خلافت دبغداد سے پاک و ہند کے راجاؤں اور زمینداروں کو تبلیغی خطوط پہنچتے تھے اور ان کا اچھا اثر ہوتا تھا سنہ ۹۹ھ/۷۱۷ء میں جب عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے اکثر راجاؤں کو خطوط لکھے ان میں سے بعض نے اسلام بھی قبول کیا [2]

اس طرح جب سنہ ۱۵۸ھ/۷۷۴ء میں مہدی سریر آرائے حکومت ہوا تو اس کے تبلیغی خطوط کے جواب میں پندرہ راجاؤں نے قبول

---

[1] چچ نامہ از علی بن حامد کوفی مرتبہ عمر بن محمد داؤد پوتہ ۳۶۲، (مجلس مخطوطات فارسیہ، حیدر آباد دکن سنہ ۱۹۳۹ء)

[2] فتوح البلدان از احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری ۶۲۰ (دار النشر للجامعیین بیروت سنہ ۱۹۵۷ء)

اسلام کیا۔[1] ظاہر ہے کہ ان راجاؤں کا قبول اسلام انفرادی حیثیت سے نہ ہوا ہوگا۔ بلکہ ایک بڑے خاندان ایک بڑی جماعت اور ایک بڑے گروہ نے اسلام قبول کیا ہوگا۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا دوسرا دور، غزنوی عہد حکومت ہے۔ محمود غزنوی (ف ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء) نے مغربی پاکستان کا ایک حصہ غزنین کی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ غزنویوں کے عہد میں لاہور میں شیخ حسین زنجانی، شیخ علی ہجویری، شیخ اسماعیل محدث، ملتان میں یوسف گردیزی، اوچ میں صفی الدین گازرونی اور شاہ کوٹ میں سلطان سخی سرور مشہور صوفیہ گزرے ہیں جنھوں نے تذکیر و تبلیغ کے فرائض انجام دے کر ان علاقوں میں اسلام کو سربلند کیا اور ان صوفیہ کی کوششوں سے مختلف قومیں اور قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

سلطان معز الدین محمد بن سام غوری کی فتوحات سے پاک و ہند میں مسلمانوں کا تیسرا دور شروع ہوا۔ اور اسی دور میں برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کی باقاعدہ داغ بیل پڑی، سلطان نے

---

[1] تاریخ سندھ از ابوظفر ندوی ص ۶۱۴ (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)

راجپوتوں کے مشہور راجا پرتھوی راج کو ختم کر کے نہ صرف دہلی کو فتح کر لیا۔ بلکہ راجپوتوں کا زور توڑ دیا۔ دو سال بعد قنوج کے راجا جے چند کو بھی بیچ میدان شکست دی۔ اس کے سپہ سالار محمد بن بختیار خلجی نے فتوحات کا دائرہ بنگال تک وسیع کر دیا۔ شمالی ہند میں قطب الدین ایبک نے فتوحات کو وسیع سے وسیع تر کیا۔ سلطان غوری کے قتل کے بعد سنہ ۶۰۲ھ / ۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک لاہور میں تخت نشین ہوا۔ اگرچہ قطب الدین ایبک کا زیادہ وقت ملکی فتوحات اور جنگی مہمات میں گذرا لیکن اس کے زمانے میں اسلام کو خوب ترقی ہوئی، مساجد، مدارس اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ مبارک شاہ فخر مدبر لکھتا ہے [1]

"کافران قوی در ایاں بزرگ و بسیار فیل و لشکر را برانداخت، بعضے را در ربقہ طاعت آورد و مسلمان کرد و شہر ہائے کفر، بلاد اسلام گشت و بر جائے صنم صمد را می پرستند و بت، خانہا و مساجد و مدارس و

---

[1] تاریخ فخر الدین مبارک شاہ (مرتبہ ایڈورڈ ڈینسون روس) ص ۲۶ (لندن سنہ ۱۹۲۷ء)

خانقاہ شد و ہر سال ہزار ہا کافر و کافرہ را با سلام
می آرند تا بو حدانیت حق بگروند و مسلمانی ورزند تا
مستوجب بہشت گردند۔"

خود سلطان قطب الدین شریعت کا بڑا پابند تھا اور شعائر
اسلامی پورے طور سے رونق پذیر تھے۔ تاج المآثر کا مؤلف
لکھتا ہے [1]

"شعار الشرائع اسلام بہ غایت ظہور انجامید
ومناہج و شعائر مسلمانی بکمال وضوح پیوست۔"

پاکستان میں مسلمانوں کے سیاسی استحکام اور ملک گیری کے
ساتھ ساتھ صوفیہ و مشائخ اور علماء و فضلا کی علمی و ثقافتی اور دینی و تبلیغی
سرگرمیاں بھی پورے طور سے جاری ہوئیں اور ملک میں
ایک انقلاب عظیم آگیا اور صوفیہ کی مقدس جماعت نے پاکستان و ہند
میں اصلاح و تبلیغ کا کام بہت اچھی طرح انجام دیا۔

خواجہ معین الدین اجمیری کے متعلق شیخ ابوالفضل علامی

---

[1] تاج المآثر بحوالہ مملوکیہ از صباح الدین عبدالرحمٰن ۷۲ (دارالمصنفین
اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء)

لکھتا ہے سلہ

"از ورم گبرائے ادگر دہا گردہ مردم بہرہ بر گرفتند"

اسی طرح خواجہ مبارک العلوی لکھتا ہے سلہ

"بوصول قدم مبارک آں آفتاب اہل یقین کہ بہ حقیقت معین الدین بود، ظلمت ایں دیار بہ اسلام روشن ومنور گشت۔"

بابا فرید شکر گنج نے پاک پٹن کو رشد وہدایت کا مرکز بنایا اور پنجاب میں اسلام کی اشاعت فرمائی۔ راجپوتوں کے کئی قبیلے سیال اور وٹو وغیرہ ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ پاک پٹن کی ایک پوری قوم اپنے مقتدی کے ہمراہ جو ایک جوگی تھا۔ بابا فرید کی توجہ سے مسلمان ہوئی۔ راجپوتوں کے بعض دوسرے قبیلے بھلیاں اور جاٹ وغیرہ نے بھی حضرت بابا صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اس طرح بابا شکر گنج کی اولاد اور سجادہ نشینوں کی توجہ سے بھی بعض راجپوت قبیلے اور سوندھی قوم مسلمان ہوئی۔ حضرت بو علی شاہ قلندر (ف ۷۲۴ھ / ۱۳۲۴ء) پانی پت کے مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اکثر راجپوت مسلمان ہوئے۔ ایک شخص امر سنگھ نامی نے قلندر

سلہ آئین اکبری از ابوالفضل بہ تصحیح سر سید احمد خاں ج ۲، ۲۰۷ دہلی سنہ ۱۲۷۲ھ

سلہ سیر الاولیاء از مبارک العلوی ص ۴۷ (مطبع محب ہند دہلی ۱۳۰۲ھ) و سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ اردو ترجمہ از محمد علی لطفی ص ۱۲۸ (نفیس اکیڈمی کراچی سنہ ۱۹۵۹ء)

صاحب کی توجہ سے اسلام قبول کیا۔ جس کی اولاد پانی پت کے محلہ راجپوتان میں رہتی تھی۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی سہروردی سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت اور پاکستان و ہند میں اس سلسلہ کے بانی ہیں۔ ان کی تعلیم و تلقین سے مغربی پاکستان کے اکثر قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے[۱]

حضرت زکریا ملتانی کے مرید خاص جلال سرخ بخاری اوچی (لن سنہ ۶۹۰ھ ۱۲۹۱ء) نے بھی اصلاح و تبلیغ کا کام پوری مستعدی سے انجام دیا علاقہ اوچ کی اقوام چدھڑ، ڈہر اور سیال وغیرہ نے حضرت کی ہدایت سے اسلام قبول کیا۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"ہزار ہا مخلوق خدا را بہدایت ہادی حقیقی براہ راست آورد، شہر جھنگ سیالاں کہ در پنجاب مشہور و معروف است بنا فرمود"

اس علاقہ کا ایک راجہ گھلو بھی حضرت جلال سرخ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا جس کی اولاد ضلع ملتان کے اکثر گانوؤں میں

---

[۱] اس سلسلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے مخدوم جہانیاں جہاں گشت از محمد ایوب قادری۔ ص ۱۲-۱۶۲ ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء)

پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح ان کے پوتے مخدوم جہانیاں جہاں گشت (ف ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء) بھی تبلیغ اسلام میں بہت کوشاں رہے اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد ان کے ذریعہ مشرف بہ اسلام ہوئی۔ نون ز راجپوت اور راجا کرن (ہستناپور) کے اخلاف بھوپا اور کھرل (ساکنان اوچ) نے حضرت مخدوم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسی طرح علاقہ جیلمبر کے راجپوت قبیلے منج کا ایک شخص رائے تلسی داس حضرت مخدومؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا جس کا نام شیخ چاچو مقرر ہوا[۱]

یہاں ہم نے راجپوتوں کے اجتماعی اور قبائلی قبول اسلام کا مختصر سا ذکر کیا ہے۔ اگر انفرادی قبول اسلام کے واقعات قلمبند کیئے جائیں تو ایک دفتر ہو جائے۔ اب ہم راجپوتوں کے ایک باا‌ثر اور قدیم قبیلہ میواتیوں کے تاریخی حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے مقدمہ کو ایک خاص تعلق ہے۔

علاقہ میوات کے حدود یہ ہیں۔ شمال میں دہلی اور پلول، جنوب میں ہاڑوتی، مشرق میں بھرت پور، دریائے جمنا اور برج کا دیس مغرب میں کوٹ قاسم اور ریواڑی۔ میوات کی لمبائی تقریباً سو میل اور

[۱] مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۲۰۶ - ۲۰۷ -

چوڑائی تقریباً ستر میل ہے۔ میوات کی آبادی قریب قریب بارہ لاکھ ہو گی۔ یہاں کے باشندوں کا گزارہ زیادہ تر زراعت پر ہے مگر جنگ یورپ اول ۱۸-۱۹۱۴ء اور جنگ دوم ۴۵-۱۹۳۹ء کے موقعوں پر بہت سے میواتی فوج میں بھرتی ہوئے۔

میواتی قوم تومر، جادو، چوہان، پنوار، کچھواہہ، راٹھور اور بڑگوجر راجپوتوں سے عبارت ہے پھر ان کی شاخ در شاخ "پال" اور گوت میں تقسیم ہوئی ہے۔

ہم نے پچھلے صفحات میں راجپوتوں کے مختلف قبائل اور خاندانوں کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان میں کچھ میواتی بھی ہوں گے۔ بہر حال صوفیہ کی مقدس جماعت کے فیوض و برکات سے میوات کی آبادی بھی مستفید ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل ہے [۱]۔ میوات میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں حسین خنگ سوار کا نام

---

[۱] میواتیوں کی عقیدت، سالار مسعود غازی (بہرائچ) اور بدیع الدین مدار (مکن پور) سے بھی ہے جس کا اظہار ان کا ان بزرگوں کے نام کے جھنڈے کھڑے کرنے یا ان مقامات کے میلوں میں شرکت سے ہوتا ہے۔ یا تو خود ان بزرگوں نے میواتیوں میں تبلیغ اسلام کی ہو گی۔ یا پھر ان درگاہوں کے مجاوروں یا نقیروں کے ذریعہ میواتیوں کا تعلق ان درگاہوں سے ہوا ہو گا

بھی قابل ذکر ہے۔ تاریخ میوات کے مولف لکھتے ہیں ؎۱

"میوات میں ابتدا حضرت میراں صاحب سید حسین خنگ سوار نے اسلام کی اشاعت کی تو مرِ نسل کے تمام فرقے جو گوت اور پال کے نام سے مشہور ہیں اسی زمانے میں مسلمان ہوئے۔"

اسی طرح شیخ موسیٰ نے بھی میوات میں اسلام پھیلانے میں کوشش کی ؎۲

مسلم حکومت کے قیام و استقلال کے بعد راجپوتوں میں انتقامی جذبہ کا عود کرنا ایک فطری امر تھا۔ راجپوتوں نے میوات میں قیام پذیر ہو کر مسلم حکومت کو مشکلات پیدا کیں۔ انتشار اور بدنظمی کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں سنہ ۱۲۶۰ء میں ناصر الدین محمود کے زمانے میں غیاث الدین بلبن نے دس ہزار سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ میوات پر حملہ کیا۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ ڈھائی سو آدمیوں کو قید کر کے دہلی لایا گیا جو بعد میں قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد جب

؎۱ تاریخ میوات از مولوی ابو محمد عبدالشکور میواتی ص ۲۳ ، محبوب المطابع دہلی سنہ ۱۹۱۹ء

؎۲ تاریخ میوات ص ۵۳

بلبن تخت نشین ہوا تو اس نے بھی سب سے پہلے میواتیوں کی طرف توجہ دی۔ کیونکہ میواتیوں نے ابھی سر اطاعت پورے طور سے خم نہیں کیا تھا۔ اور وہ حکومت کے لئے مشکلات پیدا کرتے تھے۔ دہلی اور حوالی دہلی کی آبادی ان کی غارت گری سے محفوظ نہ تھی۔ حوض شمسی تک کا علاقہ ان کی زد میں تھا۔ شہر دہلی کے دروازے عصر کے وقت بند ہو جاتے تھے چنانچہ ۶۶۴ھ میں بلبن نے سب سے پہلے میواتیوں پر تاخت کی۔ راستوں کو صاف کرایا اور مفسدوں کو قتل کرا دیا۔ ؎۱

بلبن کی دونوں فوج کشیوں کے نتیجے میں اگر ایک طرف امن و امان قایم ہوا تو دوسری طرف بہت سے میواتی داخل اسلام بھی ہوئے۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد کا خاص واقعہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ پر خانزادوں کا مورث اعلیٰ سانبر پال ۷۵۷ھ میں مسلمان ہوا۔ جو بعد میں ناہر بہادر کے نام سے مشہور رہا۔ یہ جادو بنسی چھتری تھا۔ میوات کی حکومت اس کو ملی ۷۹۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد میوات کی حکومت منفرق طور پر اس کی اولاد گئے۔

؎۱ تاریخ فرشتہ وغیرہ میں یہ واقعات بالتفصیل درج ہیں۔

پاس رہی۔ پھر مختلف بادشاہوں کے دور میں میوات میں مختلف حاکم مقرر ہوتے رہے۔ بعض اوقات میوات کے خانزادوں میں سے حاکم بنا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب بابر نے رانا سانگا کو شکست دی تو اس نے میوات کا علاقہ حسین تیمور کی جاگیر میں دیا۔ [1]

ہمایوں نے تخت نشین ہونے کے بعد میوات کا علاقہ مرزا ہندال کے سپرد کیا مرزا نے اس علاقہ کے انتظام میں خاص دلچسپی لی۔ الور میں بعض عمارتیں تعمیر کرائیں ڈھنکل پوری کی مسجد خاص مرزا ہندال کے عہد حکومت میں محمد امین چوبدار نے تعمیر کرائی جس پر مندرجہ ذیل کتبہ موجود ہے۔ [2]

زمانِ حکومت بہ ہندال مرزا — در ایام دولت ہمایوں غازی
بدست خدا را بنا کرد مولا — محمد امین خدا از وست راضی
زنہ صد فزوں بود سی پنج تاریخ — ز قاسم محمد شد ایں کار سازی

شیر شاہ کے عہد حکومت میں میوات کا حاکم خواص خان افغان رہا۔ اس نے میوات میں مال فوجداری کا ایسا عمدہ انتظام کیا جو کبھی نہیں ہوا

---

[1] تاریخ میوات ص ۶۵ ـ ۶۶ ـ ۷۱

[2] تاریخ میوات ص ۷۱

تھا۔ اکبر نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے میوات پر تاخت کی کیونکہ ہیمو بقال ریواڑی کا رہنے والا تھا۔ اور ترد ی بیگ میوات کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے بعد محمد خاں حاکم میوات مقرر ہوا جس نے الور میں ایک مسجد تعمیر کرائی اور وہ ایک مدت تک اس علاقہ کا حاکم رہا۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں شاہ چوکھا نے میوات میں دین اسلام کو خوب فروغ دیا۔ ان کا اصل نام شیخ ابوالفتح عرف احمد بخش تھا۔ ؎ محمد خاں کے بعد اس کا لڑکا نورالدین حاکم مقرر ہوا۔ جہانگیر کے زمانے میں میوات میں اکثر ہنگامے رہے شاہجہاں بادشاہ کے دور میں خلیل اللہ خاں حاکم میوات بنایا گیا۔ جو اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں بھی رہا۔

جب میوات میں بدامنی ہوئی تو ۱۰۸۲ھ میں عالمگیر نے میوات پر حملہ کیا۔ اور مفسدوں کو سزا دے کر امن وامان قائم کیا۔ اور خلیل اللہ خاں کی بجائے عبدالرحیم خاں حاکم بنایا گیا جس نے الور کے قلعہ کی مرمت کرائی اور ایک مسجد بھی بنوائی جو ۱۹۱۹ء تک موجود تھی۔ جب عبدالرحیم خاں معزول ہوا تو

؎ تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ میوات ۴۳-۸۴ - ۸۴

میوات کا حاکم محمد امین خاں مقرر رہا۔ اس نے ایک کنواں تعمیر کرایا۔ جس پر یہ کتبہ نصب ہے [1]

"در عہد سعادت مہد و زمان دولت ابد پیوند بادشاہ عالم گیر اورنگ زیب بہادر خلد اللہ ملکہ، احقر العباد اللہ محمد امین ولد شمس الدین ولد محمد قمر الدین چاہ فی سبیل اللہ بنا نمود تا سکان شہر و جملہ خلائق فیض یابند فی التاریخ غرہ ربیع الاول ۱۰۹۴ھ ہجری۔

اس نے کنوئیں کے قریب ایک مسجد بھی بنوائی تھی۔ جو مسمار ہو گئی۔

عالم گیر کے عہد میں میوات میں ہر قسم کا امن و امان رہا اس کے بعد مغل متاخرین کے دور میں جب مرکزی حکومت کمزور ہو گئی تو تمام علاقوں میں نظم و نسق میں اضمحلال پیدا ہو گیا۔ میوات بھی مختلف امرا اور صوبیداروں کی بد انتظامی کا شکار رہا۔ مسلم حکومت کے زمانے میں میوات کے علاقہ کے نظم و نسق کا یہ ایک ہلکا سا خاکہ ہے۔

---

[1] تاریخ میوات ص ۶۲

ان حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ نظم و نسق کے اعتبار سے یہ علاقہ مرکز سے باقاعدہ وابستہ رہا مگر اس علاقہ کی تمدنی اور مذہبی حالت میں مجموعی طور سے کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔ تمدن و تہذیب کے اعتبار سے وہ گویا ہندو تہذیب کا مظہر تھا۔ شادی و غمی کے تمام مراسم بالکل ہندوانہ تھے۔ ہندوانہ لباس دھوتی، ہنگا انگیہ۔ بچے کی پیدائش پر چھٹی، منگنی کی رسم، شادی کے موقعہ پر چاک پوجنا، منڈھا کرنا، کنگنا باندھنا، آرتا سنیچری کا ہونا، فال اور شگون لینا۔ ہولی دیوالی وغیرہ منانا عام باتیں تھیں۔[1] مولانا ابوالحسن علی ندوی نے میو قوم کے دینی تنزل اخلاقی انحطاط اور اسلام سے بیگانگی کو الور، گوڑگانوہ اور بھرت پور کے گزیٹیروں کی روشنی میں بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔[2]

میو برائے نام مسلمان ہیں۔ ان کے اور ہندوؤں کے بعض دیوی دیوتا اور تیوہار مثلاً ہولی دیوالی اور جنم اشٹمی مشترک ہیں شادی میں پنڈت بھی آتا ہے۔ اماوس کو تعطیل کرتے ہیں ہنومان

---

[1] تاریخ میوات ص ۲۳-۲۴ و مآثر الاجداد از منظور الحق صدیقی ص ۷۶-۸-۱۰ (المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱۹۶۷ء)

[2] مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت از ابوالحسن علی ندوی ص ۶۴-۷-۸۰ (کتب خانہ حقانیہ کراچی ۱۹۶۵ء)

کے نام کا چبوترہ بناتے ہیں۔ لباس کبھی ہندوانہ ہوتا ہے، مرد زیور پہنتے ہیں اپنے عادات میں آدھے ہندو ہیں اور بڑے ڈھیلے ڈھالے لاپرواہ مسلمان ہیں، سالار مسعود غازی کی زیارت کے لئے بہرائچ جاتے ہیں۔ مگر حج کو کبھی نہیں جاتے۔ لڑکیوں کو ترکہ کبھی نہیں ملتا بچوں کے ملے جلے اسلامی اور ہندوانہ نام رکھتے ہیں ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست بھی ہیں۔ شگون بہت لیتے ہیں غارت گری اور رہزنی ان کا پیشہ ہے۔

اس سلسلہ میں ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ برصغیر پاکستان و ہند میں مسلم معاشرہ دو طبقات پر مشتمل رہا ایک وہ مسلمان جو عرب، عراق، ایران، ترکستان، افغانستان وغیرہ ممالک سے مختلف حیثیتوں میں آکر یہاں سکونت پذیر ہوئے اور دوسرے وہ مسلمان جو اصل نسل کے اعتبار سے خالص پاکستانی و ہندوستانی تھے طبقہ اول کے لوگ حکومت کے نظم و نسق میں پوری طرح سے دخیل رہے اور حکومت، فوج، زمینداری، جاگیرداری بلکہ ملکی معیشت کے تمام ذرائع ان ہی کے قبضہ اور اقتدار میں رہے اور بڑی حد تک حکومت کے اعلیٰ اور ادنیٰ منصب اور عہدوں پر وہ فائز رہے اور یہ روایت

کچھ ایسی ساعت سعید میں قائم ہوئی تھی کہ آخر وقت تک غیر ملکیوں سے در آمد ہونے والے لوگوں کی انفرادی حیثیت برقرار رہی۔ طبقہ دوم کے لوگ بڑی حد تک ان مراعات سے محروم ہی رہے۔ محمد تغلق دہلی کا وہ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے برصغیر کے ان قبائل کے بعض لائق افراد کو جو مسلمان ہو چکے تھے حکومت کے نظم ونسق میں شریک کیا۔ اور بعض کو اعلیٰ عہدے دیئے۔ یہ بات ان باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ناگوار ہوئی۔ جو بلا شرکت غیر حکومت کے نظم ونسق میں دخیل تھے اور انھوں نے نسلی برتری اور نسبی افتخار کے غیر اسلامی رجحان کو بھی ہوا دی؎

طبقہ دوم کے لوگ بھی دو حصوں میں تقسیم ہوئے ان میں بھی کچھ لوگ وہ تھے جو غیر مسلم معاشرہ میں بھی اعلیٰ حیثیت رکھتے تھے وہ امتداد زمانہ کے بعد کسی حد تک سرکاری ملازمتوں اور مراعات

۱؎ ملاحظہ آئینہ حقیقت نما جلد دوم از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۵۱۲، ۵۱۹ (نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۵ء) ۲؎ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات تصنیف پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۳۲۵ (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء) ۳؎ تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی ص ۵۰۴ (کلکتہ ۱۸۶۲ء)

بے ستفید ہوئے۔ دوسرا حصہ وہ تھا جس نے اسلام تو قبول کرلیا۔ مگر اپنے پیشوں، صنعتوں اور تجارتوں کو نہیں چھوڑا۔ یہ پیشہ ور مسلمان معاشرے کی بہت سی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ مگر معاشرہ میں ان کے ساتھ تیسرے درجہ کا سلوک ہوا حقیقت یہ ہے کہ مسلم معاشرہ کو پاکستان و ہند میں پورے طور سے استحکام اور یکجہتی نصیب نہ ہو سکی۔ ہندستانی و پاکستانی اصل و نسل کے مسلمانوں کو باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں نے نہ صرف نظر انداز کیا۔ بلکہ تذلیل و تحقیر تک کو روا رکھا گیا۔ اردو زبان کے مشہور مورخ و ادیب اور درگاہ مارہرہ (یوپی) کے سجادہ نشین حضرت احسن مارہروی (وفات ۱۹۴۰ء)[1] کے فرزند سید رفیق سلمہ کی زبان قلم سے اس خونچکاں داستان کو سنیے[2]۔

> میرا یہ مادری خاندان اپنا آبائی ہندو مذہب ترک کرنے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی جہالت و غربت سے عہدہ برآ نہ ہو سکا جس کی وجہ بجز اس کے ہرگز کوئی دوسری نہیں ہو سکتی کہ یہ تبدیلی مذہب درحقیقت وہی شکل اختیار کر گئی کہ جہاں پہنچ کر ذاتی مفاد کے

لہ مولانا احسن مارہروی کی دوسری بیوی مسمی سلیم اللہ صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ سلیم اللہ صاحب کے والد کچھواہہ راجپوت تھے وہ خود مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ سید رفیق احسن دوسری بیوی کے بطن سے ہیں۔

تہ مسلمان اور نظریہ شرافت از سید رفیق مارہروی ص ۲۳، ۵۲ نظامی پریس بدایوں ۱۹۵۲ء

تحت انسان حد سے زیادہ خود غرض اور متعصب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میری پدری سلسلہ نسل کے بزرگوں نے میرے اس خاندان کو آئندہ تمام مادی وروحانی ترقیات کا گلا گھونٹ دیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ جہاں کسی زمانے میں اسلام غیر اقوام کو دعوت اسلام دے کر اپنے دوش بدوش ترقی کرنے اور برابری کا درجہ حاصل کرنے میں پوری پوری معاونت کرتا تھا اور نومسلم کی پوری پوری ہمت افزائی کرتا تھا وہیں اب اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد پیروان اسلام غیر اقوام کو صرف اس لئے دائرہ اسلام میں شامل کرتے ہیں کہ ان کی غربت ومفلسی سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا سکے۔ مجھے یہ لکھتے ہوئے دکھ محسوس ہو رہا ہے کہ میرے نانا کو ترک مذہب کا یہ انعام ملا اور ایسی بھیانک قیمت ملی کہ آج اس کے اخلاف کی زندگیاں عبارت ہیں جہالت و پستی سے نکبت وافلاس سے جہالت وبے مائگی سے اور اس خاندان کی تاریخ معمولی ملازمتوں اور خدمت گزاریوں سے یکسر مملو ہے۔"

یہ سراسر غیر اسلامی رجحان ہے اور اس سے ملت اسلامیہ کو برصغیر میں سخت نقصان پہنچا در اصل اسی رجحان اور پالیسی کے مارے ہوئے میواتی بھی تھے۔ ان کی پورے طور پر تربیت نہ ہوئی مسلم حکمرانوں اور بادشاہوں نے اس طرف توجہ نہ دی۔ نہ امراء و وزراء کو اس کی توفیق نصیب ہوئی۔ علماء و فقہاء کو تو یہ فرض یاد ہی نہیں رہا اور حقیقت یہ ہے کہ غیر اسلامی، تمدن و معاشرت رسم و رواج اور عقائد کے شکار صرف میواتی ہی نہیں رہے بلکہ پاکستان و ہند کے دوسرے مسلم قبائل بھی اس صورت حال سے دوچار ہوئے۔ دکن، راجستھان، کشمیر، سندھ بنگال کم و بیش سب جگہ کا یہی حال رہا۔ بلکہ بات یہاں تک بڑھی کہ بلگرام کے "سادات عظام" کے یہاں برہمن بھی نام رکھنے لگا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"بلگرام میں جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام جہاں اس کے ماں باپ رکھتے ہیں وہیں برہمن بھی رکھتا ہے۔ خواہ ماں باپ نے اولاد کا نام آگے رکھ ہی کیوں نہ لیا ہو۔ برہمن ضرور آئے گا اور حسب دستور پیہ دہت لے کر نام رکھے گا چنانچہ بندہ زادہ ہوا اس کا نام میں نے کلب علی" رکھا

برہمن نے دوست علی" رکھا۔ تاریخ بلگرام ۹۷ بحوالہ مسلمان اور نظریۂ شرافت ص ۱۰۳

خواجہ الطاف حسین حالی نے کیا خوب لکھا ہے۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

ہم نے میوات کے علاقہ میں مسلم حکومت کے نظم و نسق کا ہلکا سا جائزہ لیا ہے۔ بعض حکام نے اس علاقہ میں مساجد وغیرہ تعمیر کرائیں مغل متاخرین کے زمانہ میں انتظام حکومت میں ابتری پیدا ہو گئی سیاسی

بدنظمی سے دوسرے شعبے بھی متاثر ہوئے ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور تہذیبی خدمات کے لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا خاندان پیدا کر دیا۔ چنانچہ اس زمانہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) ان کے صاحبزادگان شاہ عبد العزیزؒ (ف ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) شاہ عبد القادرؒ (ف ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) شاہ رفیع الدینؒ (ف ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) اور ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور اس خاندان کے دوسرے بہت سے تربیت یافتہ علماء اور صلحاء نے اسلام اور ملت اسلامیہ کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبد القادرؒ اور شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے ایک شاگرد محمد رمضان (ف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) [1] ساکن مہم ضلع رہتک کا نام اس سلسلہ میں سرفہرست ہے شاہ رمضان اپنے مخلص مریدوں کی معیت میں سال کا بڑا حصہ دوروں میں گزارتے تھے اور ہریانہ کے علاقہ میں اصلاح و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ تعمیر مساجد، دختر کشی کی موقوفی، سیتلا دیوی کی پوجا کا خاتمہ، زین خاں، لونا چماری، ماموں الہ بخش اور شیخ سدو کی فرضی ارواح

---

[1] شاہ رمضان کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "ہادیٔ ہریانہ (سوانح شاہ محمد رمضان)" از پروفیسر منظور الحق (لاہور ۱۹۶۳ء)

خبیثہ سے متنفر کرنا مسلم لباس کا رواج وغیرہ ان کی اصلاحی تحریک کے خاص کارنامے ہیں۔ انہوں نے مسلم راجپوتوں کو ہندو راجپوتوں سے بالکل علیحدہ کر دیا۔

مصنف نقیب الاولیاء کا بیان ہے[1]

"ہریانہ، میوات اور سوتر میں ہزاروں کافر آپ (شاہ رمضان) کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی۔"

آخر میں ہم اس علاقہ کے ایک دیندار راجپوت حافظ رحمت خاں ساکن موسیٰ کھیڑا کی ایک نظم کے پانچ بند نقل کرتے ہیں جس سے شاہ رمضان کی اصلاحی کارناموں کا اندازہ ہوگا[2]

جہاں اندر روشنائی خالق سچے بہت دہائی
تو ہیں نے شرع دی چال سکھائی بھلی خلقت رستہ پائی
کامل کیتا دین ایماں

---

[1] نقیب الاولیاء از مظفر احمد فضلی جلد دوم دفتر دوم ص ۷۵ بحوالہ مآثر الاجداد ص ۷۹

[2] ہادی ہریانہ (سوانح شاہ رمضان ص ۷۵-۷۶، (لاہور ۱۹۶۳ء)

حضرت ہادئ شاہ رمضان

عین عجائب تیرا سایا　　جاں تہ دلی وعظ سنایا
ہک فرنگی دوڑا آیا　　ترت فرت ایمان لے آیا

ہو رہیں کی کراں بیان
حضرت ہادئ شاہ رمضان

غرور تکبر دالے　　پیندے جیڑے خمر پیالے
دیکھ تینوں ہوے خوش حالے　　تائب ہو چھڈن بد چالے

تابع تیرے جن و انسان
حضرت ہادی شاہ رمضان

فرخ نگر توں اندر آیا　　ہک عورت نوں جن دسایا
کسی عامل دے قید نہ آیا　　سن کے تیرا نام نسایا

کیہا تیرا مامن حیوان!
حضرت ہادی شاہ رمضان

قصہ ست دھیاں والا　　قتل اولاد اوہنا ندا چالا
مار دھیاں کردے منہ کالا　　اوتھے گیوں توں کڈھ کسالا

دیکھ تینوں ہوئے حیران
حضرت ہادئ شاہ رمضان

شاہ رمضان کے بعد شاہ عبد العزیزؒ کے ایک دوسرے نامور شاگرد مولانا محبوب علی دہلوی (ف ۱۸۶۴ء) نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل میواتیوں میں تبلیغ کے فرائض انجام دیئے [1] محبوب علی اپنے زمانے کے نامور عالم اور فاضل تھے وہ بھی شاہ رمضان ہی کے انداز پر بہلی میں سوار ہو کر دیہات کا دورہ کیا کرتے تھے۔ ان کا کچھ ایسا مؤثر طریقہ تھا کہ اکثر میواتی ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ لوگوں کے اوپر ان کے وعظ و نصیحت کا خاصا اثر ہوتا تھا۔ مؤلف تاریخ میوات لکھتے ہیں [2]

"آپ کے وعظ و نصیحت سے میوات میں صوم و صلوٰۃ کا رواج ہوا اور مسجدیں تعمیر ہونے لگیں۔ ورنہ قبل اس کے مسجد بنانے کا دستور نہ تھا۔"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ہمیں چند ایسے نام ملتے ہیں کہ جن کی اصلاح و تبلیغ سے میوات میں خاصا کام

---

[1] مولوی محبوب علی کے حالات کے لئے دیکھئے۔ علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری ص ۴۲۔۴۵ (کراچی ۱۹۶۰ء)

[2] تاریخ میوات ص ۸۷

ہوا ہمارا خیال ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا ہوگا اور پھر جنگ کے بعد مواخذہ کے خوف سے میوات میں سکونت پذیر ہو گئے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں مولوی محمد مرید اور مولوی نور علی صاحبان کے نام ملتے ہیں۔ مولوی مرید کے متعلق تاریخ میوات کا بیان ہے [۱]

"ایام غدر میں آپ تشریف لائے۔ ڈاکٹر نند محمد مرحوم کا بیان ہے کہ آپ نے جولائی ۱۸۵۷ء میں مجھ سے ملاقات فرمائی۔ آپ کے پیر میں گولی کا زخم تھا میں نے آلات ڈاکٹری سے صاف کیا۔ چند روز میرے پاس قیام کیا اور پھر تبلیغ دین میں مشغول ہو گئے۔ ... آپ نے میوات میں اسلام کی ترقی کا وہ کام کیا جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔"

مولوی محمد مرید کے صاحبزادے مولوی محمد حسن صاحب نے بھی اس کام کو جاری رکھا۔ مولوی نور علی بھی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں میوات پہنچے ریواڑی میں انہوں نے قیام کیا۔ ان کا خاص

---

[۱] تاریخ میوات ص ۸۸

کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ہندوؤں کی رسوم کو میواتیوں سے چھڑانے میں بہت کوشش کی۔ مولوی نور علی نے ۱۹۰۷ء میں موضع مندالہ (تحصیل نوح) میں تہجد کی نماز میں بحالت سجدہ انتقال فرمایا۔[1]

اسی زمانے میں میواتی الاصل دو بزرگوں نے بھی تبلیغ کے فرائض انجام دیئے جن میں ایک میاں راج شاہ تھے جو ایک صوفی اور مرتاض بزرگ تھے ان کے بیعت وارشاد کا سلسلہ میرٹھ، بلند شہر، مراد آباد اور پنجاب تک پھیلا ہوا تھا ان کے متعلق مؤلف تاریخ میوات لکھتے ہیں[2]

"بڑے بڑے سرکش میواتی، شرابی، مشرک بدعتی، فاسق، بے دین آپ کے پاس آیا کرتے تھے مگر آپ کو دیکھتے ہی کلام سن کر ایسے گرویدہ ہوتے کہ تمام صغائر کبائر سے تائب ہو کر پکے صوفی راہ سلوک پر چلنے والے بن جاتے۔"

دوسرے بزرگ مولوی عبداللہ خاں (ف ۹ رمضان ۱۳۳۶ھ) تھے۔ جو مولانا احمد علی سہارنپوری (ف ۱۲۹۷ھ) کے خاص شاگرد تھے۔

---

[1] تاریخ میوات ص ۸۸

[2] تاریخ میوات ۹۲

اور انہوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی (ف ۱۲۹۷ھ) سے بھی استفادہ علمی فرمایا تھا مؤلف تاریخ میوات کا بیان ہے کہ سلہ

"میواتی قوم میں اول آپ کا نام مبارک ہے جنہوں نے دینی علوم کی تحصیل کر کے ترویج دین پر کمر باندھی۔ ابتدا میں آپ وعظ بھی فرمائے تھے جو نہایت درد اور تحقیق سے مملو ہوا کرتا تھا۔ بعد میں آپ نے وعظ کہنا ترک کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی اصرار کرنے سے کبھی کبھی فرما دیا کرتے تھے اور ایسا پر درد بیان فرماتے کہ شاید ہی کوئی ایسا سنگدل ہوتا ہوگا جس کی آنکھوں میں آنسو نہ بھر آتے ہوں اور رقت طاری نہ ہو جاتی ہو"

یہ دراصل میوات میں اصلاح و تبلیغ کا پہلا دور ہے جس میں مختلف حضرات نے انفرادی طور سے کوشش اور جد وجہد کی اور میواتیوں کو اسلام سے قریب تر لانے میں کوشاں ہوئے۔ اس کا دوسرا دور اس وقت سے شروع ہوا جب مولوی محمد اسماعیل کاندھلوی نے بستی نظام الدین اولیاء (دہلی) میں قیام فرمایا۔

مولوی محمد اسماعیل بن شیخ غلام حسین قصبہ جھنجانہ (ضلع مظفر نگر یوپی) کے رہنے والے تھے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد کاندھلہ کے

سلہ تاریخ میوات ص ۹۳۔

مشہور عالم مفتی الٰہی بخش (ف ۱۲۴۵ھ) کے خاندان میں مولوی مظفر حسین کی نواسی کے ساتھ ان کا عقد ہو گیا۔ اس طرح کاندھلہ وطن ثانی بن گیا۔ مولوی صاحب حافظ قرآن اور فارغ التحصیل عالم تھے۔ وہ ۱۸۵۵ء میں دلی کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے سمدھی مرزا الٰہی بخش کی سرکار میں ان کے خاندان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے ملازم ہو گئے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مرزا نے بستی نظام الدین اولیاء میں سکونت اختیار کر لی تو چونسٹھ کھمبے کے اندر اور باہر رہائشی مکانات تعمیر کرائے اور کھمبے کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کرائی مولوی محمد اسماعیل کی رہائش کے لئے ایک حجرہ بنوایا اور اپنی نشست کے لئے ایک ٹین پوش کمرہ بنوایا جو بنگلہ کہلایا اور اسی اعتبار سے یہ مسجد بنگلہ والی مشہور ہوئی۔ یہی مسجد مولوی محمد اسماعیل کی دینی، اور مذہبی سرگرمیوں کا مرکز بنی اور اس مرکز کی نورانی شعاعوں سے تمام عالم مستنیر ہے۔

مولوی محمد اسماعیل نہایت سیدھے سادھے، مرتاض، عابد، زاہد اور شب بیدار بزرگ تھے۔ ذکر و عبادت ان کا مشغلہ اور قرآن کی تعلیم ان کا مقصد حیات تھا۔ بے نفس اور صالح کل انسان تھے مخلوق کی خدمت میں ان کو خاص لطف آتا تھا۔ تواضع اور انکسار ان کا مزاج

تھا۔مزدوروں کا بوجھ اترواکران کو پانی پلاتے اور خوش ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خدمت کا موقع دیا۔مولوی صاحب کو مولانا رشید احمد گنگوہی (وفات ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) سے خاص تعلق خاطر تھا۔

مولوی محمد اسماعیل کے زمانے میں میوات سے اس طرح تعلق کا آغاز ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اس فکر میں تھے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا ملجائے تو اس کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرلی جائے۔اتفاق سے چند مسلمان آتے دکھائی دیئے ان سے دریافت کیا کہ کہاں جارہے ہو انہوں نے بتایا کہ مزدوری کرنے جارہے ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا کہ اگر اتنی ہی مزدوری یہیں مل جائے تو جانے کی کیا ضرورت ہے۔انہوں نے منظور کرلیا۔مولوی صاحب ان کو مسجد میں لے آئے نماز سکھانے اور قرآن پڑھانے لگے اور ان کو یومیہ مزدوری دینے لگے۔جب ان کو نماز کی عادت پڑگئی تو مزدوری چھوٹ گئی دراصل یہ بنگلہ والی مسجد کے مدرسہ کی بنیاد تھی۔اس کے بعد تو دس بارہ میواتی برابر مدرسہ میں رہنے لگے۔ان کا کھانا مرزا الٰہی بخش کے یہاں سے آتا تھا۔بستی نظام الدین اولیاء کے بعض بڑے اور بچے بھی اس مدرسہ میں پڑھتے تھے۔چنانچہ اسی زمانے میں خواجہ حسن نظامی دہلوی نے مولوی محمد اسماعیل کاندھلوی سے اس مدرسہ میں تعلیم پائی اور اسی

تعلق کی وجہ سے وہ گنگوہ پڑھنے کے لئے گئے۔

۱۴ شوال ۱۳۱۵ھ (۲۶ فروری ۱۸۹۸ء) کو مولوی محمد اسماعیل کا انتقال ہوا اور وہ بنگلہ والی مسجد کے ایک گوشہ میں دفن ہوئے۔ مولوی محمد اسماعیل کی پہلی بیوی سے ان کے ایک صاحبزادے مولوی محمد تھے جنہوں نے اپنے باپ کے انتقال کے بعد بنگلہ والی مسجد میں قیام کیا اور مدرسہ کو سنبھالے رکھا[1]

مولوی محمد صاحب نہایت ذاکر شاغل اور خوش اوقات بزرگ تھے انہوں نے علم وحدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھا تھا۔ اکثر وعظ بھی کہتے تھے مگر بیٹھ کر جیسے کوئی باتیں کرتا ہو وہ نہایت منکسر المزاج اور غربا پسند تھے۔ مولوی محمد صاحب کا قیام بستی نظام الدین اولیاء میں کم وبیش بیس اکیس سال رہا۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ کو ان کا انتقال ہوا۔

مولوی محمد صاحب کے زمانے میں مدرسہ میں بیس پچیس طلبہ رہتے تھے۔ طلبہ خود روٹی پکاتے اور جنگل سے لکڑیاں لایا

---

[1] یہ حالات "حالات مشائخ کاندھلہ" از مولوی احتشام الحسن ۲۰۹۔۲۱۷ (دہلی ۱۳۸۳ھ) سفینہ رحمانی از عبد الرحمن (لکھنو ۱۸۸۴ء) سے ماخوذ ہیں۔

کرتے تھے مولوی صاحب بھی ان کاموں میں ان کی مدد کرتے تھے۔ اگرچہ مولوی صاحب قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم دیتے تھے وہ تربیت ایسی دیتے تھے کہ طلبہ نہایت دیندار، متقی اور پرہیزگار ہوجاتے تھے۔

مولوی محمد صاحب کے انتقال کے بعد اس مسجد اور مدرسہ کا انتظام و نگرانی مولانا محمد الیاسؒ کے سپرد ہوئی انہوں نے اس کو مرکز بنا کر ایک تحریک کا آغاز کیا۔ اور اس کے فیوض و برکات سے تمام عالم مستفید ہوا[1]

مولانا محمد الیاس ۱۳۰۳ھ میں کاندھلہ میں پیدا ہوئے، قرآن مجید کی تعلیم کا آغاز کاندھلہ میں حافظ منگتو کے پاس ہوا پھر حفظ قرآن اپنے والد ماجد مولوی محمد اسماعیل کے پاس بستی نظام الدین میں کیا۔ حفظ قرآن کے بعد فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد کے پاس (دہلی) اور حکیم محمد ابراہیم صاحب سے کاندھلہ میں پڑھیں۔ ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یحییٰ (ف ۱۳۳۴ھ) نے باپ سے عرض کی کہ الیاس کی تعلیم باقاعدہ نہیں ہو رہی ہے میں ان کو

---

[1] ملاحظہ ہو حالات مشائخ کاندھلہ ص ۲۱۷ - ۲۲۰

گنگوہ لے جاتا ہوں۔ چنانچہ مولوی محمد الیاس ۱۳۱۴ھ یا شروع ۱۳۱۵ھ میں گنگوہ پہنچے۔

گنگوہ اس زمانے میں علماء و صلحاء کا مرکز تھا مولانا رشید احمد گنگوہی کی ذات اقدس کی وجہ سے رشد و ہدایات کا ہنگامہ برپا تھا۔ مولانا محمد الیاس گنگوہ میں آٹھ نو سال رہے مولانا محمد یحییٰ نہ صرف تبلیغ کے فرائض انجام دیتے تھے بلکہ باحسن وجوہ تربیت فرماتے تھے جو کتابیں پڑھ لیتے تھے وہ دوسرے طلبا کو پڑھاتے تھے۔ اسطرح قابلیت اور استعداد میں پختگی ہو جاتی تھی۔ تربیت کا انداز یہ تھا کہ جب مولانا رشید احمد گنگوہی کے فیض یافتہ علماء گنگوہ آتے تو بعض اوقات مولانا محمد الیاس کا درس بند ہو جاتا تھا، اور ہدایت ہوتی تھی کہ ان علماء کی صحبت میں بیٹھو اور تربیت حاصل کرو۔

مولانا رشید احمد گنگوہی بالعموم طلبہ کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ مگر مولانا محمد الیاس کے غیر معمولی حالات کی وجہ سے ان کو بیعت کر لیا درد سر اور سخت علالت کی وجہ سے درمیان میں تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا مگر پھر تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا ۱۳۲۶ھ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند پہنچے۔ ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی۔ پھر کئی سال بعد اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب

کے حدیث کے دورہ میں شریک ہوئے اور مولانا گنگوہی کے انتقال کے بعد مولانا خلیل احمد سہارن پوری سے تکمیل سلوک کی۔ شوال ۱۳۲۸ھ میں مولانا محمد الیاس مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس مقرر ہوئے ۱۳۳۴ھ میں مولانا حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو ان کے بڑے بھائی مولوی محمد صاحب کا دہلی میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بعض مخلصین نے مولانا محمد الیاس سے اصرار کیا کہ بستی نظام الدین اولیاء (دہلی) میں قیام کریں اور اپنے والد اور بھائی کے مدرسہ اور مسجد کو آباد رکھیں اور مدرسہ کی اعانت و خدمت کا بھی وعدہ کیا اور مصارف کے لئے کچھ رقمیں بھی مقرر کر دیں مولانا محمد الیاس نے مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی اجازت اور مشورہ سے وہاں رہنا قبول کر لیا اور سر دست ایک سال کی رخصت مدرسہ مظاہر العلوم (سہارن پور) سے لے لی۔ رخصت کی درخواست درج ذیل ہے۔

بحضرت مہتمم صاحب

بعد سلام مسنون آنکہ سانحہ انتقال اخوی جناب مولانا مولوی محمد صاحب کی وجہ سے بندہ کو نظام الدین کے مدرسہ کا انتظام و خبر گیری کے واسطے وہاں

کچھ قیام کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ اکثر اہل شہر و محبان بندہ وخیر خواہاں متقاضی ہیں کہ بالفعل بندہ وہاں اقامت کرے اور جو منافع واشاعت علوم حضرت والد صاحب اور برادر مرحوم کی سعی اور تعلیم سے ان کور دہ اور گنوار لوگوں میں اور علوم سے نہایت بعید اور ناآشنا لوگوں میں ہوئی ہے اس کو دیکھ کر اپنے دل میں بھی حرص پیدا ہوتی ہے۔ کچھ دنوں وہاں قیام کر کے اس کے اجراء کا بندوبست کر سکوں اور اس دینی حصہ میں بھی کچھ حصہ لے لوں۔ لہذا عارض ہوں کہ ایک سال کے لئے بندہ کی رخصت منظور فرمائی جائے۔ والسلام

بندہ محمد الیاس اختر عفی عنہ[1]

مولانا ایک سال کی رخصت لے کر بستی نظام الدین آ گئے۔ مگر آتے ہی ایسے بیمار ہوئے کہ زیست کی امید جاتی رہی اور کاندھلہ پہنچے مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ صحت یاب ہو کر دوبارہ نظام الدین آ گئے۔ بستی نظام الدین میں ایک مختصر سی پختہ مسجد، ایک بنگلہ اور ایک حجرہ تھا

---

[1] مولانا کا تاریخی نام "محمد الیاس اختر" تھا۔

درگاہ کے جنوب میں درگاہ سے متعلق لوگوں کی آبادی تھی کچھ میواتی اور کچھ غیر میواتی طالب علم تھے۔ مولانا نے نامساعد حالات اور سرمایہ کی کمی کی پرواہ نہ کی توکل علی اللہ سارے کام انجام دیئے کبھی کبھی فاقوں کی نوبت بھی آتی مگر کیا مجال جو پائے استقامت لڑکھڑاتے۔ بعض اوقات تو گولڑوں سے شکم پری کی جاتی تھی۔ مولانا طلبہ کی ایسی تربیت فرماتے تھے کہ ان مشکلات اور فاقوں کے باوجود وہ وہاں سے ہلنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

مولانا اسباق اور طلبہ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے۔ نہایت توجہ اور محنت سے طلبہ کو چھوٹے بڑے اسباق خود پڑھاتے مولانا طریق تعلیم اور کتب درس میں اپنا مخصوص طرز اور ذاتی رائے رکھتے تھے۔ مطالعہ اور سبق کی تیاری پر بے حد زور دیتے تھے۔ عبارت کی صحت تلفظ اور صرف و نحو کے قواعد کی طرف بہت خیال رہتا تھا۔ حدیث کا درس بہت اہتمام و احتیاط سے دیتے تھے۔ مگر مدرسہ سے زیادہ آپ کا کارنامہ تبلیغ کی تحریک کا آغاز ہے کہ جسے جاری کر کے آپ نے ملت اسلامیہ کو اس کا فرض یاد دلایا اور اس تحریک کا آغاز میوات سے ہوا۔

چونکہ میوات کے لوگ مولانا کے والد مولوی محمد اسماعیل اور بھائی مولوی محمد صاحب سے بہت ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔

لہٰذا انہوں نے اس تعلق کو مولانا کے ساتھ بھی برقرار رکھا۔ مولانا کو اپنے علاقہ میں لے گئے۔ مولانا نے ان لوگوں سے پورے تعلق اور خلوص کا اظہار کیا۔ ان کے معاملات و مقدمات کو سلجھایا اور ان کو اسلام کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔ مولانا کو پہلے یہ خیال ہوا کہ میوات میں مکاتب و مدارس قائم کر کے نئی نسل کو دین سے آشنا کیا جائے اگرچہ شروع شروع میں مکاتب کے قیام میں بڑی دشواری ہوئی۔ کیونکہ میواتی اپنے بچوں کو کاشتکاری اور گلہ بانی کے کاموں سے ہٹا کر اس مشغلہ میں لگانا نہیں چاہتے تھے۔ مگر آخر میں یہ سلسلہ چل پڑا اور تھوڑی سی مدت میں میوات میں تقریباً سو مکتب قائم ہو گئے ان کے مصارف مولانا کے ذریعے سے پورے ہوتے تھے۔

مکاتب سے میوات میں تعلیم و اصلاح کا آغاز تو ہوا مگر مولانا اس سے مطمئن نہ ہوئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ ماحول کی بے دینی ملک کی عمومی جہالت، رسم و رواج کی پابندی اور ظلمت کا اثر مکاتب پر بھی ہے اور جو طلبہ فارغ ہو کر ان مکاتب سے نکلتے ہیں وہ اپنے ماحول میں واپس جا کر پھر اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ بہرحال میوات میں مولانا کی آمد و رفت جاری رہی ۱۳۴۴ھ میں وہ دوبارہ حج کے لئے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی معیت میں گئے

۱۳۴۵ھ میں واپس آئے۔ حج سے واپس آکر مولانا نے عمومی دعوت کا پروگرام بنایا۔ اور تبلیغی گشت شروع کر دیے۔ مولانا نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین اصول وارکان (کلمہ توحید اور نماز) کی تبلیغ کریں۔ پھر انہوں نے جماعتیں بنا کر مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے بھیجنا شروع کر دیں جمعہ کے دن بعض مقامات پر خود بھی پہنچتے اس طرح عرصہ تک میوات میں کام ہوتا رہا ۱۳۵۱ھ میں وہ تیسری بار حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۳۵۲ھ میں واپسی کے بعد اس کام کو تیز تر کر دیا۔ مولانا نے بڑی جماعت کے ساتھ میوات کے دورے کئے اور پھر اس علاقہ کے لوگوں کی جماعتوں کو یوپی کے دینی مراکز کاندھلہ، رائے پور، وغیرہ بھیجنے کی کوشش کی تاکہ یہ لوگ وہاں کے لوگوں کے طور طریق کو دیکھیں وہاں کے بزرگوں کو بھی ان سے تعلق پیدا ہوا چنانچہ اس تجربہ کا اچھا اثر ہوا۔

مولانا نے میوات کی تحصیلوں کے نقشے اور پورے ضلع گوڑگانواں کا نقشہ تیار کرایا۔ سمتیں اور خطوط مقرر کئے مبلغین کو کارگزاری لکھنے کی ہدایت کی گئی۔ گاؤں کی آبادی، فاصلہ، نمبرداروں کے نام لکھنے کا ڈول ڈالا۔ اور اس طرح باقاعدہ ایک نظام قائم کر دیا لوگوں میں دین کی لئے کام کرنے کی تڑپ پیدا ہوئی۔ اور فضا میں ایک

تبدیلی پیدا ہوگئی۔ جماعتوں کے باہر نکلنے سے بڑے مفید اثرات مرتب ہوئے ۱۳۵۶ھ میں مولانا تیسرے حج کے لئے گئے اور تبلیغ و دعوت کے نظام کو مرکز اسلام میں متعارف کرایا۔ اور حج سے واپس آکر مولانا نے میوات میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں اور بڑھا دیں۔

مولانا نے اہل علم، اصحاب درس و تدریس اور علماء کو اس طرف متوجہ کیا اور دینی مرکزوں کو اس طرف توجہ دلائی شروع شروع میں لوگوں نے بے التفاتی کی مگر جب انہوں نے اس دعوت و تبلیغ کے برکات و اثمار دیکھے تو متوجہ ہو کر مولانا نے خود مدرسہ مظاہر العلوم کے اساتذہ کے ساتھ نواح کے دیہات و قصبات میں دورے کئے۔ یہاں تک کہ دہلی اور باہر کے لوگوں کو مولانا کے کام سے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ دہلی کے سوداگر برادری نے خصوصی دلچسپی لینی شروع کی دوسرے اہل الرائے حضرات نے بھی توجہ کی۔ یہاں تک کہ باہر شہر و قصبات خورجہ علی گڈھ، آگرہ، بلند شہر، میرٹھ، پانی پت، سونی پت، کرنال جھنگ لکھنؤ اور کراچی تک کے لئے جماعتیں جانے لگیں۔ نہ صرف میوات میں اصلاح کا کام باحسن وجوہ انجام پانے لگا بلکہ بر صغیر اس کے برکات و فیوض سے مستفید ہونے لگا۔ میوات کی اصلاح کے سلسلہ میں مولانا

سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں[1]

"حضرت مولانا (محمد الیاس) نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعہ پچیس برس کی انتھک محنت میں ان (میواتیوں) کو ان خالص و مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا۔ جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے۔"

اس کی وضاحت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زبان قلم سے سنئے[2]

چنانچہ میوات میں دینداری کے وہ اثرات ظاہر ہونے لگے جن میں سے ایک ایک کے لئے اس سے پہلے اگر برسوں جدوجہد کی جاتی تو شاید کامیابی نہ ہوتی بلکہ الٹی ضد پیدا ہو جاتی۔ ملک میں دین کی رغبت پیدا ہو گئی اور اس کے آثار نظر آنے لگے جس علاقہ میں کوسوں مسجد

---

[1] یادرفتگاں از مولانا سلیمان ندوی ص ۳۱۴۔۳۱۵ (مکتبہ المشرق۔ کراچی ۱۹۵۵ء)

[2] مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۱۰۲۔۱۰۴

نظر نہیں آتی تھی وہاں گاؤں گاؤں مسجدیں بن گئیں اور دیکھتے دیکھتے اس ملک میں ہزاروں مسجدیں بن کر کھڑی ہو گئیں۔ صدہا مکتب اور متعدد عربی کے مدرسے قائم ہو گئے۔ حفاظ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے فارغ التحصیل علماء کی بھی ایک خاصی بڑی تعداد پیدا ہوئی۔ ہندوانہ وضع ولباس سے نفرت پیدا ہونے لگی اور اسلامی وشرعی لباس کی وقعت دلوں میں پیدا ہو گئی۔ ہاتھوں سے کڑے اور کانوں سے مرلیاں اترنے لگیں۔ بے کہے آدمیوں نے داڑھیاں رکھنی شروع کر دیں۔ شادیوں سے مشرکانہ اور خلاف شرع رسوم کا خاتمہ ہونے لگا۔ سود خوری کم ہو گئی۔ شراب نوشی تقریباً ختم ہو گئی۔ قتل و غارت گری کی وارداتیں میں بہت کمی ہو گئی۔ جرائم، فسادات اور بداخلاقیوں کا تناسب پہلے کے مقابلہ میں بہت گھٹ گیا ہے دینی بدعات، رسوم اور فسق وفجور کی باتیں اور عادتیں موافق ہوا وفضا نہ پانے کی وجہ سے خود بخود مضمحل ہونے لگیں۔"

مولانا محمد الیاس نے جتنی توجہ، دل سوزی، انہماک، ایثار لگن سے اس تحریک کو چلایا تھا اتنی ہی تیزی اور وسعت کے ساتھ مقبول ہوئی [1]

۱۳ر جولائی ۱۹۴۴ء بروز جمعرات کو مولانا محمد الیاس کا انتقال ہوا اور مولانا کے جانشین ان کے اکلوتے فرزند مولانا محمد یوسف صاحب ہوئے۔

مولانا محمد یوسف ۲۵ر جمادی الاول ۱۳۳۵ھ (م ۲۰ر مارچ ۱۹۱۷ء) کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ ساتویں روز عقیقہ ہوا اور محمد یوسف نام رکھا گیا۔ اس زمانے میں مولانا محمد الیاسؒ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں مدرس تھے سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ والدین نے ان کی تربیت پر خاص نظر رکھی۔ وہ عام طلبا کے ساتھ ان کے مشاغل اور ذمہ داریوں میں برابر کے شریک رہتے اور ان کا ہاتھ بٹاتے تھے اس طرح شروع ہی سے ان میں فرائض کی ذمہ داری وقت کے قیمتی ہونے کا احساس اور تعلیم کا شوق پیدا ہو گیا اور صحابہ کرام کے

---

[1] حضرت مولانا محمد الیاس کے حالات اور سوانح پر مشتمل نہایت دلچسپ اور پر از معلومات کتاب مولانا ابوالحسن علی ندوی نے لکھی ہے۔ اس سے یہ تمام حالات ماخوذ ہیں۔

مقدس حالات اور خدا کی راہ میں ایثار و قربانی کے واقعات سے مولانا محمد یوسف کو گہری دلچسپی ہو گئی۔ فتوح الشام کا منظوم اردو ترجمہ صمصام الاسلام جس میں صحابہ اکرام کے جہاد اور فتوحات کا ذکر ہے بچپن میں ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے تجوید قاری معین الدین صاحب سے سیکھی اور گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد صاحب مولانا محمد الیاس صاحب سے مدرسہ نظام الدین میں عربی کی تعلیم شروع کی میزان الصرف منشعب، صرف میر پنج گنج اور نحو میر کے پڑھنے کے بعد مولانا محمد الیاس نے ان کو قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد اور چہل حدیث (از حضرت شاہ ولی اللہ) یاد کرائی۔ ان کتابوں میں سے اکثر حافظ منیر الدین نے پڑھائیں۔ کنز الدقائق حافظ مقبول حسین گنگوہی سے پڑھی۔

اس کے بعد اوپر کی کتابیں مولانا محمد الیاس سے پڑھیں مولانا کے حج تشریف لے جانے کی وجہ سے مولانا محمد یوسف ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں داخل ہوئے۔ وہاں اس سال انہوں نے میبذی اور ہدایہ اولین وغیرہ پڑھیں مولانا محمد الیاس کی حج سے واپسی کی کچھ مدت بعد مولانا محمد یوسف پھر بستی نظام الدین دہلی پہنچ گئے۔ آگے کی کتابیں مشکوٰۃ، جلالین وغیرہ وہیں پڑھیں ۱۳۵۴ھ

میں دوبارہ مدرسہ مظاہر العلوم میں داخل ہوئے اور صحیح بخاری مولانا عبداللطیفؒ سے صحیح مسلم مولانا منظور احمد صاحب سے سنن ابوداؤد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے اور جامع ترمذی حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمبلپوری (ف ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء) سے پڑھیں۔ مولانا انعام الحسن صاحب مولانا محمد یوسف کے ساتھ ہم سبق تھے ان کا بیان ہے [1]

"ہم دونوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ رات کے ابتدائی آدھے حصہ میں ہم میں سے ایک مطالعہ کرے گا اور دوسرا سوئے گا اور آدھی رات سو جانے پر مطالعہ کرنے والا چائے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اٹھا کر اور اس کے ساتھ چائے پی پلا کر سو جائے گا۔ اور دوسرے کے ذمہ ہوگا کہ فجر کی جماعت کے لئے سونے والے ساتھی کو اٹھائے۔ ایک دن حضرت مولانا مرحوم (مولانا محمد یوسف) شروع رات میں مطالعہ کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اس کے برعکس ترتیب رہتی تھی۔

---

[1] الفرقان لکھنؤ ستمبر ۱۹۶۵ء (مولانا محمد یوسف نمبر) ۸۳۴ - ۸۴

مولانا محمد یوسف کی علالت کی وجہ سے انہیں بستی نظام الدین اولیا (دہلی) آنا پڑا، مولانا انعام الحسن صاحب بھی ہمراہ آگئے اور صحاح اربعہ (بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی) کا بقیہ حصہ اور صحاح ستہ کی باقی دو کتابیں (ابن ماجہ اور نسائی) اور شرح معانی الآثار، طحاوی اور مستدرک حاکم حضرت مولانا محمد الیاس سے ختم کیں۔ ۳ر محرم ۱۳۵۴ھ کو مولانا محمد یوسف صاحب کا نکاح مولانا محمد زکریا صاحب کی صاحبزادی سے ہوا نکاح مولانا حسین احمد مدنی نے پڑھایا [1] اس کے بعد مولانا انعام الحسن کی معیت میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی تحریک پر اپنے والد ماجد مولانا محمد الیاس سے بیعت ہوئے۔

۱۲ر جولائی ۱۹۴۴ء بروز چہارشنبہ کو جب حضرت مولانا الیاس سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے تو مولانا محمد زکریا، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اور مولانا ظفر احمد تھانوی کو مولانا محمد الیاس کا یہ پیغام پہنچا کہ [2]

---

[1] ۲۹ر ستمبر ۱۹۴۷ء ۱۳۶۶ھ کو ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ان سے ایک صاحبزادے مولوی محمد ہارون سلمہ یادگار ہیں تین سال کے بعد مولانا محمد زکریا کی دوسری صاحبزادی کے ساتھ مولانا محمد یوسف کا نکاح ہوا جو اس وقت حیات ہیں ان سے کوئی اولاد نہیں ہے

[2] مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۱۹۲

"مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر اعتبار ہے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرادیں، جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔

(۱) حافظ مقبول حسین (۲) قاری داؤد صاحب (۳) مولوی احتشام الحسن صاحب (۴) مولوی محمد یوسف صاحب (۵) انعام الحسن صاحب (۶) مولوی رضا حسن صاحب

ان حضرات نے آپس میں مشورہ کر کے مولانا مرحوم کی خدمت میں عرض کیا کہ سلہ

"مولوی یوسف صاحب ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے خلافت کے لئے "القول الجمیل" میں جو شرائط لکھی ہیں وہ سب بحمد اللہ ان میں پائی جاتی ہیں، عالم ہیں، متورع ہیں اور علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا نے اپنی رائے کا اظہار یوں فرمایا: "مجھے منظور ہے اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اس میں خیر و برکت فرمائے گا۔ پہلے بڑا کھٹکا ادھر سے اطمینانی تھی۔

سلہ مولانا محمد الیاس اور دینی دعوت ص ۱۲۳

اب بہت اطمینان ہو گیا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ میرے بعد کام چلے گا۔

مستقبل نے بتایا کہ جماعت کا یہ فیصلہ بالکل صحیح تھا۔ تحریک کو یوماً فیوماً ترقی ہوئی، اس کا دائرہ وسیع سے وسیع ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اختلاف رائے رکھنے والوں نے بھی اس کو مانا اور سراہا ہے چنانچہ حسن ثانی ایڈیٹر ماہنامہ منادی لکھتے ہیں، [1]

"مولانا محمد یوسف صاحب بھی آخر اللہ کو پیارے ہو گئے وہ تبلیغی جماعت کے امیر اور روح رواں تھے اور اپنے والد صاحب حضرت مولانا الیاس مرحوم کے بعد انہوں نے تبلیغ کے کام کو اتنی وسعت دی تھی اور اس کو ایسے چار چاند لگائے تھے کہ ہر شخص بے اختیار آفریں کہتا تھا۔۔۔۔ انہوں نے جو لگن سے تبلیغ کا کام کیا اس کے بارے میں شاید دو رائیں نہ ہوں۔ ان دونوں حضرات (مولانا محمد الیاسؒ و مولانا محمد یوسف) نے تبلیغ کے چرچے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیئے خاص کر

---

[1] ماہنامہ منادی" نئی دہلی جلد نمبر ۳۴ شمارہ نمبر ۵ ص ۱۴

مولانا یوسف کے زمانے میں تو کام کو بے حد وسعت ملی"

جناب وحید الدین صاحب ایم اے لکھتے ہیں [1]

"مولانا محمد یوسف . . . . اکیس سال تک برابر اس کام میں لگے رہے اور اس مختصر مدت میں اتنی زبردست کامیابی حاصل کی کہ وہ تحریک جو میوات کے ان پڑھ مسلمانوں کو کلمہ و نماز سکھانے کی تحریک کے نام سے مشہور تھی اس کو پہلے ملکی اور پھر ایک بین الاقوامی تحریک بنا دیا اور ہر طبقہ اور ہر ذہنی سطح کے لوگوں کو اس کثرت سے متاثر کیا کہ ایک بزرگ کے الفاظ میں اس کی نظیر قریب کی پچھلی صدیوں میں تلاش کرنے سے بھی مشکل سے ملے گی۔

اس سلسلہ میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے بھی تاثرات ملاحظہ فرمائیے [2]

"حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال

---

[1] الفرقان ربیع الاول ۱۳۸۶ھ ۴:۲

[2] الفرقان ستمبر ۱۹۶۵ء ۱۲/۳

کے غالباً آٹھ مہینے بعد مراد آباد میں پہلا بڑا تبلیغی اجتماع
ہوا (تقریبا) کے بعد اوقات کا مطالبہ شروع ہوا۔
بہت ہی کم نام آئے۔ لوگوں کی یہ سرد مہری دیکھ
کر مولانا محمد یوسف کو جلال آ گیا۔ ایک دم اٹھ کر
تشریف لائے اور میکروفون میرے ہاتھ سے
لے کر فرمانا شروع کیا، آج تم بجنور، چاند پور اور رامپور
جیسے قریبی مقامات کے لئے صرف تین تین دن
کا وقت دینے کے لئے تیار نہیں ہو رہے ہو۔ ایک
وقت آئے گا جب تم شام جاؤ گے مصر جاؤ گے
عراق جاؤ گے لیکن اس وقت اس کام کا عام
رواج ہو چکا ہوگا۔ اس لئے ثواب گھٹ جائیگا
مولانا کی اس پر جلال دعوت پر چند نام اور آ گئے
لیکن میرا نام اور ظواہر کا اسیر ذہن جو نکہ ماحول
سے اثر لینے کا عادی ہے۔ اس نے مولانا کی شام و
عراق اور مصر جانے والی بات کا مجھ پر کچھ اثر نہیں
پڑا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ جب لوگوں کا یہ حال
ہے کہ وہ چاند پور اور رام پور کے لئے تیار نہیں

ہو رہے ہیں تو اس حالت میں شام و عراق اور مصر جانے
والی بات بہت بے موقع ہے مگر اللہ کی شان
تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولانا کی وہ بات واقعہ
بن کر آنکھوں کے سامنے آگئی اور ان ممالک عربیہ
میں غالباً پہلی جماعت مراد آبادیوں ہی کی گئی"۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے اس تحریک کو بہت عزم دل سوزی اور تڑپ کے ساتھ چلایا ان کے دل میں دین کا درد فکر تھا۔ اللہ پر اعتماد و یقین رکھتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ معارف و حقائق کے فیضان سے مستفیض تھے اس لئے اس تحریک کو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں سلہ

اپنی دعوت کے ساتھ ان کا ایسا شغف وانہماک
تھا جس کی مثال صرف یہ کہ دینی دعوتوں اور تحریکوں
کے میدان میں نظر نہیں آتی بلکہ جہاں تک اس
کوتاہ نظر کی نظر و واقفیت کا تعلق ہے کسی مادی و
سیاسی تحریک کے داعیوں میں بھی وہ استغراق،
خود فراموشی اور وارفتگی اور جذب کی کیفیت

نظر نہیں آئی۔

مولانا محمد یوسف کے زمانے میں تبلیغ کی تحریک قریہ قریہ گاؤں گاؤں، بستی بستی پھیل گئی ۱۹۴۸ء کا ذکر ہے کہ ایک تبلیغی جماعت راقم الحروف کے مولد و منشا قصبہ آنولہ (ضلع بریلی، یوپی) پہنچی چار یا پانچ حضرات پر یہ جماعت مشتمل تھی۔ جن میں اس جماعت کے دو یا تین رکن میواتی بھی تھے۔ قصبہ آنولہ، بدایوں اور بریلی سے اٹھارہ انیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بستی پر ان ہی شہروں کے علماء کا اثر ہے قصبہ میں خال خال حضرات ہیں جو ولی اللہی افکار و خیالات سے متاثر ہوں گے۔ ان حضرات میں مولوی حکیم عبدالغفور مرحوم (وف ۱۴ اگست ۱۹۶۷ء) بھی تھے تبلیغی جماعت کا پہلا اجتماع حکیم صاحب کے محلہ (کٹھیرہ) کی سنہری مسجد میں ہوا حکیم صاحب ہی نے جماعت کا تعارف کرایا پھر جماعت کے اراکین نے تقاریر کیں اور اپنی تحریک پر روشنی ڈالی راقم الحروف اس مجلس میں موجود تھا۔ جماعت کے چلے جانے کے بعد حکیم صاحب مرحوم کی تحریک پر چند حضرات جماعت بنا کر قصبہ کے بعض محلوں میں نکلے اور کلمہ و نماز سنانے اور سننے کا سلسلہ شروع کیا۔ بعض لوگوں نے اس کو پسند کیا۔ مگر اکثر جگہ اس کو ناپسند کیا گیا۔ اور لوگوں نے طعنہ و تشنیع اور مخالف پروپیگنڈا شروع کر دیا

کہ یہ لوگ ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے ہیں اور کلمہ پڑھاتے پھرتے ہیں۔

اس سلسلہ کا ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ میرے محلہ گنج کی مسجد (خلیفہ والی) میں ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حکیم عبدالغفور صاحب مرحوم کی تحریک پر ہر شخص نے کلمہ و نماز کے سننے سنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس موقعہ پر محلہ کے کئی ایسے بزرگ موجود تھے جن کی عمریں ستر سال سے متجاوز تھیں اور وہ صرف باقاعدہ جماعت سے نماز ادا کرتے تھے بلکہ تہجد گزار بھی تھے۔ انہوں نے کلمہ اور نماز سنائی حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی نماز اور کلمہ صحیح نہ تھا میر محلہ حافظ علی بخش مرحوم (ف ۱۹۵۸ء) اس اجتماع میں شریک تھے ان کی "التحیات" غلط نکلی۔ دو تین مرتبہ دہرا کر اس کی تصحیح کی برجستہ کہا کہ۔

"بھئی حکیم صاحب میں تو آپ کا شکر گزار ہوں کہ اس تبلیغی جماعت کی بدولت میری التحیات" درست ہو گئی ورنہ ہم نے تمام عمر نماز غلط ہی پڑھ کھائی یہ وہابی بہرحال کچھ کام تو کر رہے ہیں۔ نماز اور کلمہ درست کرواتے ہیں۔ ان سنیوں کی مجالس و محافل میں تمام عمر گزر گئی میری نماز جیسی تھی ویسی ہی رہی۔"

حافظ صاحب مرحوم کی شرکت اور اس تاثر نے کامیابی کا راستہ کھول دیا۔ خلیفہ والی مسجد میں کئی مہینہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ مسجد کے مستقل نمازیوں کی نماز کلمہ، درود اور دعائیں سب درست ہوگئیں

مولانا محمد یوسف صاحب ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ م ۲، مارچ ۱۹۶۴ء حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ یہ آخری حج تھا۔ اس حج میں ان کے ہمراہ مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث اور تبلیغی کام کرنے والوں کی ایک جماعت ساتھ تھی۔ مکہ معظمہ پہنچ کر صبح و شام حضرت مولانا کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حرم شریف اور اس کے علاوہ بھی مختلف اجتماعات کے موقعہ پر خطاب فرماتے رہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے پر بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

مولانا کی دعوت پر لمبی لمبی مدت کے لئے ۲۶ جماعتیں نکلیں جن میں سے اٹھارہ جماعتیں یورپ وغیرہ کے دور دراز ممالک فرانس مغربی جرمنی، انگلستان وغیرہ کے لئے اور آٹھ جماعتیں ممالک عربیہ کے لئے روانہ ہوئیں۔

اس سفر حج سے واپسی کے موقع پر حضرت مولانا محمد یوسف کراچی تشریف لائے اور وہاں کے تبلیغی مرکز مکی مسجد میں تین دن

قیام رہا اور حسب معمول دعوتی تقریریں اور گفتگو کا سلسلہ جاری رہا
رقم الحروف نے مکی مسجد کی بعض تقاریر میں شرکت کی اور مولانا کی
تقاریر سنیں معلوم ہوتا تھا ایک بحر گراں ہے کہ جس کی وسعتوں کا کوئی
حد و شمار نہیں یا ایک کوہ آتش فشاں ہے کہ جس سے دین کی تڑپ تعلق
باللہ کا جذبہ اور تبلیغ و ذکر کا لاوا اچھل پڑ رہا ہے وہ کیفیت دیکھنے اور
سننے سے تعلق رکھتی تھی. جب تقریر ختم ہو گئی تو چار کے لئے تشریف
لے گئے۔ چار پر بھی وہی موضوع وہی تقریر وہی گفتگو اور وہی انداز
خطاب تھا۔ نماز عصر کے بعد پھر خطاب شروع ہو گیا۔ صحابہ کرام کی
تذکرے۔ ان کی دین کے لئے جد وجہد اور قربانیوں کا ذکر، آخرت
کا خوف اور دنیا کی بے ثباتی کا بیان وغیرہ ان کی تقریروں کا موضوع
رہے میرا یہ تاثر ہے کہ کوئی شخص کیسا ہی دنیا دار کیوں نہ ہو۔ اگر حضرت
مولانا محمد یوسف رح کی تقریر ایک ہفتہ سن لیتا اور ان کے ساتھ
وہ لیتا تو دنیا سے اس کا دل سرد ہو جاتا۔ حضرت مولانا محمد یوسف
کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین بھی کچھ اسی طرح کے ہوں گے۔ صحابہ کرام کا یہی والہانہ
جذبہ دین کی خدمت کے لئے ہو گا۔ اور عالم اسلام میں تبلیغ کیلئے صحابہ
کرام کا یہی وارفتگی کا عالم ہو گا

مولانا کراچی، لائلپور، سرگودھا، ڈھڈیاں (مدفن مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)، راولپنڈی، رائے ونڈ اور لاہور ہوتے ہوئے دہلی تشریف لے گئے۔

مولانا کا آخری سفر پاکستان فروری ۱۹۶۵ء میں ہوا پہلے ڈھاکہ کے اجتماع میں شرکت فرمائی۔ مشرقی پاکستان کے بعد مغربی پاکستان تشریف لائے، کراچی، میرپور خاص، ملتان، کنگن پور، (تل دکوہاٹ) اور راولپنڈی کے اجتماعات میں شرکت فرمائی اور اس کے بعد رائے ونڈ پہنچے۔ رائے ونڈ کے اجتماع کے بعد لاہور تشریف لائے۔ پھر نارووال کے اجتماع میں شرکت کے لئے گئے اس کے بعد گوجرانوالہ پہنچے۔ وہاں جمعہ سے پہلے اور اس کے بعد تقریر فرمائی۔ عصر کے بعد لاہور تشریف لائے۔ کچھ اندرونی تکلیف نارووال ہی سے شروع ہو گئی تھی۔ مگر اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا تین چار روز قیام کے بعد رائے ونڈ تشریف لائے۔ اور وہاں تین دن قیام رہا روزانہ صبح کو خواص سے خطاب ہوتا تھا اور بقیہ اوقات میں کارکنوں کو ہدایات ونصائح فرمائے جاتے۔

جمعرات یکم اپریل کو نماز عصر بلال پارک (لاہور) میں ادا فرمائی۔ تکلیف کی وجہ سے اس روز تقریر کے لئے طبیعت آمادہ

نہ تھی مگر لاہور کے دوستوں نے زور دیا کہ شہر کے لوگ کثیر تعداد میں آئے ہیں اور یہ اس سفر کی آخری تقریر ہوگی۔ کیونکہ کل جمعہ کے بعد روانگی ہوگی۔ مولانا طبیعت کے خلاف ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور سوا گھنٹے تک طویل تقریر فرمائی۔ آواز سے نقاہت اور کمزوری ظاہر ہو رہی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر فرمائی اس کے بعد ایک نکاح پڑھایا۔ مسجد سے نکل کر فرمایا کہ مجھے سنبھالو۔ لوگوں نے سہارا دیا کہ پیر لڑکھڑا گئے اور غشی طاری ہو گئی۔ چارپائی پہ لٹا دیا گیا نبض غائب ہو گئی حکیم احمد حسن صاحب نے زہر مہرہ دیا۔ چار پانچ منٹ تک بے ہوش رہے کرنل ضیاء اللہ صاحب ماہر قلب کو بلایا گیا انھوں نے فرمایا کہ دل کا شدید دورہ پڑا ہے اس سے بچ جانا ایک کرامت ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فوراً ہسپتال میں داخلہ کا مشورہ دیا جس پر عمل نہ ہو سکا۔ رات کو عشاء کی نماز تین بجے ادا فرمائی۔ صبح اٹھے تو طبیعت میں بشاشت تھی صبح کو بعض ضروری ہدایات دیتے رہے اگلے روز کرنل ضیاء اللہ صاحب پھر آئے۔ آپ کو دیکھ کر بہت مطمئن ہوئے اور فرمایا کہ اتنی جلد صحت میں ترقی ہمارے خیال سے باہر کی چیز ہے۔ اب حالت رو باصلاح ہے۔ چار، وغیرہ کی اجازت دے دی گئی اسپتال کے داخلہ کی تجویز منسوخ ہو گئی۔ اور ڈاکٹر اسلم صاحب کی نگرانی طے

ہوئی اور سہارنپور جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا گیا۔ چند روز آرام کرنے کے بعد جانا تجویز ہوا۔

جمعہ کا وقت ہوا تو نماز کے لئے لوگ چلے گئے۔ خطبہ کے ختم ہونے پر صفیں درست ہو رہی تھیں کہ ڈاکٹر اسلم صاحب کو بلایا گیا۔ سانس کی تکلیف شروع ہو چکی تھی۔ اب یہ دوسرا دورہ تھا سب لوگ یہ سمجھے کہ اب یہ وقت آخر ہے۔ فرمایا مجھے نماز پڑھاؤ اور مختصر پڑھاؤ۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز پڑھائی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ دوبارہ حملہ ہوا ہے۔ آکسیجن دینے کے لئے اسپتال لے جانا ضروری ہے اسپتال میں نرسوں کے ہونے کی وجہ سے انکار فرمایا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ ان کے پاس نرسیں نہیں آئیں گی تو جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ سانس کی کھڑکھڑاہٹ شروع ہو گئی تھی اور دعائیں پڑھنی شروع کیں۔ کار میں لے کر اسپتال روانہ ہوئے۔ کار میں مولانا انعام الحسن۔ ڈاکٹر اسلم اور مولوی محمد الیاس صاحب میواتی تھے۔

ریلوے دفتر کتاب کا پل پار کر کے گڑھی شاہو کے چوک کے قریب دریافت فرمایا کہ اسپتال کتنی دور ہے۔ عرض کیا گیا کہ ابھی آدھا فاصلہ باقی ہے۔ آپ نے کلمہ طیبہ پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر زبان بند ہو گئی۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے

سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی کہ وقت موعود آگیا ۱۱ بجے بروز جمعہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ (۲ اپریل ۱۹۶۵ء) کو اس اللہ کے دین کی تبلیغ کرنے والے مبلغ مولانا محمد یوسف نے عالم فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

نعش مبارک بلال پارک لائی گئی۔ ذرا سی دیر میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگوں کا ہجوم ہونا شروع ہوگیا۔ شام ہوتے ہوتے ہزاروں کا مجمع ہوگیا۔ نماز جنازہ مولانا انعام الحسن صاحب نے پڑھائی۔ مولانا انعام الحسن صاحب کی رائے تھی کہ مولانا کو لاہور ہی میں دفن کر دیا جائے۔ مگر بعض لوگوں کے اصرار پر مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سے استفسار کرنے پر جنازہ کو دہلی لے جانا طے ہوا۔ چنانچہ ڈیڑھ پہر رات کو جنازہ لاہور سے روانہ ہو کر ۳ بجے دہلی کے ہوائی اڈے پر اترا۔ اور پھر نظام الدین لے جایا گیا۔ مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپور سے تشریف لائے۔ دہلی میں بھی یہ خبر آناً فاناً میں پھیل گئی۔ اور حضرت شیخ الحدیث کے اقتداء میں نماز جنازہ صبح نو بجے ادا کی گئی اور ایک اندازہ کے مطابق نماز میں تقریباً ۸۰۰۰۰ ہزار آدمی شریک تھے۔ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو ان کے والد ماجد مولانا محمد الیاس کے پہلو

میں دفن کر دیا گیا۔[1]

کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

مولانا محمد یوسف سے دو اہم تصانیف یادگار ہیں۔

(۱) امانی الاحبار مولانا محمد یوسف نے ۱۳۳۵ھ میں جب اپنے والد مولانا محمد الیاسؒ سے امام طحاوی کی مشہور کتاب "معانی الآثار" پڑھنی شروع کی تو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی شرح بھی لکھنے لگے اور اس طرح اختتام کتاب کے ساتھ یہ شرح بھی مکمل ہو گئی۔ یہ کتاب تین جلدوں میں پوری ہوئی ہے جس کی دو جلدیں طبع و شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری جلد ابھی چھپی نہیں ہے پہلی جلد کے شروع میں طحاوی کے اسماء الرجال کی فہرست اور ایک طویل مقدمہ بھی شامل ہے۔

حیات الصحابہ ان کی دوسری معرکہ آرا کتاب حیات الصحابہ ہے جو عربی زبان میں ہے اس کی بھی تین ضخیم جلدیں ہیں اس کو دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب دراصل عہد رسالت اور عہد صحابہ کی ایک مکمل تاریخ ہے حیات الصحابہ

---

[1] یہ حالات خدام الدین، لاہور "حضرت جی نمبر" بہر جون ۱۹۶۵ء سے ماخوذ ہیں۔

کا اردو بھی ترجمہ ہوچکا ہے۔ ترجمہ کے فرائض مولوی محمد عثمان رفاضل دیوبند نے انجام دیئے ہیں۔ اردو ترجمہ کی ابھی تیسری جلد شائع نہیں ہوئی ہے۔ ان مستقل تصانیف کے علاوہ مولانا محمد یوسف صاحب کے مکتوب وتقاریر بھی مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تاریخ وصال حضرت مولانا محمد یوسف رحمت اللہ علیہ

از مولوی انور حسین نفیس الحسینی صاحب نفیس رقم لاہور

اے نور عین حضرت الیاس دہلوی
اے یوسف زمانہ ولے صاحب جمال

اسلام کا نمونہ تری زندگی رہی
لاریب تری ذات تھی روشن ترین مثال

ہر بتکدے میں تری اذاں گونجتی رہی
اللہ نے دیا تجھے نطق ولب بلال

تبلیغ دین حق میں گزاری تمام عمر
اس راستہ میں جان بھی دیدی ہے کمال

وارد ہوا یہ قلب حزیں نفیسؔ پر
راس مبلغان ہے ترا سال انتقال

مولانا محمد یوسف کی دعوت سے پاکستان کھیر لور مستفید ہوا پاکستان میں اس تحریک کے دو مرکز رائے ونڈ اور کراچی (مکی مسجد ہیں) ان دونوں مقامات سے تبلیغ دین کیلئے مختلف دیار وامصار میں جماعتیں جاتیں ہیں مشرق ومغرب میں اسلام کی دعوت پیش کرتی ہیں۔ حج کے موقع پر تبلیغی جماعتیں پہنچتی ہیں اور نہ صرف دین کی تبلیغ ودعوت کی تحریک سے متعارف کراتی ہیں مکہ حجاج کی خدمت بھی کرتی ہیں

کراچی ع ۳۳ محمد ایوب قادری یکم جنوری ۱۹۶۷ء

مکتوبات

حضرت مولانا محمد یوسف رح کے اہم دعوتی مکاتیب
اور ہدایت نامے جو مختلف اوقات میں دینی کام
کرنے والی جماعتوں کو اور اس کام کے ذمہ دار افراد
کو لکھے گئے۔

ذیل میں جو سب سے پہلے مکتوب درج کیا جارہا ہے (یہ مکتوب تبلیغ کے مقصد، اصول، طریق کار، متوقع منافع و برکات اور اس راہ کی ضروری ہدایات پر مشتمل ہے) بہت جامع ہے، یہ مکتوب عمرہ کے لئے حجاز مقدس جانے والی، ایک جماعت کے لئے حضرت مولانا مرحوم نے لکھا تھا جس کا ارادہ حجاز مقدس سے بعض دوسرے ممالک میں جانے کا بھی تھا تاکہ اس کی روشنی میں دوسرے ملکوں میں کام کی بنیاد صحیح پڑے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمین و مکرمین بندہ زادنا اللہ وایاکم جہداً وسعیاً فی سبیلہ والھمنا وایاکم مراشد امورنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خداوند کریم سے امید ہے کہ آپ حضرات بعافیت ہوں گے۔ آپ حضرات کی دینی مساعی کی اطلاعات باعثِ مسرت اور باعثِ تقویت ہوتی ہیں۔ اللہ جل شانہ قبول فرمادیں۔ بارآور فرمادیں، ترقیات عطا فرمادیں۔ صحیح نہج پر آپ حضرات کی حفاظت فرمادیں۔ آمین۔

اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے انسانوں کی تمام کامیابیوں کا دارومدار انسان کے اندرونی مایہ پر رکھا ہے۔ کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کے حال کا نام ہے۔ باہر کی چیزوں کے نقشے کا نام کامیابی وناکامی نہیں عزت و ذلت، آرام و تکلیف، سکون و پریشانی، صحت و بیماری انسان کے

اندر کے حالات کا نام ہے ان حالات کے بننے یا بگڑنے کا باہر کے نقشوں سے تعلق بھی نہیں، اللہ جل شانہ، ملک و مال کے ساتھ انسان کو ذلیل کر کے دکھا دیں اور فقر کے نقشے میں عزت دے کر دکھا دیں۔ انسان کے اندر کی مایہ اس کا یقین اور اس کے اعمال ہیں۔ انسان کے اندر کا یقین اور اندر سے نکلنے والے عمل اگر ٹھیک ہوں گے تو اللہ جل شانہ، اندر کامیابی کی حالت پیدا فرما دیں گے۔ خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی پست ہو۔ اللہ جل شانہ تمام کائنات کے ہر ذرے کے اور ہر فرد کے خالق و مالک ہیں۔ ہر چیز کو اپنی قدرت سے بنایا ہے، سب کچھ ان کے بنانے سے بنا ہے وہ بنانے والے ہیں خود بنے نہیں اور جو بنا ہوا ہے اس سے کچھ بنتا نہیں جو کچھ قدرت سے بنا ہے وہ قدرت کے ماتحت ہے۔ ہر چیز پہ ان کا قبضہ ہے۔ وہ ہی ہر چیز کو استعمال فرماتے ہیں۔ وہ اپنی قدرت سے ان چیزوں کی شکلوں کو بھی بدل سکتے ہیں اور شکلوں کو قائم رکھ کر صفات کو بدل سکتے ہیں۔ لکڑی کو اژدھا بنا سکتے ہیں اور اژدھے کو لکڑی بنا سکتے ہیں اسی طرح ہر شکل پر خواہ ملک کی ہو یا مال کی یا برق کی ہو یا سحاب کی ان کا ہی قبضہ ہے اور وہ ہی تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں سے انسان کو تعمیر نظر آتی ہے۔ وہاں سے تخریب لا کر دکھا دیں اور جہاں سے تخریب نظر آتی ہے وہاں سے تعمیر لا کر دکھا دیں۔ تربیت کا نظام وہی چلاتے ہیں۔ ساری چیزوں کے بغیر ریت پہ ڈال کر پال دیں اور سارے ساز و سامان میں پرورش بگاڑ دیں۔

اللہ جل شانہ، کی ذات عالی سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی قدرت سے براہ راست استفادہ ہو اس کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے طریقے لے کر آئے ہیں۔ جب ان کے طریقے زندگیوں میں آئیں گے تو اللہ جل شانہ، ہر نقشے میں کامیابی دیکر دکھائیں گے، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اپنے یقین اور اپنے جذبے اور اپنے طریقے بدلنے کا مطالبہ ہے۔ صرف یقین کی تبدیلی پر ہی اللہ پاک اس زمین و آسمان سے کئی گنا زیادہ بڑی جنت عطا فرمائیں گے۔ جن چیزوں میں سے یقین نکل کر اللہ کی ذات میں آئے گا۔ ان ساری چیزوں کو اللہ پاک مسخر فرما دیں گے۔ اس یقین کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ایک تو اس یقین کی دعوت دینی ہے۔ اللہ کی بڑائی سمجھانی ہے، ان کی ربوبیت سمجھانی ہے۔ ان کی قدرت سمجھانی ہے۔ انبیاء اور صحابہ کے واقعات سنانے ہیں۔ خود تنہائیوں میں بیٹھ کر سوچنا ہے۔ دل میں اسی یقین کو اتارنا ہے۔ جس کی مجمع میں دعوت دی ہے یہی حق ہے اور پھر رو رو کر دعا مانگنی ہے کہ اے اللہ اس یقین کی حقیقت سے نواز دے۔

اللہ جل شانہ، کی قدرت سے براہ راست فائدے حاصل کرنے کے لئے نماز کا عمل دیا گیا ہے۔ سر سے لے کر پیر تک اللہ کی رضا والے مخصوص طریقے پر پابندیوں کے ساتھ اپنے کو استعمال کرو۔ آنکھوں کا، کانوں کا، ہاتھوں کا، زبان کا، پیروں کا استعمال ٹھیک ہو۔ دل میں اللہ کا دھیان ہو، اللہ کا

خوف ہو۔ یقین ہو کہ نماز میں اللہ کے حکم کے مطابق میرا ہر استعمال تکبیر و تسبیح، رکوع و سجدہ ساری کائنات سے زیادہ انعامات دلانے والا ہے۔ اسی یقین کے ساتھ نماز پڑھ کر ہاتھ پھیلا کر مانگا جائے تو اللہ جل شانہٗ اپنی قدرت سے ہر ضرورت پوری کریں گے۔ ایسی نماز پر اللہ پاک گناہوں کو معاف بھی فرمادیں گے۔ رزق میں برکت بھی دیں گے۔ طاعت کی توفیق بھی ملے گی۔ ایسی نماز سیکھنے کے لئے دوسروں کو خشوع و خضوع والی نماز کی ترغیب و دعوت دی جائے۔ اس پر آخرت اور دنیا کے نفعے سمجھائے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کی نماز کو سنانا۔ خود اپنی نماز کو اچھا کرنے کی مشق کرنا۔ اہتمام سے وضو کرنا۔ دھیان جمانا، قیام میں، قعدہ میں، رکوع میں، سجدے میں بھی دھیان کم از کم تین مرتبہ جمایا جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ نماز کے بعد سوچا جائے کہ اللہ کی شان کے مطابق نماز نہ ہوئی۔ اس پر رونا اور کہنا کہ اے اللہ ہماری نماز میں حقیقت پیدا فرما۔

علم سے مراد یہ ہے کہ ہم میں تحقیق کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ میرے اللہ مجھ سے اس حال میں کیا چاہتے ہیں اور پھر اللہ کے دھیان کے ساتھ اپنے آپ کو اس عمل میں لگا دینا یہ ذکر ہے، جو آدمی دین سیکھنے کے لئے سفر کرتا ہے اس کا یہ سفر عبادت میں لکھا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے چلنے والوں کے پیروں کے نیچے ستر ہزار فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ زمین و آسمان

کی ساری مخلوق ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے۔ شیطان پر ایک عالم ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ دوسروں میں علم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ فضائل سنائے جائیں۔ خود تعلیم کے حلقوں میں بیٹھا جائے۔ علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے اور رو رو کر مانگا جائے کہ اللہ جل شانہٗ علم کی حقیقت عطا فرمادیں ہر عمل میں اللہ جل شانہٗ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ جو آدمی اللہ جل شانہٗ کو یاد کرتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کو یاد فرماتے ہیں جب تک آدمی کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں اللہ جل شانہٗ اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اللہ پاک اپنی محبت و معرفت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کا ذکر شیطان سے حفاظت کا قلعہ ہے۔ خود اللہ جل شانہٗ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے دوسروں کو اللہ کے ذکر پر آمادہ کرنا۔ ترغیب دینا، خود دھیان جما کر کہ میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ ذکر کرنا اور رو رو کر دعا مانگنا کہ اے اللہ مجھے ذکر کی حقیقت عطا فرما۔

ہر مسلمان کا بحیثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کے اکرام بھی کرنا ہے، ہر امتی کے آگے بچھ جانا۔ ہر شخص کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا جو آدمی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ جل شانہٗ، اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے جب تک آدمی اپنے مسلمان بھائی

کے کام میں لگا رہتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کے کام میں لگے رہتے ہیں جو اپنے حق کو معاف کردے گا۔ اللہ جل شانہٗ اس کو جنت کے بیچ میں محل عطا فرمائیں گے۔ جو اللہ کے لئے دوسروں کے آگے تذلّل اختیار کرے گا اللہ جل شانہٗ اس کو رفعت و بلندی عطا فرمائیں گے۔ اس کے لئے دوسروں میں ترغیب کے ذریعہ اکرام مسلم کا شوق پیدا کرنا ہے۔ مسلمان کی قیمت بتانی ہے حضور اکرم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق، ہمدردی اور ایثار کے واقعات سنانے ہیں۔ خود اس کی مشق کرنی ہے اور رو رو کر اللہ جل شانہٗ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی توفیق مانگنی ہے۔

ہر عمل میں اللہ جل شانہٗ کی رضا کا جذبہ ہو، کسی عمل سے دنیا کی طلب یا اپنی حیثیت بنانا مقصود نہ ہو۔ اللہ کی رضا کے جذبے سے تھوڑا سا عمل بھی بہت انعامات دلوائے گا اور اس کے بغیر بہت بڑے بڑے عمل بھی گرفت کا سبب بنیں گے۔ اپنی نیت کو درست کرنے کے لئے دوسروں میں دعوت کے ذریعہ تصحیح نیت کا فکر و شوق پیدا کیا جائے۔ اپنے آپ پر عمل سے پہلے اور ہر عمل کے دوران نیت کو درست کرنے کی مشق کی جائے۔ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ عمل کر رہا ہوں' اور عمل کی تکمیل پر اپنی نیت کو ناقص قرار دے کر توبہ و استغفار کی جائے اور رو رو کر اللہ جل شانہٗ سے اخلاص مانگا جائے۔

آج امت میں کسی حد تک انفرادی اعمال کا رواج ہے گو ان کی حقیقت شکلی ہوئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے طفیل پوری امت کو دعوت والی محنت ملی تھی اس کے بندوں کا تعلق اللہ جل شانہٗ سے قائم ہو جائے اس کے لئے انبیاء علیہم السلام والے طرز پر اپنی جان و مال کو جھونک دینا اور جن میں محنت کر رہے ہیں ان سے کسی چیز کا طالب نہ بننا اس کے لئے ہجرت بھی کرنا اور نصرت بھی کرنا۔ جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے۔ آسمان والا ان پر رحم کرتا ہے جو دوسروں کا تعلق اللہ جل شانہٗ سے جوڑنے کے لئے ایمان و عمل صالح کی محنت کریں گے اللہ جل شانہٗ ان کو سب سے پہلے ایمان و عمل صالح کی حقیقتوں سے نواز کر اپنا تعلق عطا فرمائیں گے، اس راستے میں ایک صبح یا ایک شام کا نکلنا پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے (باعتبار اعمال کے بھی اور باعتبار چیزوں کے بھی) اس سب سے بہتر ہے۔ اس راستے میں ہر مال کے خرچ اور ہر اللہ کے ذکر و تسبیح اور ہر نماز کا ثواب ۷ لاکھ گنا ہو جاتا ہے۔ اس راستے میں محنت کرنے والوں کی دعائیں بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی طرح قبول ہوتی ہیں۔ یعنی جس طرح ان کی دعاؤں پر اللہ جل شانہٗ نے ظواہر کے خلاف اپنی قدرت کو استعمال فرما کر ان کو کامیاب فرمایا اور باطل خاکوں کو توڑ دیا اسی طرح اس محنت کے کرنے والوں کی دعاؤں پر اللہ جل شانہٗ ظواہر کے خلاف اپنی قدرت کے

مظاہرے فرمائیں گے اور اگر عالمی بنیاد پر محنت کی گئی تو تمام اہل عالم کے قلوب میں ان کی محنت کے اثر سے تبدیلیاں لائیں گے۔ دین کے دوسرے اعمال کی طرح ہمیں یہ محنت بھی کرنی نہیں آتی۔ دوسروں کو اس محنت کے لئے آمادہ کرنا ہے اس کی اہمیت اور قیمت بتانی ہے، انبیاء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات سنانے ہیں، خود اپنے آپ کو قربانی کی شکلوں اور ہجرت ونصرت والے اعمال میں لگانا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلے ہیں، نکاح کے وقت اور رخصتی کے وقت، گھر میں ولادت کے موقع پر اور وفات کے موقعہ پر، سردی میں، گرمی میں، بھوک میں، فاقے میں، صحت میں، بیماری میں، قوت میں، ضعف میں، جوانی میں، بڑھاپے میں بھی نکلے ہیں اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے مانگنا ہے کہ ہمیں اس عالی محنت کیلئے قبول فرمالے۔

ان چیزوں سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ہر شخص سے خواہ کسی شعبہ سے متعلق ہو چار ماہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اپنے مشاغل ساز وسامان اور گھر بار سے نکل کر ان چیزوں کی دعوت دیتے ہوئے اور خود مشق کرتے ہوئے ملک بہ ملک، اقلیم بہ اقلیم قوم بہ قوم قریہ بہ قریہ پھریں گے۔ حضور اقدس صلعم نے ہر امتی کو مسجد والا بنایا تھا۔ مسجد کے کچھ مخصوص اعمال دیئے تھے۔ ان اعمال سے مسلمانوں کا زندگی میں امتیاز تھا، مسجد میں اللہ کی بڑائی کی، ایمان کی اور آخرت کی باتیں ہوتی تھیں۔ ایمان وعمل صالح کی دعوت کے لئے ملکوں اور علاقوں میں جانے

کی تشکیلیں بھی مسجد سے ہی ہوتی تھیں۔ اللہ کے ذکر کی مجلسیں مسجدوں میں ہوتی تھیں۔ یہاں تعاون ایثار ہمدردیوں کے اعمال ہوتے تھے۔ ہر شخص حاکم محکوم، مالدار، غریب، تاجر، زارع، مزدور، مسجد میں آکر زندگی سیکھتا تھا اور باہر جاکر اپنے اپنے شعبہ میں مسجد والے تاثر سے چلتا تھا آج ہم دھوکے میں پڑ گئے کہ ہمارے پیسے سے مسجد چلتی ہے۔ مسجدیں اعمال سے خالی ہو گئیں اور چیزوں سے بھر گئیں حضور صلعم نے مسجد کو بازار والوں کے تابع نہیں کیا۔ حضور صلعم کی مسجد میں نہ بجلی تھی نہ پانی تھا، نہ غسل خانے تھے، خرچ کی کوئی شکل نہ تھی۔ مسجد میں آکر داعی بنتا تھا۔ معلم اور متعلم بنتا تھا۔ ذاکر بنتا تھا، نمازی بنتا تھا۔ مطیع بنتا تھا۔ متقی زاہد بنتا تھا۔ خلیق بنتا تھا، باہر جاکر ٹھیک زندگی گزارتا تھا۔ مسجد بازار والوں کو چلاتی تھی، ان چار ماہ میں ہر جگہ جاکر مسجدوں میں ہر امتی کو لانے کی مشق کریں مسجد والے اعمال کو سیکھتے ہوئے دوسروں کو یہ محنت سیکھنے کے لئے تین چلوں کے واسطے آمادہ کریں۔

واپس اپنے مقام پر آکر اپنی بستی کی مسجد میں ان اعمال کو زندہ کرنا ہے، ہفتہ میں دو مرتبہ گشت کے ذریعہ بستی والوں کو جمع کرکے ان ہی چیزوں کی طرف متوجہ کرنا اور مشق کے لئے فی گھر ایک نفر تین چلوں کے لئے باہر نکلنا ہے ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں اور دوسرا گشت دوسری مسجد کے ماحول میں کریں۔ ہر مسجد میں مقامی جماعت بھی بنائیں۔ ہر مسجد کے احباب روزانہ

فضائل کی تعلیم کریں۔ اپنے شہر یا بستی کے قریب دیہات میں کام کی فضا بنے اس کے لئے ہر مسجد سے تین یوم کے لئے جماعتیں پانچ کوس کے علاقے میں جائیں، ہر دوست مہینے میں تین یوم پابندی سے لگائے۔ "اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا" کے مصداق تین دن پر حکماً تیس دن کا ثواب ملے گا۔ پورے سال ہر مہینے تین دن لگائے تو سارا سال اللہ کی راہ میں شمار ہو گا۔ اندرونِ ملک کے تقاضے پورے ہوتے رہیں اور اپنی مشق قائم رہے اور جاری رہے اس کے لئے ہر سال اہتمام سے چلہ لگایا جائے عمر میں کم از کم تین چلے، سال میں چلہ، مہینے میں تین یوم ہفتہ میں دو گشت، روزانہ تعلیم، تسبیحات، تلاوت یہ کم سے کم نصاب ہے کہ ہماری زندگی دین والی بنتی رہے، اگر ہم یوں چاہیں کہ ہم سبب بنیں اجتماعی طور پر پوری انسانیت کی زندگی کے صحیح رُخ پر آنے اور باطل کے ٹوٹنے کا تو اس کے لئے اس نصاب سے بھی آگے بڑھنا ہو گا۔ ہمارے وقت اور ہماری آمدنی کا نصف اللہ کی راہ میں لگے اور نصف کاروبار اور گھر کے مسائل میں یا کم از کم یہ کہ ایک تہائی وقت و آمدنی اللہ کی راہ میں اور دو تہائی اپنے مشاغل میں۔ یعنی ہر سال چار ماہ کی ترتیب بیٹھائی جائے۔

آپ حضرات عمر میں کم از کم تین چلّوں کی دعوت خوب جم کر دیں، اس میں بالکل نہ گھبرائیں اس کے بغیر زندگیوں کے رُخ نہ بدلیں گے۔ جن احباب نے خود بھی تین چلے نہ دیئے ہوں وہ بھی اس نیت سے خوب جم کر دعوت دیں

کہ اللہ جل شانہ، اس کے لئے ہمیں قبول فرمالے۔

گشت کا عمل اس کام میں ریڑھ کی ہڈی کی سی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر یہ عمل صحیح ہوگا قبول ہوگا، دعوت قبول ہوگی۔ دعا قبول ہوگی۔ ہدایت آئیگی اور گشت قبول نہ ہوا تو دعوت قبول نہ ہوگی۔ دعوت قبول نہ ہوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ دعا قبول نہ ہوئی ہدایت نہیں آئے گی۔

گشت کا موضوع یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر زندگی گذارنے میں رکھا ہے۔ ان کے طریقے ہماری زندگیوں میں آجائیں اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ اس محنت پر بستی والوں کو آمادہ کرنے کے لئے گشت کے لئے مسجد میں جمع کرنا ہے۔ نماز کے بعد اعلان کرکے لوگوں کو روکا جائے، اعلان کوئی بستی کا باا‌ثر آدمی یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب ہے، وہ ہم کو کہیں تو ہمارے ساتھی کردیں۔ پھر گشت کی اہمیت ضرورت اور قیمت بتائی جائے اس کے لئے آمادہ کیا جائے، جو تیار ہوں ان کو اچھی طرح آداب سمجھائیں۔ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلنا ہے۔ نگاہیں نیچی ہوں۔ ہمارے تمام مسائل کا تعلق اللہ جل شانہ کی ذات سے ہے، ان بازار میں پھیلی ہوئی چیزوں سے کسی مسئلے کا تعلق نہیں۔ چیزوں پر نگاہ نہ پڑے، دھیان نہ جائے۔ اگر نگاہ پڑ جائے تو مٹی کے ڈھیلے معلوم ہوں۔ ہمارا دل اگر ان چیزوں کی طرف پھر گیا تو پھر ہم

جن کے پاس جا رہے ہیں ان کا دل ان چیزوں سے اللہ کی طرف کیسے پھرے گا۔ قبر کا داخلہ سامنے ہو۔ اسی زمین کے نیچے جانا ہے۔ مل جل کر چلیں۔ ایک آدمی بات کرے۔ کامیاب ہے وہ بات کرنے والا جو مختصر بات کر کے آدمی کو مسجد میں بھیج دے۔ "بھائی ہم مسلمان ہیں۔ ہم نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے۔ ہمارا یقین ہے اللہ پالنے والے ہیں۔ نفع و نقصان۔ عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر ہم اللہ کے حکم پر حضرت محمدؐ کے طریقے پر زندگی گزاریں گے اللہ راضی ہو کر ہماری زندگی بنا دیں گے۔ ہم سب کی زندگی اللہ جل شانہٗ کے حکم کے مطابق حضرت محمدؐ کے طریقے پر آجائے اس کے لئے بھائی مسجد میں کچھ فکر کی بات ہو رہی ہے۔

نماز پڑھ چکے ہوں تو بھی اٹھا کر مسجد میں بھیج دیں ضرورت ہو تو آگے نماز کو بھی مسجد میں فوری جانے کا عنوان بنا لیں۔ اللہ کا سب سے بڑا حکم نماز ہے نماز پڑھیں گے اللہ روزی میں برکت دیں گے، گناہوں کو معاف کر دیں گے۔ دعاؤں کو قبول فرمالیں گے۔ بشارتیں سنائی جائیں وعیدیں نہیں۔ نماز کا وقت جا رہا ہے مسجد میں چلیئے۔

امیر کی اطاعت کرنی ہے۔ واپسی میں استغفار کرتے ہوئے آنا ہے۔ اب آداب کا مذاکرہ کرنے کے بعد دعا مانگ کر چل دیں۔ گشت میں دس

آدمی جائیں۔ مسجد کے قریب مکانات پر گشت کرلیں، مکانات نہ ہوں تو بازار میں کرلیں۔ جماعت میں زیادہ آدمی ایسے ہوں جو گشت میں اصولوں کی پابندی کرلیں۔ مسجد میں دو تین آدمی چھوڑ دیں نئے آدمی زیادہ تیار ہو جائیں تو ان کو بھی سمجھا کر مسجد میں مشغول کر دیں۔ نئے آدمی تین چار ساتھ ہوں۔ مسجد میں ایک ساتھی، اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر و دعا میں مشغول رہے۔ ایک آنے والوں کا استقبال کرے۔ ضرورت ہو تو وضو کروا کر نماز پڑھوادے اور ایک ساتھی آنے والوں کو نماز تک مشغول رکھے۔ اپنی زندگی کا مقصد سمجھائے۔ پونے گھنٹے گشت ہو۔ نماز سے سات آٹھ منٹ پہلے گشت ختم کر دیں۔ سب تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز میں شریک ہوں۔ جس ساتھی کے بارے میں مشورہ ہو چلے وہ دعوت دے۔ یہ سمجھائے کہ اللہ جل شانہٗ کی ذات عالی سے تعلق قائم ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا نفع ہوگا۔ اور اگر اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم نہ ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا نقصان ہوگا۔ جیسے اس خطے کے شروع میں چھ نمبروں کا تذکرہ کیا ہے اس طرز پر ہر نمبر کا مقصد اس کا نفع اور قیمت اور حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جائے۔ سادے انداز میں بیان ہو۔ اس سے انشاء اللہ مجمع کی سمجھ میں کام آئے گا اور اس کی ضرورت بھی محسوس کریگا اور سمجھے گا کہ ہم بھی سیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے ساتھی بھی دعوت میں اہتمام

سے جم کر بیٹھیں۔ متوجہ ہو کر محتاج بن کر سنیں جو بات کہہ رہا ہے ہم اپنے دل میں کہیں کہ حق ہے اس سے دل میں ایمان کی لہریں اٹھیں گی اور عمل کا جذبہ بنے گا۔ تین چلوں کی بات جم کر رکھی جائے نقد نام لئے جائیں اس کے بعد چلوں کے لئے وقت لکھوائے جائیں اور پھر جو جس وقت کے لئے تیار ہو اس کو قبول کر لیا جائے۔ مطالبہ اور تشکیل کے وقت محنت ساری دعوت کا مغز بنتا ہے۔ اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی اور قربانی وجود میں نہ آئے گی تو کام کی جان نکل جائے گی۔ دعوت دینے والا ہی مطالبہ کرے۔ ایک آدمی کھڑے ہو کر نام لکھے۔ نام لکھنے والا مستقل تقریر شروع نہ کرے، ایک دو جملے ترغیبی کہہ سکتا ہے۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کو کہا جائے فکر کے ساتھ اپنے قریب بیٹھنے والوں کو تیار کریں۔ اعذار کا دل جوئی اور ترغیب کے ساتھ حل بتائیں۔ نبیوں اور صحابہ کی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارے کریں اور پھر آمادہ کریں۔ آخر میں مقامی جماعت بنا کر ان کے ہفتے کے دو گشت روزانہ تعلیم، تسبیحات، مہینے کے تین یوم وغیرہ کا نظم طے کرائیں۔

دعوت میں انبیاءؑ اور صحابہؓ کے ساتھ اللہ جل شانہٗ نے جو مددیں فرمائی ہیں وہ تو بیان کی جائیں اور جو ہمارے ساتھ مددیں ہوئیں ان کو بیان نہ کیا جائے۔ دعوت میں فضاء حاضرہ کی باتیں نہ کی جائیں۔ امت میں جو ایمانی،

عملی، اخلاقی کمزوریاں آچکیں ان کے تذکرے سے بہتر ہے کہ اصلی خوبیوں کی کی طرف یعنی جو بات پیدا ہونی چاہیئے اس کی طرف متوجہ کریں۔

تعلیم میں دھیان، عظمت، محبت، ادب اور توجہ کے ساتھ بیٹھنے کی مشق کی جائے۔ سہارا نہ لگایا جائے۔ باوضو بیٹھنے کی کوشش ہو۔ طبیعت کے بہانوں کی وجہ سے تعلیم کے دوران نہ اٹھا یا جائے، باتیں نہ کی جائیں اگر اس طرح بیٹھیں گے تو فرشتے اس مجلس کو ڈھانک لیں گے۔ اہل مجلس میں طاعت کا مادہ پیدا ہوگا۔ عظمت کی مشق سے حدیث پاک کا وہ نور دل میں آئے گا جس پر عمل کی ہدایت ملتی ہے۔ بیٹھتے ہی آداب اور مقصد کی طرف متوجہ کیا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر دین کی طلب پیدا ہو جائے۔ فضائل قرآن مجید پڑھ کر تھوڑی دیر کلام پاک کی ان صورتوں کی تجوید کی مشق کی جائے جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ التحیات، دعائے قنوت وغیرہ کا مذاکرہ و تصحیح اجتماعی تعلیم میں نہ ہو۔ انفرادی سیکھنے سکھانے میں ان کی تصحیح کریں۔ اللہ پاک توفیق دیں تو ہر کتاب میں سے تین چار صفحے پڑھے جائیں تعلیم میں اپنی طرف سے تقریر نہ ہو۔ حدیث شریف پڑھنے کے بعد دو تین جملے ایسے کہہ دیئے جائیں کہ اس عمل کا جذبہ و شوق ابھر آئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی تالیف فرمودہ فضائل قرآن مجید، فضائل نماز، فضائل تبلیغ فضائل ذکر، فضائل صدقات حصہ اول دوم، فضائل رمضان، فضائل حج

(ایامِ حج ور رمضان میں) اور مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی دام مجدہ کی (مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج) صرف یہ کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے اور تنہائیوں میں بیٹھ کر بھی ان کو پڑھنا ہے۔ کتابوں کے بعد چھ نمبروں کا مذاکرہ ہو۔ ساتھیوں سے نمبر بیان کرائے جائیں۔ جب تعلیم شروع کی جائے تو اپنے میں سے دو ساتھیوں کو تعلیم کے گشت کے لئے بھیج دیا جائے۔ پندرہ بیس منٹ بعد وہ آجائیں تو دوسرے دو ساتھی چلے جائیں۔ اس طرح بستی والوں کو تعلیم میں شریک کرنے کی کوشش ہوتی رہے۔ باہر نکلنے کے زمانے میں روزانہ صبح اور بعد ظہر دونوں وقت تعلیم دو تین گھنٹے کی جائے اور اپنے مقام پر روزانہ اسی ترتیب سے ایک گھنٹے تعلیم ہو یا ابتداً جتنی دیر احباب جڑ سکیں۔ کام کے تقاضوں کو سوچنے ان کی ترتیب قائم کرنے، ان تقاضوں کو پورا کرنے کی شکلیں بنانے میں اور جو احباب اوقات فارغ کریں ان کی مناسب تشکیل میں اور جو مسائل ہوں احباب کو مشورہ میں جوڑا جائے۔ اللہ جل شانہ کے دھیان اور فکر کے ساتھ دعائیں مانگ کر مشورہ میں بیٹھیں۔ مشورہ میں اپنی رائے پر اصرار اور عمل کرانے کا جذبہ نہ ہو اس سے اللہ کی مدد یں ہٹ جاتی ہیں۔ جب رائے طلب کی جائے امانت سمجھ کر جو بات اپنے دل میں ہو کہہ دی جائے۔ رائے رکھنے میں نرمی ہو کسی ساتھی کی رائے سے تقابل کا طرز نہ ہو۔ میری رائے میں میرے نفس کے

شرور شامل ہیں یہ دل کے اندر خیال ہو۔ اگر فیصلہ کسی دوسرے رائے پر ہو گیا تو اس کی خوشی ہو کہ میرے شرور سے حفاظت ہو گئی اور اگر اپنی رائے پر فیصلہ ہو جائے تو خوف ہو اور زیادہ دعائیں مانگی جائیں۔ ہمارے ہاں فیصلے کی بنیاد کثرت رائے نہیں ہے، اور ہر معاملہ میں ہر ایک سے رائے لینا بھی ضروری نہیں ہے۔ دلجوئی سب کی ضروری ہے۔ امیر کو اس بات کا یقین ہو کہ ان احباب کے فکر اور مل کر بیٹھنے کی برکت سے اللہ جل شانہٗ صحیح بات کھول دیں گے، امیر آپ کو مشورہ کا محتاج سمجھے رائے لینے کے بعد غور و فکر سے جو مناسب سمجھ میں آتا ہو وہ کہہ دے بات اس طرح رکھے کہ کسی کی رائے کا استخفاف نہو۔ اگر طبیعتیں مختلف ہوں تو اس بات پر شوق و رغبت کے ساتھ آمادہ کر لے، اور ساتھی امیر کی بات پر ایسے شوق سے چلیں جیسے کہ ان کی ہی رائے طے پائی ہے اسی میں تربیت ہے اگر اس کے بعد عملاً ایسی شکل نظر آئے کہ ہماری رائے زیادہ مناسب تھی پھر بھی ہر گز طعنہ نہ دیا جائے اشارہ کنایہ بھی نہ کیا جائے۔ اسی میں خیر کا یقین کیا جائے، جو امیروں کو طعنہ دے اس کے لئے سخت وعید آئی ہے

جب محلوں کی مساجد میں ہفتوں کی دو گشتوں کے ذریعہ فی گھر ایک آدمی تین چلے کے لئے نکلنے کی آواز لگ رہی ہو گی، تعلیموں اور تسبیحات پر احباب جڑ رہے ہوں گے، ہر مسجد سے تین دن کے لئے جماعتیں نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہوں گی تو شب جمعہ کا اجتماع صحیح نہج پر ہو گا اور کام کے بڑھنے کی صورتیں بنیں گی

جمعرات کو عصر کے وقت سے محلوں کی مساجد کے احباب اپنی اپنی جماعتوں کی صورت میں بستر اور کھانا ساتھ لے کر اجتماع کی جگہ پر پہنچیں۔ مشورے سے ایسے احباب سے عموماً دعوت دلوائی جائے جو محنت کے میدان میں ہوں اور جن کی طبیعت پر کام کے تقاضے غالب ہوں بہت ہی فکر و اہتمام سے تشکیلیں کی جائیں۔ اگر اوقات وصول نہ ہوں تو رات کو بھی محنت کی جائے رو رو کر مانگا جائے، صبح کو جماعتوں کی تشکیل کر کے ہدایات دیکر روانہ کیا جائے۔ تین دن کی محلوں سے تیار ہو کر آئی ہوئی جماعتیں عموماً سات آٹھ میل تک بھیجی جائیں۔ ہر شب جمعہ سے تین چلوں اور چلوں کی جماعتوں کے نکلنے کا رخ پڑنا چاہیئے اگر شب جمعہ میں خدانخواستہ سب تقاضے پورے نہ ہو سکے تو سارے ہفتے اپنے محلوں میں پھر اس کے لئے کوشش کی جائے اور آئندہ شب جمعہ میں محلوں سے تقاضوں کے لئے لوگوں کو تیار کر کے لایا جائے۔

بھائی دوستو یہ کام بہت نازک ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محنت فرمائی۔ اس محنت سے سارے انسانوں کی ساری زندگی کے کمانے، کھانے، بیاہ شادی میں ملاقات، عبادات معاملات وغیرہ کے طریقوں میں مکمل تبدیلیاں آئیں تو آپؐ نے خود اس محنت کے کتنے طریقے بتلائے ہونگے ہمیں ابھی یہ کام کرنا نہیں آتا اور نہ ابھی حقیقی کام شروع ہوا ہے۔ کام اس دن شروع ہوگا، جب ایمان و یقین، اللہ کی محبت، اللہ کے دھیان

آخرت کی فکر، اللہ کے خوف وخشیت، زہد وتقویٰ سے بھرے ہوئے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی اخلاق سے مزین ہو کر اللہ کی رضا کے جذبے سے مخمور ہو کر اللہ کی راہ میں جان دینے کے شوق سے کھنچے کھنچے پھریں گے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں" اللہ رحم کرے خالدؓ پر اس کے دل کی تمنا صرف یہ تھی کہ حق اور حق والے چمک جائیں اور باطل اور باطل والے مٹ جائیں اور کوئی تمنا ہی نہ تھی"۔ ابھی جو ہم کو کام کی برکتیں نظر آرہی ہیں وہ کام شروع ہونے سے پہلے کی برکتیں ہیں۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت سے ہی برکتوں کا ظہور شروع ہوا تھا لیکن اصل کام اور اصل برکتیں چالیس سال بعد شروع ہوئیں۔ ابھی تو اس کے لئے محنت ہو رہی ہے کہ کام کرنے والے تیار ہو جائیں۔ اللہ جل شانہ، کام ان سے لیں گے اور ہدایت پھیلنے کا ذریعہ ان کو بنائیں گے ان کی زندگی اپنی دعوت کے مطابق بدلے گی۔ جن کی زندگیوں میں تبدیلی نہ آئیگی اللہ جل شانہ، ان سے اپنے دین کا کام نہ لیں گے۔ یہ نبیوں والا کام ہے۔

اس کام میں اگر اپنے آپ کو اصول سیکھنے کا محتاج نہ سمجھا گیا اور اصولوں کے مطابق کام نہ ہوا تو سخت فتنوں کا خطرہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب باہر ملکوں میں کام شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے تمام صحابہ کو تین دن تک ترغیب دی اور پھر فرمایا کہ جس طرز پر یہاں کام ہوا ہے بالکل اسی طرز پر باہر جاکر بھی کرے اس کام کی نوعیت یہی ہے۔ مقام زبان معاشرت موسم وغیرہ

دائے اعتبار سے اس کام کے اصول نہیں بدلتے اس کام کی نہج اور اصولوں کو سیکھنے اور ان پر قائم رہنے کے لئے اس فضا میں آنا اور بار بار آتے رہنا انتہائی ضروری ہے جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جان کھپائی تھی اور ان کے ساتھ اختلاط بھی بہت ضروری ہے جو اس جدوجہد میں حضرتؒ کے ساتھ تھے اور جب سے اب تک اس فضا میں اور کام میں مسلسل لگے ہوئے ہیں اس کے بغیر کام کا اپنے نہج اور اصولوں پر قائم رہنا بظاہر ممکن نہیں۔ اس لئے اپنے کام کرنے والے احباب کو ایسی فضا میں اہتمام سے نوبت بہ نوبت بھیجتے رہیں۔

تمام انبیاء علیہم اپنے اپنے زمانے میں کسی نہ کسی نقشے کے مقابلہ پر آئے اور بتایا کہ کامیابی کا اس نقشے سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ کامیابی کا تعلق براہ راست اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے ہے۔ اگر عمل ٹھیک ہوں گے اللہ جل شانہ چھوٹے نقشے میں بھی کامیاب کر دیں گے اور عمل خراب ہوں گے اور جل شانہ بڑے سے بڑے نقشے کو توڑ کر ناکام کر کے دکھا دیں گے۔ کامیاب ہونے کے لئے اس نقشے میں عمل ٹھیک کرو۔ ہر نبی نے اپنے رائج الوقت نقشے کے مقابلہ پر محنت کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اکثریت، حکومت، مال، عزت اور صنعت کے نقشوں کے مقابلہ پر تشریف لائے۔ آپ کی محنت ان نقشوں سے نہیں چلی۔ آپ کی محنت مجاہدوں اور قربانیوں سے چلی ہے۔ باطل تعیش کے نقشے سے پھیلتا ہے تو حق تکلیفیں اٹھانے سے پھیلتا ہے، باطل ملک و مال سے چمکتا ہے تو حق فقر و غربت کی مشقتوں میں چمکتا ہے جتنے فتنے ملک و مال

اور تعیش کی بنیاد پر لائے جا رہے ہیں۔ ان کا توڑ حق کے لئے فقر و غربت اور تکالیف برداشت کرنے میں ہے۔ اب اس کام کے ذریعہ امت میں مجاہدہ اور قربانی کی استعداد پیدا کرنی ہے۔ اس کام کے لئے بہت بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس کو نقشوں پر منحصر کر دیا جائے۔ اس سے کام کی جان نکل جائے گی اس کام کی حفاظت اس میں ہے کہ کام کرنے والے اس کام کے لئے تمام میسر نقشوں کو بھی قربان کرتے ہوئے مجاہدے والی شکلوں کو قائم رکھیں اور کسی صورت میں مجاہدے والی شکلوں کو ختم نہ ہونے دیں۔ غریبوں میں اپنی محنت کو بڑھایا جائے۔ پیدل جماعتیں چلائی جائیں۔ لوگ آئیں گے کہ یہ ہمارا پیسہ دین کے کام میں خرچ کر لیجئے، پھر نقشہ کی قربانی دینی ہوگی۔ کہہ دیجئے کہ جناب یہاں اس کام میں خرچ کرنے کا صحیح اور پاک طریقہ و جذبہ سکھایا جاتا ہے پھر محل تلاش کر کے خود خرچ کر دیجئے گا۔ یہاں تو طریقہ سیکھ لیجئے۔

اس کام کی تعمیم کے لئے رواجی طریقوں اخبار اشتہار پریس وغیرہ اور رواجی الفاظ سے بھی پورے پرہیز کی ضرورت ہے۔ یہ کام سارا غیر رواجی ہے۔ رواجی طریقوں سے رواج کو تقویت پہنچے گی اس کام کو نہیں۔

اصل کام کی شکلیں دعوت، گشت تعلیم، تشکیل وغیرہ ہیں۔ مشوروں کی ضرورت ہو۔ مناسب دوستوں کو الگ کر کے مشورہ کر لیا جائے ایسا نہ ہو کہ مشورہ کرنے والوں کا کسی موقعہ پر عمومی اعمال سے جوڑ نہ رہے۔

کالجوں کے طلباء میں اس کام کو اٹھایا جائے۔ ہاسٹلوں میں مقامی کام کے لئے

جماعتیں بنائی جائیں۔ ایک گشت ہوسٹل والے اپنے ہوسٹل میں کریں اور ہفتہ کا دوسرا گشت باہر کسی محلہ میں یا کسی دوسرے ہوسٹل میں کریں۔ قریب کے محلوں کی جماعتیں بھی ہوسٹلوں میں جاکر گشت کریں۔ ہاسٹل والے احباب اپنی روزانہ تعلیم اور مہینہ میں تین یوم کی بھی تربیت اٹھائیں۔

مستورات میں کام کی نزاکتیں اور بھی زیادہ ہیں۔ جب کہ بے پردگی کا احتمال ہو، عام اجتماعات میں مستورات کو بالکل نہ لایا جائے۔ اپنے اپنے محلہ میں کسی پردہ دار مکان میں قریب قریب کے مکانات سے عورتیں کسی روز جمع ہو کر تعلیم کر لیا کریں۔ اس کی ابتداء اس طرح کہ مرد جو بات اجتماعات، دعوت، تعلیم وغیرہ سے سُن کر جائیں اپنے گھر والوں کو سنائیں۔ اس سے انشاء اللہ تھوڑے عرصہ میں ذہن بننا شروع ہو جائیگا۔ پھر محلوں میں تعلیم شروع ہونے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے کہ سارے شہر کی مستورات کا ہفتہ میں ایک ایسی جگہ اجتماع ہو جہاں پردہ کا اہتمام ہو۔ وہاں تعلیم کے بعد پھر کوئی آدمی پردے کے ساتھ بیان کرے۔ کبھی کبھی ایک یوم یا تین یوم کے لئے قرب وجوار کے لئے جماعتیں بنائی جائیں۔ مستورات کی جماعت کے ساتھ ان کے خاوند ہوں ورنہ ہر عورت کے ساتھ اس کا شرعی محرم ساتھ ہو۔ پردے کے ساتھ جائیں۔ پردہ دار مکان میں ٹھہریں۔ مرد مسجد میں ٹھہر کر کام کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مقامات سے محنت اٹھائی تھی ان ہی مقامات کے لوگوں کو اس محنت پر اٹھانے اور ان ہی راستوں سے اللہ

کی راہ کی ملکوں والی نقل وحرکت کے زندہ ہونے کا ذریعہ یہ عمرے کا سفر بن سکتا ہے۔ ہر جگہ کے پرانوں سے اختلاط اور اس کام میں یکجہتی پیدا ہونے اور اصولوں کے تفصیل سے سامنے آنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ محترمی حاجی حنیفہ صاحب اور بھائی محمد ادریس صاحب کی عمرے کے سفر کی تیاری کا حال معلوم کرکے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ اللہ جل شانہٗ قبول فرمادے۔ دیگر پرانے احباب کو بھی ہمراہ لانے کی سعی فرمائیں۔

یہ خط کچھ اصول لکھنے کی کوشش میں طویل ہوگیا آپ حضرات اس کے ہر جزء اور ہر لفظ کو غور سے پڑھنے کی کوشش فرمائیں گے تو انشاء اللہ بہت زیادہ نفع کی توقع ہے آپ حضرات اپنے یہاں کے حالات سے ہر پندرھویں روز مطلع فرمادیا کریں تو ہمیں تقویت ہوتی رہے۔ تمام احباب کو سلام مسنون۔

فقط والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہ

(۳)

(ذیل کا مکتوب تبلیغی کام کے ایک ذمہ دار کو "مکی مسجد" کراچی کے پتہ پر لکھا گیا تھا)

مکرم ومحترم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط کے ذریعہ احوال خیر ومساعی مبارکہ کی خبروں سے مسرت ہوئی حق تعالیٰ

شانہ، مساعی کو مقبول اور بار آور فرمادیں۔

میرے عزیز! اس عالم کے احوال کی سرسبزی و فروغ کا تعلق براہ راست اللہ رب العزت کے احکامات سے ہے، اور تمام احکامات الٰہیہ کی سرسبزی و فروغ کا تعلق ایمان کے لئے جانیں کھپانے اور عالم میں ٹھوکریں کھانے کے ساتھ ہے حق تعالیٰ شانہ، نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے احباب کو ان عالی احکامات کی تکمیل کی صورت مرحمت فرمائی، جس میں ایک طرف اللہ رب العزت کے تمام احکامات کی سرسبزی ہے مبارک ہیں وہ لوگ جو عامہ مخلوق کی بے انتہا پریشانیوں اور مصائب و بلایا کے وقت اپنی زندگیوں کے جذبات کو قربان کر کے اللہ رب العزت کی رضا کے جذبہ پر اپنے کو نثار کر دیں اور خوشنودی باری تعالیٰ کے حصول کے ذریعہ اس عالم کے احوال کی درستگی کا ذریعہ بنیں۔

میرے عزیز! دین جیسی عظیم امانت کی سرسبزی کے لئے چلوں جیسے حقیر وقت کے فارغ کرنے کا رواج ایک معمولی سی بات ہے اور اس کا وجود جبکہ حق تعالیٰ شانہ، کے قبضہ میں ہے اور ان سے وجود چاہیئے کا طریق انبیاء کرام کے ذریعہ ہمیں بتادیا گیا تو پھر یہ بھی مشکل نہیں۔ البتہ عمل کے صحیح رخ کے ساتھ انہماک کو بڑھاتے ہوئے ان سے اس کا وجود حاصل کرنے کے لئے راتوں کی بے قراری والی دعائیں اور دنوں کو راتوں کو رُلا دینے والے مساعی کا انہماک مطلوب ہے۔ آپ احباب اس طرف پوری طرح متوجہ فرمادیں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ
۱۳ ربیع الاول سنہ ھ

(۳۰)

(ایک جماعت جو مرکز سے گئی ہوئی تھی اور ایک علاقہ میں کام کر رہی تھی اس کے ذمہ داروں کے ایک خط کے جواب میں مندرجہ ذیل مکتوب لکھا گیا جو بہت اہم ہدایات اور انتباہات پر مشتمل ہے)

مکرمین ومحترمین۔ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'

خط کے ذریعہ احوال معلوم ہوئے اور آنے والوں کی زبانی تفصیل معلوم ہوئی، حق تعالیٰ شانہ' آپ کی مساعی کو مقبول اور بارآور فرمادیں میرے عزیز دوستو! شیطان کی طاقت حق ہے اور اللہ رب العزت نے اس کو بنایا ہے اور صرف اس لئے بنایا ہے کہ ان کی طرف بڑھنے والوں کے راستہ میں ابتلاء وامتحان وآزمائش کی گھاٹیاں کھڑی کر کے کچے اور پکوں کا امتحان لیا جائے اور جو لوگ ان گھاٹیوں کو پار کر جائیں اور ان میں نہ الجھیں ان کو اپنی ذات کے تقرب ورضا سے عالی عالی انعامات ودرجات سے ہمیشہ کے لئے نوازیں۔

شیطان کی بھرپور مسلسل کوشش ہے کہ اس راہ پر چلنے سے بچلایا جائے اور اگر اس رخ پر پڑ ہی جائے تو پھر اس کی پوری کوشش ان اصولوں سے بچلانے کی ہے جس سے رحمت ونصرت تمہارے خداوندیہ متوجہ ہو کر ترقیات پر پہنچنے کے بجائے خذلان

محرومی کی شکلیں قائم ہوں۔ میرے دوستو! آپ کے لئے بڑی زبردست گھاٹیں ہیں اور شیطان ان میں بچلانے کے لئے تجربہ کار و پرانا گھاگ مستعدی کے ساتھ اپنی تدابیر میں مشغول ہے اس کے مکر سے تحفظ اس کے سوا ممکن ہی نہیں کہ جتنی بھی عالی صورتیں اللہ رب العزت اپنے فضل سے پیدا فرمادیں اپنے انکسار و تواضع کی مشق کو بڑھایا جائے۔ ایک دوسرے کی قدردانی و اکرام و اعزاز کی پوری پابندی کی جائے اپنے کو خادم اور دوسروں کو اصل کرنے والا یقین کر کے ہر عزت کے موقع پر دوسرے کو اور ذلت کے موقع پر اپنے کو بڑھایا جائے، اور آپس میں مشوروں کا اہتمام اور ایک دوسرے کی دلجوئی کی پوری پوری سعی کی جائے۔ اس راہ کی تکالیف کو بالذات محبوب یقین کیا جائے۔ غربا کے اختلاط اور ان ہی کام کی شکل کو قوت عمل یقین کیا جائے ذکر و تعلیم، و دعوات کا پورا اہتمام کیا جائے۔ بڑوں سے چھوٹا بننے کی مشق کے لئے ملا جائے اپنے عیوب پر ہر وقت نگاہیں ڈالی جائیں۔ اگر آپ احباب نے ہمتیں کر کے اللہ رب العزت کے لئے اپنے کو جوڑ کر جمالیا تو دوسروں کے لئے بھی انشاء اللہ العزیز اٹھنے کی راہیں کھلتی چلی جائیں گی۔ مولانا ضیاء الدین بیس نفر کی جماعت کے ساتھ آج ہی آئے ہیں، مولوی عبدالعزیز ابھی مقیم ہیں۔ دوآبہ کے دوسرے شہروں اور قصبات میں پھیر کی ضرورت ہے۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ

یکشنبہ ۱۲ محرم ۷۲ھ

(۳)

۱۹۴۵ء میں ایک جماعت مراد آباد سے مرکز نظام الدین ہو کر پنجاب اور صوبہ سرحد کی طرف گئی تھی۔ اس کے ذمہ دار نے لدھیانہ سے کارگذاری کا خط حضرت مولانا کو لکھا جس میں دعا کی بھی درخواست کی گئی تھی۔ حضرت مولانا نے اس کے جواب میں ذیل کا مکتوب لکھوایا۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کل ۱۰ مارچ شنبہ کو کارگذاری لدھیانہ سے مطلع فرما کر مسرور فرمایا۔ آپ ایسے کام کے لئے نکلے ہوئے ہیں جس کے اندر اسلام کی سرسبزی ہے اور بڑے خیر کی توقعات ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے ہر چیز دعاگو ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ خانقاہوں اور علمی مراکز میں اپنے کام کی بہت مختصر سی کیفیت کے بعد دعا کی درخواست خط کے ذریعہ کرتے رہیئے اس کا ضرور اہتمام کیا جائے۔ آپ کی جماعت میں جو افراد مراد آبادی یا غیر مراد آبادی اپنا وقت ختم کر کے واپس جائیں۔ ان سے ترغیب کے بعد یہ ضرور کہا جائے کہ باہر نکل کر جن چیزوں کی تم سے مشق کرائی گئی ہے اور جو ایک طرز زندگی تم نے دیکھی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اب اسی زندگی کو اپنے گھر رہتے ہوئے اختیار اور پیدا کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ گھر جا کر اپنے مشاغل میں پہلے ہی کی طرح الجھ کر رہ جاؤ اور اپنے مقامی کام

اور اس زندگی کو بالکل بھول جاؤ اور جو تاثرات ان میں پیدا ہوئے ہیں ان سے فائدہ اس طرح اٹھایا جائے کہ جانے والے کے ذہن میں یہ خوب بٹھا دیا جائے کہ اس نے جو وقت دیا وہ بہت کم ہے، اب اس کے بدل میں اور تاثر کو باقی رکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ افراد کو تیار کرکے بھیجئے۔

والسلام بندہ محمد یوسف غفرلہ

(۵)

(رمضان ۱۳۸۱ھ میں ایک جماعت حجاج میں دینی کام کرنے کے لئے بمبئی گئی ہوئی تھی اس کے ذمہ داروں کو حضرت مولاناؒ نے ایک خط لکھا تھا ذیل میں اس کا ایک اقتباس درج کیا جارہا ہے)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ ..... آپ حضرات کے خطوط موصول ہوئے۔ آج کل طبیعت پر بہت زیادہ فکر اس بات کی غالب ہے کہ یہ ہزاروں عازمین حج جو اپنی بنیادی اور ابتدائی زندگی سے بھی خالی ہیں اگر ان کے اندر دینی جذبات کی پیداوار نہ کی گئی تو بلاشبہ سفر تو ہو جائے گا۔ لیکن یہ ایک نادر موقع تھا کہ بیت اللہ کی طرف عاشقانہ طور پر جانے کی صورت پیدا ہوتی مگر وہ ہماری کم ہمتی اور بے بضاعتی کی وجہ سے نہ ہوگی۔ اس کے لئے آپ جتنے بھی اس مقام پر پہنچ گئے ہیں اپنی انتہائی کوششوں میں کمی نہ کریں قلوب تو اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں

نہ جانے کون سی ساعت کی محنت اللہ رب العزت کو پسند آجائے اور وہ اپنے الطاف سے کوئی رُخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے زندہ ہونے کا پیدا فرمادیں.....

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ

(۶)

(بمبئی میں مقیم حجاج میں کام کرنے والی ایک جماعت کی طرف سے حضرت مولانا کو صورت حال اور کارگذاری کی اطلاع دی گئی۔ حضرت مولانا نے اس کے جواب میں ذیل کا مکتوب لکھایا۔)

..... وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ خطوط کے ذریعہ مساعی خیر وصلاح کی خبریں موصول ہوکر باعث مسرّت ہوئیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے ان حقیر کوششوں کو اس اجتماعی طرز کے ایمان کے لئے جدوجہد اور نقل وحرکت کے منہاجِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پورے عالم میں سرسبز ہوجانے کا ذریعہ فرمائیں۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑا تھا۔ سابقہ عمل کو اس کے مقابلہ میں ایک گناہ تصوّر کرتے ہوئے اس پر توبہ استغفار کی مقدار کا حق ادا کرکے آئندہ کے لئے اس سے زیادہ اونچی شکلوں کو سامنے رکھ کر اپنی بساط کے مطابق جہد و

محنت بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ جن حجاج کرام کو دین کی شکلوں کے سیکھنے پر اور صحابہ کرام کے طرز پر پیدل پھرنے پر آمادہ کرکے آپ حضرات نے بھیجا ہے سبب کے طور پر اگر ان سے خط وکتابت کے ذریعہ تحریض وترغیب وتاکید کا اجراء ہو سکے تو اس کو اختیار کرتے ہوئے ورنہ بغیر اس کے پوری طرح حق تعالیٰ شانہٗ سے گڑگڑا کر اور بلبلا کر ان کی راہ کے جو وعدے ہو چکے ہیں ان کے وجود میں آنے کے لئے حد سے زیادہ دعائیں کی جائیں اور مخصوص اکابر کی خدمات میں اس کی دعاؤں کے لئے لکھا جائے۔ ہمارے کام کرنے والوں کی اتنی زیادہ غیبوبت مناسب نہیں معلوم ہوتی، حافظ مسکین صاحب کو بمبئی گئے بہت دن ہو گئے۔ کچھ دن کے واسطے ضرور بالضرور انہیں یہاں بھیج دیا جائے۔ فقط والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ

بقلم بشیر احمد عفی عنہ ۲۵ر شوال ۶۹ھ

(۷)

(مندرجہ ذیل مکتوب، پاکستان کے تبلیغی احباب ورفقاء کے نام چند سال پہلے ماہ رمضان میں لکھا گیا تھا)

مکرمین ومحترمین بندہ ادام اللہ مجدکم ووفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حق تعالیٰ شانہ کا بہت ہی لطف وکرم ہے اپنے احباب پر کہ اس

دور انحطاط میں جبکہ اللہ رب العزت کے اعمال کے ذریعہ ان کی ذات عالی سے استفادہ کی راہیں بند ہوتی جارہی ہیں اور اس حقیر و فانی دنیا پر جانیں کھپا کر اس کے ذریعہ وقتی زندگی بنانے پر قناعت کا رواج پڑ چکا ہے۔ ایسے عالی و افضل طریق گشت و مجاہدہ کی طرف رہبری فرمائی جس کی قدر دانی کر لینے پر اور جان و مال کی حقیری پونجی جھونک دینے پر صرف محنت و مجاہدہ کرنیوالوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عام امت مسلمہ محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و تحیۃ اور عام انسانوں تک کیلئے ہدایت کے دروازے کھل جانے کی پوری توقعات وابستہ ہیں میرے عزیز دوستو! دونوں جہان کی ساری نعمتوں اور کامل کامیابیوں کے حاصل کرنے کیلئے حق تعالیٰ شانہ جل جلالہ و عم نوالہ نے پورا دین عطا فرمایا ہے جس کا تعلق ہماری پوری زندگی کے سارے اعمال سے ہے اب اگر حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے ہدایت سے نوازدیں اور یہ بات جی میں پیوست ہو جائے کہ پرورش کرنے والے، حالات میں تغیر و تبدل کرنے والے صرف رب العزت ہیں اور اس دنیا میں پھیلا ہوا اسباب النقشہ اور چیزوں کی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی شکلیں ان کے استعمال کرنے سے استعمال ہوتی ہیں، وہ ان سب سے جو چاہے کر کے دکھلادیں اور اُن سب کے بغیر بھی جو چاہیں اپنی قدرت سے کر کے دکھلادیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو سیکھ کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی گذارنے پر اللہ رب العزت اپنی قدرت سے جس طرح چاہیں گے زندگی کے حالات کو درست فرمادیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے خلاف زندگی گذارنے پر جو بھی چاہے

حاصل کر لیا جائے اللہ رب العزت زندگی کے حالات کو بگاڑ دیں گے اور جس طرح چاہیں گے بگاڑ دیں گے سو اگر یہ ہدایت نصیب ہو جائے تو پورا دین بہت ہی آسان اور محبوب بن جاتا ہے اور تھوڑی سی محنت سے زندگی میں چالو ہو جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ اس ہدایت سے انسان کا دل خالی ہو جائے اور اپنی محنت اور مساعی اور اس دنیا کے دھوکے کے نقشوں اور شکل وصورت سے زندگی کے حالات کے سدھر جانے کا غلط اور بے بنیاد تصور دل میں بیٹھ جائے تو پھر دین پر چلنا اور اس کا سیکھنا مشکل ترین بن جاتا ہے اب حق تعالیٰ شانہ نے اس عالی دولت کے حاصل کرنے کے لئے محنت بھی عطا فرمائی اور دعائیں بھی عطا فرمائیں اور ان اعمال کی محنت کے لئے جن کی حیات پر دعائیں قبول ہو کر ہدایت کی دولت نصیب ہو اور سارا دین آسان بنے مساجد بنائی گئیں اور بازاری نقشوں کے اختیار کرنے کو وہاں کے تذکروں کو وہاں کے تصورات کو یہاں ممنوع قرار دیا گیا اور مساجد کی آبادی و تعمیر بازاری نقش و نگار اور ساز و سامان میں قرار نہیں دی گئی بلکہ گھٹنوں ایمان بالغیب والی مجالس میں بیٹھنا اور علم الٰہی کے حلقوں کا پابند بننا اور ذکر و دعا کی فضائیں قائم کرنا۔ نماز و عبادت کی فضا قائم کرنا اور امور اخرویہ پر رونا پیٹنا اور ایک دوسرے کی زندگی بنانے میں ہاتھ بٹانا وغیرہ امور کے مساجد میں وجود میں آجانے کو ان کی تعمیر قرار دیا گیا اور مساجد کو ان اعمال سے آباد کرنے والوں کے مومن ہونے کی خوشخبریاں سنائی گئیں اور انہیں کی دعاؤں کے قبول کرنے کے وعدے کئے گئے

اور ان ہی مبارک انسانوں کے لئے ہدایت دینے کے فیصلے کئے گئے، اب جو مبارک انسان اپنی جان و مال لے کر اٹھیں اور ان اعمال کے امت مرحومہ محمدیہ میں رواج پا جانے کے لئے ملک بملک اقلیم بہ اقلیم مارے مارے پھریں اپنی کمائی اور پرورش کے ظاہری نظام میں تغیر و تبدل گوارا کریں اور ہر طرح کی تکالیف اپنی جان پر برداشت کریں سو ایسے مبارک انسان اس راہ کے خواص میں ہیں ان کی دعائیں اپنے حق میں اپنے متعلقین کے حق میں عام امت محمدیہ کے حق اور سارے انسانوں کے حق میں اسطرح قبول ہوتی ہیں جسطرح انبیاء علیہم السلام کی عالم کے حالات میں اسطرح تغیر و تبدل آتا ہے جسطرح انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں اس مبارک راستہ کی ہر زمانہ میں بہت زیادہ قیمت ہے مگر بعض حالات اور زمانے ایسے ہوتے ہیں کہ اس راہ کی قیمت مالک الملک کی طرف سے بہت ہی زیادہ بڑھا دی جاتی ہے اور کام کرنے والوں کے لئے ترقیات کے بہت زیادہ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جن حالات انحطاط دین سے ہم گذر رہے ہیں اس میں محنت کی قیمت دین کے استقبال کے زمانے کی محنت سے لاکھوں گنی زیادہ ہے خصوصاً رمضان المبارک کے زمانہ میں جس زمانہ میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہدایت کی تقسیم کا غیبی نظام قائم کیا جاتا ہے، شیاطین بند کر دیئے جاتے ہیں جو ہدایت سے ہٹانے والی غیبی طاقتیں ہیں، فرشتے پھیلا دیئے جاتے ہیں جو ہدایت کی طرف بلانے والی غیبی طاقتیں ہیں، وہ مبارک روحانیت و نور والی وحی لانے والا فرشتہ جبرئیل علیہ السلام جس کے گھوڑے کی ٹاپ تک کی روحانیت سے ریت پر سبزہ پیدا ہو جائے جن کی اس

عالم میں آمد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گئی اور انکی والی برکت سے اہل
عالم محروم ہو گئے اس مبارک مہینے میں اُن کی آمد بھی اس زمین پر کی جاتی ہے گویا ان
کی نسبت والی برکات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جنّت کے دروازے کھول
دیئے جاتے ہیں اور حوروں کو سجایا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں
خیر کی طرف پکار اور شر سے روکنے کی آوازیں ہر طرف بلند کرائی جاتی ہیں اور تھوڑا سا
بھی متوجہ ہونے والوں کو بھی ہدایت سے نواز دیا جاتا ہے اب اگر اس محنت کے میدان
کو جس پر ہدایت کا فیضان ہادی کی ذات عالی سے اپنی مخلوق کے لئے عمومی طور پر ہوتا
ہے ایسے مبارک مہینے میں قائم کیا جائے جس میں ساری ہی امت محمدیہ مرحومہ کے لئے
ہدایت کی تقسیم کا عام نظام قائم کیا جاتا ہے اور امت میں دین کی طرف رجوع کی
عمومی شکلیں قائم کی جاتی ہیں تو معلوم نہیں کہ ہدایت والے اعمال کے ہدایت والے
مکانات یعنی مساجد میں زندہ کرنے کے لئے ہدایت دلانے والی نقل و حرکت و ریاضت و
مجاہدہ پر ہدایت والے اور حالات دارین کی سرسبزی دینے میں کتنی ہدایت کا فیضان کتنی دین کی سرسبزی و فلاح
کتنی مخلوق خدا کے لئے قائم ہو جائے اور یہ محنت کرنے والے کتنی خصوصیت کے
حامل اور کتنے نہ تصوّر میں آنے والے درجات و اجور و انعامات کے حامل کرنے
والے بن جائیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیارے صحابہ کرام کی مساعی
مبارکہ پر قدسی وغیبی طاقتوں کا نزول اسی مہینہ کی مبارک مساعی پر شروع ہوا
یعنی غزوۂ بدر والی ریاضت و مجاہدہ والا سفر اور اس پر اللہ رب العزت کی مدد میں

اس مہینہ میں ہوئیں اور آپ کی مساعی والے اسفار کی انتہا یعنی سارے عرب کے سارے قبائل کا اسلام میں داخلہ کرنے والا سفر یعنی فتح مکہ اسی مبارک مہینہ میں ہوا اس مبارک ماہ میں اللہ رب العزت کی راہ کی نقل و حرکت اور صحیح اصول کے اتباع تمام کے ساتھ محنت و مجاہدہ، راتوں کی درد بھری دعائیں عام قلوب کے حق و ہدایت کی طرف پلٹ جانے اور دین متین کے سرسبز ہو جانے کا اعلیٰ ترین سبب اور اکمل ترین ذریعہ ہے۔ آپ حضرات ہمت فرما کر اللہ رب العزت کے راستہ میں شوق و حوصلہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کے ساتھ دور سے دور کے لئے اپنی ذاتوں سے نکل کھڑے ہوں، دوسروں کو تیار کریں اور ہر طرف قریب و بعید میں چلّوں اور تین چلّوں کے لئے جماعتوں کو نکالیں کیا ہی اچھا ہو کہ اس مبارک زمانہ میں تین تین چلّوں کے لئے تشکیلیں کر کے جماعتیں روانہ کی جائیں تاکہ ارکان اسلام کی حیات والی محنت کا حساب اس ماہ میں قائم ہو اور اس ماہ میں چلّہ کے لئے نکلنے کی برکت سے زیادہ وقت کے لئے اللہ رب العزت کے راستہ میں رواج پڑ جائے کیونکہ جو خیر کا عمل اس مبارک ماہ میں شروع کر دیا جاتا ہے وہ اس ماہ کی برکات سے چل پڑتا ہے، مقامی گشتوں کو بڑھائیں۔ روزانہ کی تعلیم کے حلقوں کو بڑھائیں اور ذکر و دعا کی مقدار بڑھائیں، حق تعالیٰ شانہ ہم کو آپ کو سب احباب کو اس راہ کی ترقیات حاصل کرنے کے لئے قبول فرمائے اور اپنے دین کو اپنی قدرت اور فضل و کرم سے چمکائیں اور اس کی برکات اسے

ز-۹
۴۲

دارین میں ہمیں نوازیں آمین یارب العالمین آمین

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ

(۸)

(حج کو جانے والوں میں دینی محنت کی ضرورت واہمیت اوراس کانظام بیان کیا گیاہے)

۱۰ر شوال ۱۳۸۰ھ

مکرمین ومحترمین بندہ ادام اللہ سعیکم وزادکم اللہ جداً فی سبیلہ وتقبل عناد عنکم وتجاوز عن سیئاتنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ انسانی زندگی کی دارین کی کامیابی یہاں حاصل کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے طریقہ زندگی عطا فرمایا جس کا تعلق انسان کی ۲۴ گھنٹہ کی زندگی سے ہے۔ اس کے لئے یقین بھی خاص تجویز فرمایا، علم بھی خاص عطا فرمایا، نیت بھی خاص عطا فرمائی، تاثرات بھی خاص تجویز کئے، جان خرچ کرنے کے لئے خاص طریقے بتلائے اور مال خرچ کرنے کے لئے بھی تفصیل تجویز کی۔ ان خصوصیات کو اپنی زندگی کے طریقوں میں حاصل کرنے کے لئے نماز عطا فرمائی اور مساجد میں حاضری کا حکم دیا۔ تاکہ مساجد میں مجالسِ ایمانیہ کے ذریعہ یقین کی خصوصیت حاصل کریں، اور مجالس علمیہ کے ذریعہ جان ومال کے خرچ کرنے کے طریقوں کو اپنی زندگی کے شعبوں میں داخل کریں اور ذکر کی مجالس کے ذریعہ اپنے تاثرات اور توجہات کو

کائنات سے خالق کائنات کی طرف اور بازاری یقینوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اعمال کی طرف جوڑ لیں ان ہی خصوصیات کے حاصل کرنے کے لئے رمضان المبارک کا مہینہ عطا فرما کر رات دن اسی محنت کا مطالبہ فرمایا اسی کی مشق کے زکوٰۃ کا فریضہ عطا فرمایا اور ان خصوصیات کی تکمیل کے لئے حج کا مبارک ترین عمل عطا فرمایا۔ اب جو انسان اعمال کے انہماک کے ذریعہ اپنی زندگی گذارتے ہیں ان خصوصیات کو حاصل کرلیں تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات عالی کے لامحدود بے نہایت خزانوں کے ہمیشہ کے لئے عطایات اور انعامات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بازار کے نقشوں سے اساس زندگی ہٹ کر دعاؤں پر آجاتی ہے اور بڑے سے بڑا اور مشکل سے مشکل مرحلہ خداوند قدوس کی قدرتِ کاملہ سے آسان سے آسان بن جاتا ہے اور دونوں جہاں کی کامیابیوں سے نواز دیا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خاص طرح کی عبادات عطا فرمائیں وہاں ان خصوصیات کے زندگیوں میں پیدا ہونے کے لئے محنت کے بھی خاص طریقے عطا فرمائے۔ جن کے اختیار کرنے پر اعمال کی خصوصیات زندہ ہو کر دعاؤں کی قبولیت کے عام دروازے کھل جاتے ہیں اور ان خاص محنت کرنے والوں کو دارین کی اعلیٰ نعمتوں اور رحمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ اور ان کی دعاؤں کی قبولیت میں انبیاء علیہم السلام کی دعوات کی قبولیت کی جھلک حق تعالیٰ شانہٗ نصیب فرما دیتے ہیں۔

میرے عزیز دوستو! فرائض خداوندیہ میں جو سا بھی فریضہ امت کی طرف

متوجہ ہوتا ہے دوسرا ان کی محنت امت پر عائد ہوتی ہے۔ ایک اس فریضہ کو اپنی خصوصیات کے ساتھ اپنی ذات سے ادا کرنا۔ دوسرے اس فریضہ کے صحیح نوعیت کے ساتھ قائم ہونے کے لئے محنت کے میدان قائم کرنا فریضہ کی صحیح نوعیت کے ساتھ ادائیگی ثمرہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اور وہ محنت و مجاہدہ جس سے فریضہ کی صحیح نوعیت قائم ہو جڑ اور بنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر جڑ وجود میں نہیں آئے گی ثمرہ کا ترتب نہیں ہوگا۔ اور بقدر جڑ کے وجود میں آنے کے ثمرات کا ترتب ہوگا۔۔۔۔ حج کا فریضہ اور اس کی صحیح نوعیت قائم کرنے کے لئے محنت کا فریضہ امت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اب اگر ہمت کر کے جانے والے حجاج میں ان خصوصیات اعمال کے زندہ ہونے کی محنت کر لی جائے جو حج کے ثمرات کے مرتب ہونے کے لئے شرائط کا درجہ رکھتی ہیں تو جانے والے حجاج کی اور محنت کرنے والوں کی دعائیں اپنے اپنے درجہ کے مطابق قبول ہو کر رحمتہائے خداوندیہ اور نصرتہائے الہیٰہ کے دروازے کھلنے کی صورتیں پیدا ہوں۔ حج کے فریضہ کا تعلق صرف حج کرنے والوں سے نہیں بلکہ پوری امت کے دین اور محنت کا جائزہ خداوند قدوس اپنے اس گھر پر لیتے ہیں جس کے اثرات پورے نظام عالم پر پڑتے ہیں۔ وہاں کی زندگی میں پاک طریقوں کے اختیار کرنے پر سارے عالم پر رحمت والطافات کے اثرات پڑتے ہیں اور وہاں کی زندگی کی خرابیاں سارے عالم پر پریشانیوں کے اثرات ڈلواتی ہیں۔ آپ حضرات ہمت فرما کر جانے والے حجاج کا تفقد کر کے ان کو نمازوں کا عادی بنائیں، مساجد میں ایمان کی مجلسوں میں بیٹھنے

کی عادت ڈلوائیں، علم کے حلقوں میں کتابوں کے سننے اور سیکھنے سکھلانے کا مزاج پیدا کریں، گشتوں کی اور دعوت دینے کی مشق کرائیں، اللہ رب العزت کے راستہ میں نکلنے اور دین کے لئے محنت کرنے پر آمادہ کریں اور اس کی عملی مشق جتنی کرا سکیں ضرور کرائیں۔ خدمت گذاری کی، تواضع کی، اکرام مسلم کی، ذکر و دعوت کے اہتمام کی پابندی پر خوب ابھاریں اور عملی مشق بھی جتنی کرا سکیں ضرور کرائیں اپنے مقام پر بھی اس کی محنت کریں، ماحول میں بھی اس کے لئے جماعتیں بھیجیں، بندرگاہوں پر جماعتیں روانہ کرنے کی سعی کریں اور جہاں جہاں حجاج جمع ہو کر روانہ ہوتے ہیں ان سب جگہوں کے لئے جماعتیں روانہ کریں تاکہ حجاج میں عمومی محنت کے ذریعہ حرمین مبارکین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیائے امت رحمہم اللہ کے بکھرے ہوئے علاقوں کے فیوض و برکات امت میں عام ہوں۔ مساجد والے اعمال سر سبز ہوں اور امت کی روحانی و نورانی، ایمانی و اخلاقی ترقیات زندہ ہوں اور بازاری پھسلنوں اور دھوکوں سے اُمّت کی حفاظت ہو اور آپ حضرات کے لئے اس کے صلہ میں قرب خداوندی کے وہ درجات حاصل ہوں جو تصور میں نہ آسکیں۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضى من القول والعمل والجهد والنية والهدى آمین یارب العالمین۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ

(۹)

(حرمین پاک میں حجاج کو دین کی محنت پر لگانے کی اہمیت و ترغیب اور

اس کا نظام بیان کیا گیا ہے)

مکرم و محترم بندہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، — آپ حضرات کے خطوط موصول ہو کر کاشف احوال ہوئے — حجاج میں دینی زندگی کے زندہ ہو جانے کی جدوجہد کی شکلوں سے بہت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو پورے عالم میں دین کی سرسبزی کے لئے جان کھپاتے ہوئے آنے اور جانے کے زندہ ہو جانے کا ذریعہ فرمائیں تاکہ آتے ہوئے دین کے لئے جان کھپانے کے ذریعہ حرمین کے فیوض سے استفادہ کی استعداد پیدا ہو اور واپسی کی جدوجہد میں حرمین کے افادہ کی شکلیں زندہ اور سرسبز ہوں۔

میرے عزیزو! اس عالی مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے جتنے بھی اس عمل کے جذبات پیدا کر کے اس کی اجتماعی شکلوں پر قابو پا لیا جائے اتنا ہی آنے والے دور میں حج کا معیار بلند ہو کر نہ معلوم اس وقت کے جان کھپانے والوں کے لئے کتنے بے نہایت اجور و درجات کے حصول کا ذریعہ ہوگا۔ جانے والے حجاج خصوصاً میوات کے حجاج میں اس بات کی پوری سعی ہو کہ مروجہ طریقہ پر جانے کے انتشار

سے اپنی پوری طرح حفاظت کرتے ہوئے اس طریق سے حجاز میں سفر اختیار کیا جائے جس سے وہاں کے علاقہ میں دین کا شیوع و فروغ ہو اور جانے والوں کو وہاں کی ترقیات ایمانیہ وروحانیہ میں سے پورا حصہ نصیب ہو، پیدل اسفار کی عملی شکلیں قائم ہونے پر ابھی سے قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ اپنے احباب پیدل کے لئے متعین کر کے ان کے رفقار کے بڑھانے کی ابھی سے سعی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی تشریف لے گئے ان سب جگہوں کے لئے جماعتوں کے جانے کی تشکیلوں پر قابو پایا جائے اور صحابہ کرام رضؓ نے جہاں دین کی حیات کے لئے ٹھوکریں کھائیں وہاں کے لئے بھی پوری طرح جماعتوں کے روانہ کرنے کی سعی کی جائے۔ تعلیم و تعلّم واذکار کے اہتمام پر پوری طرح آمادہ کیا جائے۔ حجاج کرام واہل عرب کے حقوق کی ادائیگی کی طرف پوری طرح متوجہ کیا جائے۔ ایک گروہ اللہ رب العزّت کا مہمان ہے اور مہمان کے ساتھ کی ذراسی بھی بے عنوانی ناگواری کا باعث بن جاتی ہے۔ اور دوسرا گروہ حرمین کا پڑوسی ہے ان کے ساتھ کی بے عنوانی بھی غضب الٰہی کی داعی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی تخریب و بربادی وموت کا منظر سارے عالم میں بکھرا ہوا ہے مگر حج کے موقعہ پر ساری اُمّت محمدیہ کی زندگیوں کا طریقہ سمٹ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ حیات کی موت کا (عالمی) منظر سب کے سامنے آجاتا ہے۔ اب درد مند اور اللہ اور ان کے محبوب رسول کے ساتھ ذرا سا بھی تعلق رکھنے والوں کا اعلیٰ ترین تقرب و محبوبیت اور اطاعت وعبدیت کا عمل یہ ہے

کہ اس منظر کی تبدیلی کے لئے اپنی جانوں کو پوری طرح جھونک دیں۔ دین کے لئے جان کھپانے کے اعمال پر ان کے ڈالنے کے لئے پوری طرح سعی کی جائے۔ ان کو اپنے ساتھ لے کر اس مبارک علاقہ میں ٹھوکریں کھانے کے ذریعہ اس کے اصولوں کے اخذ کی کوشش پوری طرح کی جائے۔ جزیرہ عرب کو دین کی حیات کے لئے جان کھپانے کا مرکز قرار دے کر اس میں طریقہ جہد کے سیکھنے اور سکھانے کا رواج ڈال کر ہر طرف دین کی حیات کے لئے ٹھوکریں کھانے کے لئے مقامی احباب کے ساتھ مل کر روانہ کرنے کا رخ ڈالا جائے، اگر میواتی حجاج میں سعی کے ذریعہ ان میں ان شکلوں پر عمل میں مسابقت پیدا کرلی جائے تو انشاء اللہ العزیز دوسرے علاقہ والے بھی ان شکلوں کو اختیار کرنے لگیں گے۔ اپنے احباب کو اس معاملہ میں پوری سعی کرنا انتہائی ضروری ہے۔ الحمد للہ یہاں تھوڑی سی عملی اجتماعی صورتیں پیدا کرلینے پر ان میں بہت ہی عالی جذبات پائے جارہے ہیں۔ خدا کرے آپ کی مساعی اس کے یا دو ترقی کا ذریعہ بنیں۔

میرے عزیز دوستو! اس وقت کے احوال کی درستگی کے لئے پوری طرح اس عمل کے لئے جانیں کھپاتے ہوئے گڑگڑا کر بلبلا کر مواقع اجابت میں دعاؤں کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے طبعی اعمال کی فضاؤں سے آپ حضرات کو نکال کر عبدیت کے اعلیٰ ترین عمل کے لئے اعلیٰ ترین عمل کے موقعہ پر جمع فرمادیا اب استعانت باللہ کی قوت کے بقدر ہی رحمت و انعامات و نصرت کے دروازے انشاء اللہ العزیز

کھلیں گے، جس کے سارے ہی اہل عالم خصوصًا امت محمدیہ عموماً اور اہل ہند و پاک آج پوری طرح محتاج ہیں۔ آپ حضرات خصوصیت کے ساتھ عمل کے پورے انہماک کے ساتھ دعوات کا اہتمام فرمائیں۔ مولوی داؤد و حافظ نصیب خاں و حاجی حنیف بھی انشاء اللہ آرہے ہیں۔ دوسروں کے بارے میں بھی گفتگوئیں اور مشورے جاری ہیں البتہ اپنی آمد کے بارہ میں موجودہ احوال کی بناء پر اشکال ہے اور بظاہر امسال ناممکن ہے۔

بندہ محمد یوسف عفی عنہ   ۱۱ر شوال ۷۵ھ

(۱۰)

(اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل اور اصول کی پابندی کی تلقین کی گئی ہے)

۱۸ر شوال ۷۵ھ   ۲۹ر مئی ۵۶ء

مکرمین و محترمین زاد کم اللہ وایانا جدًا وسعیًا فی سبیلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ ——— آپ حضرات کے خطوط مسرت کے باعث ہوئے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے آپ کی اپنی ترقیات کے ساتھ دین کی سرسبزی و فروغ کا آپ کی مساعی اور اس سفر کو ذریعہ فرمادیں اور ہر طرح کی مدد دیں اور نصرتیں دونوں جہاں میں شامل حال فرمادیں اور ہر موقع و حال کی حوائج کا اپنے فضل و کرم سے بندوبست فرمادیں۔

میرے عزیز۔ اکرنے والے صرف اللہ رب العزت ہیں اور ان کے لئے کوئی سی بھی حالت سخت نہیں ہے۔ جونسی حالت ضلالت کو، جونسی حالت ہدایت کے ساتھ جس وقت چاہیں بدل دیں۔ بندوں کی محنت و مساعی صرف اختیارِ سبب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اب سبب میں جتنی صفات قبولیت ہونگی۔ خداوند قدوس کی رحمت متوجہ ہو کر سخت سے سخت خراب احوال بہتر سے بہتر احوال سے منجانب اللہ تعالیٰ ان کے تصرفات خاصہ سے مبدل ہو جائیں گے۔ لہذا اپنے کام کرنے والے احباب کو ان احوال سے نہ متاثر ہونا چاہیئے نہ نا امید ہونا چاہیئے بلکہ اللہ رب العزت کی عظمت و قدرت و قوت کو سامنے رکھ کر ان سے مدد دین حاصل کرنے کے لئے دین کی حیات و سرسبزی کے لئے جہد و نفر کے عالی اور امر کی تعمیل ان کی اعلیٰ شکلوں کے ساتھ کرتے ہوئے بارگاہ الہیہ میں گڑ گڑا کر اور بلبلا کر دعاؤں کا اہتمام کرتے رہنے میں ہی ان سب احوال کی تبدیلی مضمر ہے حق تعالیٰ شانہ، محنت کی صحیح شکل اپنے کو اور اپنے سب احباب کو نصیب فرمائیں۔ جماعت کے لانے کی بہت سعی فرمادیں تین تین چلہ کی جم کر دعوت دیں۔ تعلیم و تعلم کے حلقوں کے قیام کا پورا پورا اہتمام فرمائیں اگرچہ تھوڑی ہی مقدار میں ہو سکے، اللہ کے ذکر کی کثرت کریں، اصول کا مذاکرہ رکھیں، دنیا کے تعیش کی رغبت پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی کی اپنے میں رغبت پیدا کرنے کی سعی کریں، ایک دوسرے کی خدمت گذاری کی عادت ڈالیں۔ اخلاق کے سیکھنے کو بہت اہم سمجھیں اور دعاؤں کا اپنے لئے اور ہمارے لئے بہت

اہتمام فرمائیں اور غربا ؤکس مپرس طبقات میں کام کا ضرور پھیرڈالیں کہ ان میں کا کام بہت سے رزائل سے حفاظت کا اہم سبب ہے۔ سب احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کردیں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ

(۱۱)

(اصولوں کو مضبوطی سے پکڑنے اور رواجی طریقوں سے بچنے کی تاکید کا بیان ہے)

مکرم ومحترم بندہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ـــــ آپ صاحبان کے خطوط یکے بعد دیگرے تقریباً روزانہ ہی موصول ہوئے۔ وہاں کے کام سے جتنی خوشی حاصل ہوئی اسی قدر بے انتہا فکر بھی ہوئی جس کا اندازہ آپ حضرات کے خطوط سے بھی ہوتا رہا کہ آپ حضرات کو بھی حق تعالیٰ شانہٗ نے فکر عطا فرمائی ہے۔ حقیقت میں یہ کام رواج کے بالکل خلاف ہونے کی بنا پر مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن تھوڑی سی محنت اور مجاہدہ کے بعد اس کے سارے اصولوں کی رعایت کرنے پر بہت ہی آسان ہے بلکہ رواجی طریقوں سے کرنے پر بے انتہا مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اگرچہ بظاہر رواجی طریق میں سہولت نظر آتی ہے۔ اس بنا پر اس بات کی اجتماعی طریق سے پوری کوشش فرمائی جائے کہ کام منہاجِ نبوت سے مٹنے نہ پائے اور اپنی سادگی کے ساتھ دن کی محنتوں اور رات کی دعاؤں کی مقدار

بڑھتی چلی جائے۔ اس کام میں اجتماعات نہ بنیاد ہیں نہ مقصود۔ بلکہ اپنے نہج سے نہ ہونے کی بنا پر مضر ہیں اس لئے ماہانہ اجتماعات بالکل نہ کئے جائیں ہر جگہ مقامی اجتماعات ہفتہ واری اجتماعات اپنی نوعیت کے ساتھ یعنی پوری شب گذارتے ہوئے اور اوقات کا مطالبہ کرتے ہوئے کئے جائیں۔ اور جتنے آدمی اس وقت موجود ہیں ہر کام کو اجتماعی کریں حتیٰ کہ سفر میں بھی یکجا رہنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ جو لوگ ادھر (دہلی) ہو کر جاچکے ہیں ان سب کو جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ غربا و مساکین میں کام کی مقدار بڑھائی جائے اگرچہ شروع میں مشکلات سامنے آئیں اور محنتیں کرنی پڑیں۔ ڈینڈ ٹیکل میں زیادہ نہ ٹھہرا جائے بلکہ پوری جماعت خود نمبروں کی پابندی کرتے ہوئے غربا کی بستیوں کا سفر کرے۔

فقط بندہ محمد یوسف غفرلہٗ ۲ رجب ۸۱ھ

(۱۲)

(مندرجہ ذیل مکتوب تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے علاقہ گجرات کے ایک صاحب کو ان کے خط کے جواب میں لکھا گیا تھا)

مکرم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خط سے حالات و کوائف معلوم ہوئے جس سے از حد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ شانہ قبول فرمائے۔

میرے بھائی یہ کام بہت اونچا اور گہرا ہے اس میں ہزاروں اصول وقواعد ہیں اور اس کا ایک خاص نہج اور خاص مزاج ہے اگر ان کو اپنا کر اس کام کو کیا گیا تو بہت زیادہ خیروں کی اُمید ہے اور دوسری صورت میں شرور وفتن کا خطرہ ہے۔ اس لئے آپ جیسے کام کرنے والے حضرات کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے علاقوں سے جماعتیں لے کر یہاں آئیں اور پرانوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول کے ذریعہ اس کام کو صحیح نہج کے ساتھ اپنائیں، اس سے آپ حضرات کے علاقہ میں صحیح اصولوں کے ساتھ کام چلے گا اور چمکے گا اور کام کرنے والے احباب خطرہ سے محفوظ امن میں رہیں گے اور لوگوں میں عمومی طور پر تواضع، کسر نفسی، دوسروں کے محاسن دیکھنا، اپنے عیوب پر نظر ڈالنا پیدا ہوگا، جس سے دل جُڑیں گے اور محبّت واتفاق پیدا ہوگا۔ جب تک یہاں نہ آسکیں اپنے حالات سے تفصیلاً اطلاع دیتے رہیں۔

تمام احباب کو سلام مسنون، خدا تمام مدارس دینیہ کو ترقی نصیب فرمائے۔ والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہ،

تقریریں

بسمِ اللہ الرحمٰن الرحیم

(مرتبہ مولانا محمد سلیمان خانصاحب ندوی)

یہ تقریر حضرت جی نے ۳ر نومبر ۱۹۵۵ء میں بعد
نماز فجر بستی نظام الدین کے تبلیغی مرکز میں کی تھی۔ (س)

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: کہ دوستو اور بزرگو! معاملہ بہت نازک ہے اور معاملہ جتنا نازک ہے اتنا ہی ہم اس سے غافل ہیں نتیجہ اس کا ظاہر ہے کہ جب معاملہ نازک ہو اور اس کے مقابلہ میں غفلت ہو اور آدمی اس سے بے توجہی برتے اور انتظام نہ کرے تو اس کی مصیبتیں اٹھائے گا اور نزاکت یہ ہے کہ اللہ نے انسان کی کامیابی اور ناکامی کو اس کی قدرت کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے۔ کامیابی اور ناکامی کا تعلق اسی کی ذات اور اعضا و جوارح کے ساتھ ہے۔ زمین و آسمان، پہاڑ، پتھر دریا سمندر کے ساتھ نہیں نزاکت یہ ہو گئی کہ نگاہ آگے کو بڑھ گئی یعنی جس سے کامیابی اور ناکامی کا تعلق نہیں، اس پر نگاہ پڑنے لگی اور جس سے تعلق ہے اس سے نگاہ ہٹ گئی۔ انسان کی دو نوعیتیں

ہیں۔ ایک سے وہ کامیاب ہوتا ہے اور دوسری سے ناکام ہوتا ہے۔ ایک انسان کا ظرف ہے اور ایک مظروف۔ بہ اعتبار جسم کے انسان انتہائی گندہ اور بدبودار متعفن ہے باعتبار روح کے اس کے اندر انتہائی خوشبو ہے۔ ایک بڑا برتن جو درمیان کی چیز برتن کی دیواروں سے علیحدہ رہے گی اور اس کے اثرات سے کسی قدر متاثر ہوگی لیکن روح انسان کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا کہ کسی جگہ دل وغیرہ میں رکھ دیتے بلکہ ایک ایک رگ اور ریشہ میں پہنچا دیا۔ منی چونکہ ناپاک ہے اور جسم اس سے وجود میں آیا ہے لہذا جسم کے اعتبار سے انسان سراسر ناپاک ہے اور روح خدا کی طرف سے آئی ہوئی چیز ہے وہ نور ہے اور پاکی ہے لہذا ہر عضو میں دونوں باتیں جمع ہیں۔ اب کامیابی اور ناکامی اس پر جوڑی گئی ہے کہ اگر جسم کی نسبت پر محنت ہوگی تو انسان ناکام اور روح کی نسبت پر محنت ہوگی تو کامیاب۔ اگر ساری دنیا کا بادشاہ ہو جائے اور وہ جسم کی نسبت پر محنت کرنے والا ہو تو وہ ناکام ہے اور دوسرا انسان اگر کوڑی پر پڑا ہو، جسم سے بدبو آرہی ہو، مکھی اس سے چمٹی ہو، کھانے کو اسے نہ مل رہا ہو لوگ ناکوں پر رومال رکھ کر پاس سے گذرتے ہوں۔ لیکن اگر وہ روح کی نسبت پر محنت کرنے والا ہو تو وہ خدا کی قسم خدا کے یہاں وہ کامیاب ہے۔ اس لئے روح پر محنت کرنے سے کامیابی ملتی ہے۔ اللہ نے کامیابی اور ناکامی کے مسئلہ کو بہت ہی آسان فرما دیا۔ تم اپنی نگاہ کو دور نہ لے جاؤ بلکہ یوں سوچو کہ تمہاری محنت جسم کی نسبت پر ہے یا روح کی نسبت پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روحانیت کے امام اور روحانیت کے دریاؤں کو عبور کرنے والے نے فرمایا ہے کہ جسم کی نسبت چیزوں سے ہے، اب اگر اس کی محنت ان اشیاء کے لئے ہوگی۔ جن کا جسم متقاضی ہے تو یہ محنت گندی ہوگی۔ کفار کی روحیں بھی اس وقت تک خدا کا انکار کرتی ہیں جب تک کہ جسم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ورنہ ہر انسان کی روح خدا کی قائل ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ فرعون کی روح نے بھی جسم سے نکلتے وقت خدائے پاک کی الوہیت کا اقرار کیا تھا۔ (حتیٰ اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت) جواب دیا گیا: الاٰن وقد عصیت من قبل۔ جب زندگی کی کشتی موت کے سمندر میں ڈوبتی ہے تو بے ساختہ زبانوں سے لا الٰہ الا اللہ نکلتا ہے حضرت ابوبکرؓ نے موت کے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ اس وقت گنہگار مطیع اور منافق مومن بن جاتا ہے۔ لیکن اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ جواب ملتا ہے کہ پہلے نافرمانی کی۔ اب ایمان لاتا ہے۔ روح کے نکلنے کا وقت آتا ہے اور روح جب خزانہ سے آئی تھی اس طرف روانہ ہوتی ہے تو قارون نمرود جیسے بھی خدائے پاک کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے بن جاتے ہیں اس وقت ایک انسان اتنے آنسو بہائے گا کہ اگر اس کے آنسوؤں میں کشتی چلائی جائے تو چل سکے۔ خدا کی طرف سے ضابطہ بنا دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جسم کی نسبت پر محنت کرو تو ناکامی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

قرآن پاک بھی اسی طرح روح ہے۔ انسان کی روح کو تو ایک ــــــــــ فرشتہ لایا۔ لیکن قرآن پاک جو روحانیت کا سمندر ہے اور الیسا زبردست ہے کہ حضرت

محمدؐ جیسے روحانیت میں ہر سیکنڈ اور منٹ ترقی کرنے والے، سوتے ہیں اور جاگتے ہیں ان کو بھی قرآن والی محنت میں یہ کہنا پڑا کہ اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے حضورؐ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔ یہ اس لئے تھا کہ حضور کا سلوک کسی وقت ختم نہیں ہوا۔ حضورؐ ساری رات نمازوں میں گذارتے۔ پیروں پر ورم آجاتا۔ روحانیت کے ایسے چلنے والے کہ آپ کو آسمان پر بلایا گیا۔ اور سارے مقامات روحانی پیشواؤں کے پیچھے چھوٹ گئے اور وہ وقت آیا کہ روحانیت کو لانے والا فرشتہ بھی جواب دے بیٹھا کہ آگے میرے بس کی بات نہیں اگر اس سے آگے بڑھوں گا تو میرے پر جل جائیں گے وہاں سے بھی آگے آپ تشریف لے گئے۔ دماغ انسانی اس سے عاجز ہیں کہ آپ کہاں تک پہنچے، یہ تو معراج کا واقعہ ہے اور قرآن کی محنت تو وہاں سے آنے کے بعد کی ہے آپ روحانیت کے پیشوا اور امام ہیں اور قرآن پاک روحانیت کا سمندر ہے۔ قرآن پاک جو کہہ رہا ہے۔ اگر اس پر روح خرچ ہونے لگے تو ایسی صورت ہو جائے کہ جس طرح سمندر کے کنارے تھوڑا پانی علیحدہ ہو، سمندر اور اس پانی کے درمیان لکیر کھینچ دی جائے تو تھوڑا پانی ایک دم اس سے مل جائے گا۔ اگر انسان نے ریاضت ومجاہدہ کرکے اپنی روح اور قرآن پاک کے درمیان رابطہ پیدا کر لیا تو اس کو قرآن پاک سے زبردست فیضان ہوگا۔ انسان کی روح تو چھوٹی سی تھی اور اس کو ایک فرشتہ لایا تھا جس کا نام نہیں بتلایا جاتا۔ اس کے معنی ہوئے کہ وہ عامی فرشتہ ہے۔ لیکن قرآن پاک کو ایک زبردست فرشتہ لے کر آیا جس کو سمندروں اور ہواؤں پر مقرر نہیں کیا

گیا۔ بلکہ اس کا کام یہی ہے کہ وہ روحانی پیشواؤں کے پاس روحانی سمندر کو لے کر پہنچے
حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے چار وزیر دیئے ہیں۔ دو زمین میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ
اور دو آسمان میں حضرت جبریلؑ و میکائیلؑ ان میں ایک تو جسم کے تقاضہ ہیں۔ روٹی
مل جائے۔ باغ و بہار مل جائے، کپڑے مل جائیں یہ تقاضے تو ایسے ہیں جیسا کہ
منی۔ جس طرح منی سے پاکی ضروری ہے اسی طرح ان تقاضوں سے پاکی حاصل
کرنا ضروری ہے۔ جب جسم گندہ اور ناپاک ہے تو ہر اس تقاضہ میں گندگی ہوگی جو
تم سے نکل رہا ہے۔ کسی نامحرم کو دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے تو اس میں گندگی ہے۔
برخلاف اس کے بیوی کو دیکھنے سے قرآن پاک سے جوڑ ہوگا بدن چونکہ منی سے
بنا ہے اس لئے یہ بڑا ہو کر اس سے نکل نہیں گیا بلکہ اور زیادہ گندہ ہوگیا جس طرح
کہ دو گندگیوں کو ایک برتن میں ڈال کر خوب پھینٹا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ منبر پر
بیٹھ کر انسان کی خلقت کا تذکرہ فرماتے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گھن آنے لگتی۔ جسم
انسان ایسا ہے جیسی کہ غلاظت کہ خوان میں رکھ کر ورق لگا دیئے جائیں۔ اگرچہ وہ
دیکھنے میں خوش نما ہوگا لیکن اس کا اندرون متعفن ہوگا۔ معاملہ مشکل کیوں ہوگیا
کہ جسم انسانی کو وجود منی سے دیا گیا اس کی گندگی معمولی کوشش اور محنت سے
نہیں نکلے گی جس طرح کپڑے میں سے نکل جاتی ہے بلکہ اس کے لئے محنت کرنی ہوگی
وہ نکلے گی خوف خدا میں رونے سے۔ دل کی تڑپ اور کڑھن سے کچھ روح کی غذا ہے
کچھ جسم کی غذا ہے۔ پورا قرآن روح کی غذا ہے۔ اگر جسم میں قوت پیدا ہو جائے

تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کی روح بھی قوت دار ہو گی۔ انسان کی محنت یہ ہو گی کہ جسم کے تقاضوں کو توڑے اور روح کے تقاضوں کو پورا کرے۔ ایسے انسان جو دنیا بھر پر نگاہ ڈال کر آگے چلتے ہیں اور اپنے اوپر نگاہ نہیں ڈالتے وہ خسارہ میں ہیں انسان جن کو چاہتا ہے وہ تقاضے جسم والے ہیں۔ جب جسم کے تقاضوں سے آگے نکل جائے تو روح کے تقاضے آتے ہیں۔ جس طرح روح جسم میں آکر تقاضے پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح روح کے بھی تقاضے ہیں سرسری طور پر محسوس نہیں ہوتے اور اسی کے مزاج کے ہیں وہ جب دکھائی دیں گے۔ جب جسم کے تقاضوں کو اوپر سے ہٹایا جائے۔ روح میں قوت خدا کے احکامات پر چلنے سے آتی ہے۔ روح والے حکم کو قرآن والے حکم سے ملایا جائے حکم کو حکم سے جوڑتے چلے جاؤ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم سے اتنا وابستہ ہو جائے کہ جسم کے تقاضے اس میں باقی نہ رہیں۔ روٹی کھانے کو دل چاہتا ہے لیکن خدا کا حکم پرایا مال کھانے کا نہیں اس لئے نہیں کھلایا اور اگر روٹی والے نے اپنی خوشی اور رغبت سے کھلایا تو وہ کھانا جائز ہے۔ قرآن پاک میں دل و دماغ اور سارے اعضا کے احکامات ہیں جس طرح جسم ظاہر میں بڑھیا بنا ہے اسی طرح ظاہر میں جسم کے تقاضے بڑھیا نظر آتے ہیں لیکن خدا کے احکامات بتلاتے ہیں کہ جسم کی مت مان۔ خدا کی مان۔ اگر آدمی کا یقین بدل جائے تو کامیابی اور ناکامی کے بارے میں اجسام پر سے نگاہ ہٹ جائے۔

ایمان کامل جب نصیب ہوتا ہے جب تقاضے اجسام سے احکامات پر آجائیں

اس وقت انسان کامل ترقی والا بن جائے گا۔ جب تک یہ بات نہیں اس وقت تک ایمان میں ضعف ہے نہ معلوم کس وقت کھپیڑا لگ کر ایمان کو خراب کر دے۔ جسم کے تقاضے تو کھانے کھانے کے ہوں گے۔ تم خدا کے دین کے لئے محنت کرنے کے حکم کو سامنے رکھ کر اللہ کے راستے میں نکلو۔ لیکن کیونکہ جسم ساتھ ساتھ چل رہا ہے اس لئے ہر وقت اپنے تقاضے سامنے لا آرہے گا لیکن قدم قدم پہ خدا کے احکامات کو سامنے لاکر ان کو دبانا پڑے گا۔ اگر مہنسی دل لگی کو دل چاہے تو سوچ کہ اس میں کتنا فائدہ ہے بیٹھ کر آخرت کو سوچا جائے۔ ایمان کی دعوت کو کام بنایا جائے۔ اس کے لئے محنت کی جائے تو عالی امور ہیں۔ ایمان کے احکامات اتنے بڑے سمندر ہیں کہ باقی احکامات اس سے سیرابی لیتے ہیں۔ یقین کے بدلنے کے حکم سے بڑھ کر کوئی حکم نہیں۔ ایمان کے احکامات سب سے زبردست ہیں یہاں تک کہ ایمان والوں سے ہی کہا جا رہا ہے کہ مومن بن۔ یعنی قوت پیدا کر کمال پیدا کر کے آگے بڑھ۔ لہذا جتنا ایمان کے احکامات میں نور ہے، پاکی ہے اتنی کسی بھی حکم میں نہیں ہے ایمان کا چھوٹا سا ذرہ جو صرف دکھائی دے ہاتھ میں نہ لیا جا سکے اگر اتنا بھی ہو گا تو ساتوں زمین و آسمان سے دس گنا زیادہ جنت ملے گی۔ اگر اتنے ذرہ پہ اتنی بڑی جنت ملنے والی ہے تو اگر یہ پہاڑوں کے برابر ہو تو اس پہ کیا ملے گا۔ ایمان کے برابر کوئی چیز نہیں ہے لہذا اس پر محنت کرنا سب سے اول چیز ہے۔ تم اس پہ محنت کرو جان لگا دو کہ میرے ملک کے داخل و خارج میں ایمان آجائے۔

ایمان خدا کے یقین کا نام ہے سارے جسم کے تقاضوں کو ایمان کے حکم کو پورا کرنے پر قربان کر دو تو یقین جانو کہ تمہارے جسم کی روحانیت کے قطرہ کا جوڑ ایمان کی روحانیت کے سمندر سے ہو جائے گا۔ ایمان کے اندر اعمال صالحہ کے ذریعہ قوت پیدا کی جائے۔ اپنے جسم کو خدا کے سامنے جھکا دو۔

نماز والوں میں سے جن کی نماز ایمان کے ساتھ ہے ان کو خوش خبری دی گئی ہے۔ قرآن والا وضو اس وقت آئے گا جب ان ثوابوں کا یقین کر کے وضو کرنا آجائے۔ جو خدا اور اس کے رسول نے بتائے ہیں۔ اس یقین کے بغیر رواجی وضو تو تم کو آگیا۔ لیکن قرآن والا وضو نہیں آیا۔ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے منہ دھونا تو بعد میں ہے۔ پہلے ایمان والوں کو خطاب ہے۔ رسول اللہ نے بتلایا کہ اعضائے وضو سے کس طرح گناہ جھڑتے ہیں۔ اگر ان وعدوں کا یقین ہو گا تو یہ وضو روح المومن بن جائے گا۔ خدا کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نماز دی گئی نمازوں کو خدا والی نماز بنا کر اپنی نماز کو قیمتی بناؤ اگر روحانیت والی نماز آجائے تو اجسام سامنے ہوتے ہوئے بھی ان کا خیال نہ آئے بلکہ خدا کا خیال جما رہے ایمان و نماز میں کمال اس وقت تک پیدا نہیں ہو گا جب تک علم و ذکر کی مشق نہ کی جائے۔ علم اس لئے لو کہ علم تو ذات ہے اور ذکر اس کی صفت۔

علم نافع وہ ہے جو خدا کا دھیان لائے اور وہی علم مقبول ہے۔ وہ علم جسم کے تقاضوں سے نکالے گا اور خدا کے تقاضوں پر ڈالے گا جس علم سے خدا کی

طرف رخ نہ ہوتا ہو وہ علم دوزخ کی طرف لے جائے گا، لہذا علم کو ذکر کے ساتھ حاصل کرو۔ ایمان کی مشق کی۔ نماز اچھی طرح پڑھی۔ علم و ذکر حاصل کیا۔ اب اگر معاشرت اچھی نہیں ہے تو ان چیزوں میں جان نہیں پڑے گی۔ ایک انسان جب اچھی نماز پڑھ کر غیبت کرتا ہے تو اس کی نماز ضائع کردی جاتی ہے اس بات سے بھی روکا گیا ہے تم میں کا کوئی کسی کا ٹھٹا نہ کرے تمہیں کیا معلوم کہ وہ ہی تم سے اچھا ہو معاشرت بھی مامور من اللہ ہے۔ ہنسی مذاق میں اشارے بازی بھی مت کرو اگر تم ایسا کروگے تو تمہارے ایمان پر ڈاکہ پڑے گا ایمان کے بعد فسق بہت بڑا ہے لایا تو تھا ایمان لیکن اس نے اپنے ایمان کو مسخرے پن پر بگاڑ دیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر ان تینوں باتوں سے توبہ نہ کی تو ظالموں میں شمار ہوگا اور ظالموں کی وعید یں قرآن میں دیکھو کتنی ہیں بہت سے بے گناہ جو تم لوگوں کے بارے میں کرتے ہو۔ ان سے بچو۔ جب گمان چلتا ہے تو انسان زبردست مصیبت میں پڑ جاتا ہے بدگمانی کا مادہ اتنا بڑھتا ہے کہ اولیا اللہ تک کو نہیں چھوڑتا۔ بہت سے گمان ایسے ہوتے ہیں جو گناہ ہوتے ہیں۔ گمان کے بعد تجسس پیدا ہوتا ہے تجسس سے بھی منع کیا گیا ہے جو تجسس کی گھاٹی میں پڑ جائیگا۔ وہ لازمی طور پر غیبت میں پڑ جائیگا اور غیبت تو اس وقت ہے جبکہ واقعی کسی سے خطا ہو، ورنہ بہتان ہے غیبت کرنا ایسا ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت نوچ کر کھانا۔

اللہ سے ڈرو۔ دیکھو کیا کر رہے ہو۔ بدگمانی سے بچو۔ اچھا گمان اچھا ہے

اور بدگمانی سے آدمی بُرا ہوتا ہے خود، اور اگر گناہ پر مطلع ہو جائے تو بد سے بدترین خندقوں کو عبور کر کے چوتھی خندق میں گرتا ہے۔ چوری، زنا، شراب وغیرہ سے غیبت کم نہیں بلکہ زیادہ سخت ہے لیکن اگر کوئی توبہ کرے تو اللہ رب العزت معاف فرمانے والے ہیں ان مادی صورتوں میں ایک بات کا خیال رکھا جائے کہ ان کو خدا جانے کہ کون کیا ہے تم تو اپنے کو دیکھو ایک آدمی نے مجلس نبوی میں غیبت کر دی۔ حضور نے اس پر غصہ فرمایا اور نکل جانے کا حکم دیا۔ معاشرت کو ٹھیک کئے بغیر روحانیت میں جلاء اور ترقی نہ ہو سکے گی۔ ٹھیک معاشرت پر تمہاری تینوں چیزیں درست ہوں گی اور جب تک محض اللہ کا تقاضہ دل میں نہ ہوگا۔ اس وقت تک سارے اعمال بے جان ہوں گے اور یہ ساری چیزیں زبردست مجاہدہ چاہتی ہیں۔ جتنی محنت بڑھے گی۔ جسم مغلوب ہوگا، روح غالب ہو گی۔ معاملہ اس وجہ سے نازک ہے کہ جس طرح ساری دنیا محنت کر رہی ہے اسی طرح ہم بھی محنت کرنا چاہتے ہیں۔

(اخبار مدینہ بجنور ۲۵ اگست ۱۹۶۶ء)

(۳)

"راہِ خدا میں نکلنے والے قافلوں کیلئے ہدایات"

مرتبہ: محمد منظور نعمانی

خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا نے فرمایا۔

آفتاب نورانی ہے۔ اس کے اندر نور ہے۔ وہ اپنے اس نور کے ساتھ چکر لگاتا ہے تو دنیا میں نور پھیلاتا ہے۔ اگر بجائے نورانی کے وہ خود ظلماتی ہوتا اور اس میں نور کے بجائے ظلمت ہوتی تو وہ دنیا میں ظلمت پھیلنے کا ذریعہ بنتا ـــــ آپ لوگ اپنے گھر

چھوڑ کر نکل رہے ہیں اور دور قریب کی دنیا میں پھریں گے۔ اگر آپ میں نور ہوگا تو آپ کے ذریعہ نور پھیلے گا۔ اور اگر آپ کے اندر ظلمت ہوگی تو وہی ظلمت پھیلے گی، اس لئے آپ کو کوشش کرنی ہے کہ آپ کے اندر نور ہو اور آپ خود نورانی بنیں۔ کسی انسان کی ذات میں نور نہیں ہے، نور والے اعمال سے انسان میں نور آتا ہے اس لئے آپ لوگوں کو نور والے اعمال کرنے ہیں تاکہ آپ کے اندر نور آئے اور آپ کے ذریعہ نور پھیلے، اور ظلمت والے اعمال سے اپنے آپ کو بچانا ہے تاکہ آپ ظلمت پھیلنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

نور والے اعمال وہ محمدی اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں، ان اعمال کو اتنی کثرت سے اور تسلسل اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ان کے نورانی رنگ میں رنگ جائیں ــــ وہ نورانی اعمال یہ ہیں:۔

(۱) اخلاص کے ساتھ ایمان و یقین حاصل کرنے کی دعوت جو انبیاء علیہم السلام کی خاص میراث اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔

(۲) نماز اور جملہ عبادات جس میں ذکر و تلاوت، دعاء و استغفار سب شامل ہیں۔

(۳) علم میں مشغولیت۔ خاص کر وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال و افعال کے آخرت میں ظاہر ہونے والے نتائج کا بیان۔ یعنی ترغیب و ترہیب۔

(۴) اچھے اخلاق جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے اور جن کی آپ نے تعلیم دی۔ جس کا خلاصہ اور حاصل ہے اللہ کی رضا کے لئے اس کی مخلوق کی خدمت

اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

یہ ہیں وہ نورانی اعمال جن کے مسلسل اور کثرت سے کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے اور زندگی نورانی بنتی ہے، آپ کو ان ہی اعمال میں مشغول رہتے ہوئے پھرنا ہے

یاد رکھیے آپ صرف اپنے گھر اپنے گھر والوں اور اپنے خاص ماحول کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ نفس اور شیطان کو چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں۔ یہ دونوں دشمن ہر قدم پر اور دن رات آپ کے ساتھ رہیں گے، آپ کی بُری عادتیں بھی آپ کے ساتھ جا رہی ہیں، یہ سب چیزیں آپ کو ان اعمال کی طرف کھینچیں گی جن سے آپ میں ظلمت آئے اور آپ خدا سے دور اور اس کی رضا سے محروم ہوں۔ آپ ان دشمنوں کے شر سے صرف اس طرح بچ سکتے ہیں کہ اس بات کا پورا اہتمام کریں کہ سونے کے چھ سات گھنٹوں کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات میں اپنے کو ان نورانی اعمال میں مشغول رکھیں ـــــ یا آپ ایمان کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت دیتے ہوں، یا نماز اور ذکر و تلاوت وغیرہ کسی عبادت میں مشغول ہوں، یا تعلیم اور تعلم میں لگے ہوں۔ یا کوئی خدمت والا کام انجام دے رہے ہوں۔

نفس اور شیطان کے شر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ آپ کا وقت ان کاموں سے فارغ اور خالی نہ ہو۔ "خانہ خالی را دیو می گیرد"

پھر یہ اعمال بھی نور حاصل ہونے کا ذریعہ اسی صورت میں بنیں گے جب کہ صرف اللہ کی رضا کے لیے اور آخرت کے ثواب پر نگاہ رکھتے ہوئے کیے جائیں۔

اگر خدانخواستہ نیت خالص نہ رہی تو یہی اعمال جہنم میں کھینچ لے جائیں گے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے تین آدمیوں کے بارہ میں جہنم کا فیصلہ کیا جائیگا۔ اور جہنم میں سب سے پہلے ان ہی کو جھونکا جائے گا۔ ان میں ایک وہ عالم دین اور عالم قرآن ہوگا جو عمر بھر قرآن سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا۔ دوسرا ایک دولتمند سخی ہوگا جس کو دنیا میں اللہ نے خوب دولت سے نوازا تھا اور وہ اللہ کی دی ہوئی دولت نیکی کے کاموں میں خوب کشادہ دستی سے خرچ کرتا تھا اور تیسرا شخص ایک شہید ہوگا جو جہاد کے میدان میں دشمن کی تلواروں سے شہید ہوا ہوگا — لیکن ان تینوں آدمیوں نے یہ اعمال خالصاً لوجہ اللہ نہیں کئے تھے۔ بلکہ دُنیا میں ناموری اور شہرت و عزت حاصل کرنے کے لئے کئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ تینوں قسم کے آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم دلوں اور نیتوں کا حال جانتے ہیں۔ تم لوگوں نے یہ اچھے اور نورانی اعمال ہماری رضا کے لئے نہیں کئے تھے، بلکہ دُنیا میں ناموری اور شہرت کے لئے کئے تھے اور یہ چیز تمہیں دُنیا میں مل چکی، اب تمہارے لئے یہاں کچھ نہیں۔ اس کے بعد ان کو ان ہی اعمال کی وجہ سے گھسیٹ کے جہنم میں پھکوایا جائیگا۔ بلکہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ پہلے وہ جہنمی ہوں گے جن کے لئے سب سے پہلے جہنم کا فیصلہ کیا جائیگا۔ (العیاذ باللہ)

سوچئے تو کس قدر لرزا دینے والی ہے یہ حدیث ——— ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت فرماتے تو کبھی کبھی مارے خوف کے ان کی چیخیں نکل جاتیں اور ان پر بیہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ اور ایک دفعہ جب ایک تابعی نے یہی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے سُن کر حضرت معاویہؓ کے سامنے نقل کی تو حضرت معاویہؓ اتنے روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطرہ ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی اور انہوں نے فرمایا۔

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا نُوَفِّ اِلَیْھِمْ اَعْمَالَھُمْ فِیْھَا وَھُمْ فِیْھَا لَا یُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْھَا وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے بالکل صحیح پہنچایا ہے کہ جو کوئی اپنے اعمال سے دنیا اور دنیا کی زیب و زینت چاہے گا اس کو اس کے اعمال کا پورا نتیجہ دنیا میں ہم دے دینگے اور ان کے لئے اسمیں بالکل کمی نہیں کی جائیگی۔ ان لوگوں کیلئے آخرت میں سوائے دوزخ کی آگ کے اور کچھ نہ ہوگا اور جو عمل انہوں نے کئے تھے وہ ضائع جائینگے اور بیکار و لاحاصل ہونگے ان کے اعمال"

بہر حال نورانی اعمال نور پیدا کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ وہ خالصاً اللہ کی رضا کے لئے اور آخرت کے لئے کئے جائیں۔ اس لئے آپ کو ایک طرف تو اپنے تمام اوقات ان ہی اعمال میں مشغول رکھنے ہیں اور دوسری طرف اس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ نیت صحیح رہے۔ شیطان جب کسی بندہ کو اچھے عمل سے ہٹا نہیں سکتا تو اس کی نیت میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے ــــــ اللہ والے عمل اگر غیر اللہ کے لئے کئے جائیں تو ان میں اللہ والی نسبت نہیں رہتی۔ اور اگر اللہ کی رضا کے لئے وہ اعمال کئے جائیں جو درحقیقت رضا والے اعمال نہیں ہیں تو ان میں اللہ کی نسبت نہیں آتی اور وہ رضائے الٰہی کا وسیلہ نہیں بنتے۔ اس لئے دونوں کوششیں ضروری ہیں۔ ایک اللہ کی رضا والے اعمال میں مشغولیت، ہمہ دم ایسی مشغولیت کہ ان کا رنگ چڑھ جائے اور نیت کی صحت کا اہتمام، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل سے مقصد اللہ کی رضا ہو۔ ساری کامیابی بس اللہ کی رضا میں ہے، اور اس کی ناراضی میں تمام ناکامی اور نامرادی ہے۔

میں بتا چکا ہوں کہ گشت پر نکلنے کے زمانہ میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے۔ سب سے پہلی چیز ہے۔ ایمان و یقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت۔ اس دعوت کے لئے عمومی گشت ہوں گے خصوصی گشت ہوں گے۔ جن کے اصول و آداب گشت کے لئے نکلتے وقت بتائے جائیں گے۔ ان کو دھیان سے سنا جائے۔ پھر جب آپ دعوت کے لئے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے

تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لئے سب سے پہلے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ شیطان و نفس کے شر سے بچائے، اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے۔ پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے۔ نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے، جس طرح جب کسی مریض کو اسپتال لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی اسپتال کی عالی شان عمارتوں کو اور وہاں کے نقشوں کو دلچسپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے۔

خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقہ سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ آنا چاہیئے، اور ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پھر پوری بات ان کے سامنے رکھنی چاہیئے اور وقت فارغ کرنے کے لئے بھی کہنا چاہیئے۔

خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کی جائے۔ اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر دیا جائے۔ عمومی گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے اور ان کے سامنے ایمان و یقین، نماز، ذکر اللہ، علم دین، اخلاق اور دینی جد و جہد کی بات رکھی جائے اور تشکیل کی کوشش کی جائے۔ پھر تشکیل کر کے مطمئن نہ ہو جائیں بلکہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں اور نام

لکھاتے ہیں ان کو اللہ کے راستہ میں نکال دینے کی اور وعدوں کو عمل میں لے آنے کی پوری کوشش کریں اور اپنے امکان بھر اس کا انتظام کریں کہ ان کا وقت اچھی طرح گذرے ـــــ جو لوگ اس وقت نکلنے کا فیصلہ نہ کرسکیں ان کو مقامی گشت مقامی اجتماع، تعلیم، نماز، ذکر کی پابندی پر آمادہ کیا جائے اور ان کاموں کا نظام بنا دیا جائے۔

جب دعوت کے سلسلہ کی یہ ساری محنت کر چکیں تو اس کسان کی طرح جو زمین میں بیج بکھیر دیتا ہے اور پھر اللہ سے لو لگاتا ہے پورے الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں وہی مقلب القلوب ہے، وہی جس کو چاہے ایمان اور ایمان والے اعمال دیتا ہے۔ اور جس کے لئے نہیں چاہتا اس کو محروم رکھتا ہے۔

دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے۔ جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو ادب سے بیٹھیں، دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے پُر ہو، فضائل کا مذاکرہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں یاد کی جائیں۔ جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی نہیں وقت نہ ہو اس میں نوافل پڑھے جائیں یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا ذکر و تسبیح میں مشغول کیا جائے یا اللہ کے کسی بندے کی خدمت کی جائے۔

جس طرح نماز میں آدمی یا قیام میں ہوتا ہے، یا رکوع میں یا سجدہ میں یا قعدہ میں اسی طرح اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد آدمی یا دعوت میں لگا ہوا یا تعلیم اور تعلّم میں، یا ذکر عبادت میں، یا اللہ کی کسی مخلوق کی خدمت میں ـــــ یہ چار کام

اس پورے زمانے میں بطور اصل مقصد کے کئے جائیں گے اور اتنے کئے جائیں گے کہ یہی عادت و مزاج بن جائے۔ یہ اجتماعی بھی کئے جائیں گے اور انفرادی بھی اجتماعی سے مطلب وہ ہے جو جماعتی نظام کے تحت ہو، جیسے خصوصی گشت اور عمومی گشت میں دعوت اور جماعت کی تعلیم کے وقت میں تعلیم اور جماعت کے ساتھ فرض نمازیں اور ان کے آگے پیچھے کی سنتیں اور جماعتی تقسیم کار کے مطابق کھانے وغیرہ کے انتظامات کی دوڑ دھوپ، یہ سب اعمال اجتماعی ہیں۔ انفرادی دعوت انفرادی تعلیم، انفرادی عبادت، انفرادی خدمت وہ ہوگی جو جماعتی پروگرام کے علاوہ کوئی شخص اپنے اس خالی وقت میں کرے جس میں کوئی اجتماعی کام نہیں ہے۔ مثلاً دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر تک کوئی جماعتی کام دعوت یا تعلیم وغیرہ کا نہیں ہے ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اس میں آرام کرے۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اس وقت میں آرام کرنے کے بجائے کسی شخص کے پاس جاکر دعوتِ ایمان کی باتیں کرے یا کسی اللہ کے بندہ کو کوئی دعا یاد کرالے یا اس کی نماز صحیح کرائے یا مسجد کے کسی کونہ میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے لگے یا کسی ساتھی کی کوئی خدمت کرنے لگے تو یہ سب صورتیں انفرادی عمل کی ہوں گی۔

بہر حال اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں یہ چار کام اصل مقصد کے طور پر کئے جائیں اور حاجات بشری کے علاوہ اپنے کل اوقات ان ہی کاموں میں مشغول رکھے جائیں، تب ان کے ذریعہ زندگی میں نور آئے گا اور پھر انشاء اللہ

وہ نور متعدی ہوگا اور پھیلے گا۔

ان چار کاموں کے علاوہ چار ہی کام ناگزیر ضرورت کے طور پر کئے جائینگے اور صرف بقدر ضرورت ہی کئے جائینگے۔ وہ چار یہ ہیں۔

۱۔ کھانا پینا ۲۔ قضاء حاجت ۳۔ سونا ۴۔ باہم بات چیت کرنا۔

یہ ناگزیر ضرورتیں ہیں ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو' سونے کے لئے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں۔

۴ باتیں وہ ہیں جن سے پورے اہتمام کے ساتھ بچا جائے

۱۔ کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت ظاہر بھی نہ کی جائے۔ یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے۔ ۲۔ اشراف سے بھی بچا جائے۔ اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کرے لیکن دل میں کسی بندہ سے کچھ حاصل ہونے کی طمع ہو، گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔ ۳۔ اسراف سے بچا جائے۔ اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے' لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت بُرے ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔ ۴۔ بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے۔ بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذا پہنچتی ہے۔ اور شرعاً یہ قطعاً حرام ہے۔ ہاں اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بس یہ ہیں ضروری ضروری باتیں جن کی پابندی اس راستے میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ آپ لوگوں کے ۲۴ گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گذرنے چاہئیں۔ ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگیں۔ بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔

(۳۳)

"اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدلو"

اجتماع باب ابراہیم حرم شریف مکہ مکرمہ

وقت غربی ۲ بجے دن ہندوستانی ۱۰ بجے مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۸ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

حمد و ثنا کے بعد۔

برادرانِ اسلام ساری دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو حالات کی خرابی کے سلسلے نظر آتے ہیں، حاکم و محکوم کے حالات خراب، مالک و مزدور کے حالات خراب،

زمیندار و مضارع کے حالات خراب، تاجر و آجر کے حالات خراب، امیر اور غریب کے حالات خراب نظر آتے ہیں۔ دنیا والوں نے محنت کے طریقے بدل لئے ہیں، ملک و مال والوں نے طریقے بدل لئے، سامان و جائیداد والوں نے طریقے بدل لئے، خیموں اور مل والوں نے طریقے بدل لئے۔ چونکہ یہ طریقے اُن کے من گھڑت طریقے ہیں، خدا کے بتلائے ہوئے، انبیاء کے اپنائے ہوئے طریقے نہیں ہیں۔ اس لئے نتیجہ میں جگہ جگہ قدم قدم پر خرابی ہی خرابی نظر آتی ہے۔ اللہ پاک کے طریقے اور ہیں یعنی انبیاء کے طریقے اور ہیں۔ اللہ پاک کے احکام میں انبیاء معترض نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ کا حکم ہوتا ہے اور نبی کا عمل۔ اللہ اور نبی میں نزاع نہیں ہوتا، ملک و مال والوں کا نزاع ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے انبیاء کی محنت کا انکار کیا، اللہ نے ان کو بگاڑ دیا اللہ تو نبیوں کو لوگوں کے حالات درست کرنے کے لئے بھیجتا ہے۔ لوگوں نے نبیوں کے اعمال کو اپنا لیا، فلاح پا گئے۔ اگر نبیوں کے اعمال سے اپنے اعمال ٹکرا دیئے چور چور ہو گئے، چونکہ نبیوں والا نقشہ، نبیوں والا عمل زندگیوں میں موجود نہیں رہا۔ اسی لئے زندگیاں بگڑ رہی ہیں۔ اگر دین پر محنت نہیں ہوگی، دلوں کی درستی نہیں ہوگی۔ دل درست نہیں تو کوئی چیز بھی درست نہیں ہوگی۔ اگر نبیوں والے طریقوں پر محنت ہوگی تو حالات ٹھیک ہونگے۔

حالات

حالات کی بنیاد، ملک و مال، زر و زمین، راکٹ وغیرہ پر نہیں ہے، بلکہ

حالات کی بنیاد اعمال ہیں۔ انبیاء صحابہ اور علماء کے اعمال حالات سنوارنے والے بنیں گے۔ حالات ملک، مال، سونا چاندی کی بدولت ٹھیک نہیں ہوں گے۔ جو یہ سمجھتا ہے دھوکے میں ہے حقیقت یہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حالات کو اعمال کے ذریعہ جوڑا ہے، حالات کو چیزوں کے ذریعہ نہیں جوڑا۔ بلکہ اعمال کے ساتھ جوڑا ہے، جیسے عمل کرے گا، حالات مرتب ہونگے۔

یقین

اگر یقین قرآن و حدیث کے مطابق ہے، اعمال نبیوں والے ہوں گے۔ حالات ٹھیک ہوں گے، حالات کا تعلق اعمال سے ہے۔ اگر یقینوں کو ٹھیک کرنا ہے تو انبیاء کے طریقوں پر چلیں، غلط یقین نکال کر صحیح یقین اپنائیں۔

محنت

غلط یقین کو نکالنے اور صحیح یقین اپنانے کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ اپنی اپنی بساط کے مطابق محنت کریں۔ انبیاء کرام ؑ نے سب سے زیادہ محنت کی۔ اگر ان جیسی محنت ہوگی۔ یقین درست ہو جائے گا۔ اگر تیرا یقین، ساز و سامان فوج و ہتھیار، جہاز و سالار سے ہٹ کر اللہ کی ذات پر آجائے تو کامیابی ہے اللہ اپنی قدرت سے سب کچھ کرتے ہیں، اپنی قدرت سے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔ خدا کی قدرت پہ یقین آجائے۔ اللہ کی ذات پر یقین آجائے اٰمَنْتُ باللہ کو اپنا لیا تو اللہ کا ہو گیا، تو وہ تیرا ہو گیا تو تُو نے سب کچھ پا لیا۔

اللہ کے سامان کے محتاج نہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں، اپنی قدرت سے کرتے ہیں وہ ارادہ کرتے ہیں اور ہو جاتا ہے۔ وہ انسان کو بغیر انسان کے پیدا کر دیتے ہیں زمین کے بغیر غلہ اُگایا۔ حضرت سلیمانؑ کے لئے تمام ہواؤں، پرند و چرند کو تابع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، ان کے احکام ہیں، ان کے کام ہیں، ان کے نام ہیں، ان کی ذات میں کوئی دوسرا شریک نہیں، ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے

حضرت ابراہیمؑ نے اس کعبہ کو تعمیر کر کے دعا مانگی۔ اے اللہ ساری دنیا کے لوگ تیرے اس گھر کی زیارت کو آیا کریں۔ دعا قبول ہوئی۔ ساری دنیا کے لوگ اللہ کے اس گھر کی زیارت اور حج کے لئے آتے ہیں۔ اس گھر سے خدا کی قدرت کے آثار زیادہ نظر آتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو ایسی جگہ چھوڑا تھا، جہاں زندگی کی کوئی رمق نہ تھی، نہ درخت نہ پانی، نہ کھیتی، نہ مکان، نہ سایہ، نہ انسان، نہ چرند نہ پرند غرضیکہ ہر وقت موت کی سی خاموشی تھی۔ انسانی عقل اس عمل پر آج تک دنگ ہے کہ یہ انوکھی بات حضرت ابراہیمؑ نے کیسے قبول کر لی؟ وہ پیغمبر تھے، وہ خدا کے احکام کو اپنی عقل کی کسوٹی پہ نہ پرکھتے تھے۔ خدائے پاک نے حکم دیا، انہوں نے تعمیل میں سر جھکا دیا بیٹے کو اللہ کا حکم سُنایا، اس نے گردن جھکا دی۔ یہ ان مقدس ہستیوں کے انعام کا صلہ ہے کہ یہ شہر، یہ جنگل میں منگل، یہ زمزم، یہ زر و جواہر، یہ پاکباز لوگ یہاں نظر آتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ

کے احکام کے سامنے ایسی جھکنے کی خُو پیدا کرو۔ جیسی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہم السلام میں تھی۔

اس سال پاکستان سے ۲۶۰۰۰ حاجی بذریعہ قرعہ آئے اور ۱۵۰۰۰ بذریعہ پاسپورٹ آئے کون لے آیا؟ قادر مطلق لے آیا۔ قدرت والے ہیں۔ ہر کام کر سکتے ہیں، بغیر نقشوں کے کر سکتے ہیں۔ اے یہاں آنے والے! تجھے تیرا روپیہ یہاں نہیں لایا۔ بلکہ تیرا اللہ لایا ہے۔ تو اپنے یقین کو درست کر۔ اگر تو خود یہاں آیا، یا اپنے روپے کے سہارے سے یہاں آیا ہے تو وہ شخص تجھ سے زیادہ بہتر ہے جس کو اپنے روپے پر ذرا بھی بھروسہ نہ تھا بلکہ صرف اللہ پر بھروسہ تھا۔ اس کا یقین تیرے یقین سے بہتر ہے، اس کا ایمان تیرے ایمان سے بہتر ہے، اللہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ زندگی، موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ تیرا دل کہتا ہے، کام کیسے چلے گا، پیسے نہیں ہوں گے تو کام کیسے چلے گا، تیرے ہاتھ میں پیدائش کے وقت کیا تھا، دودھ کیسے ملا، حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو صرف پانی سے پالنے والا کون تھا۔ تو اپنے دل و زبان میں یقین پیدا کر سارے یقینوں کی جڑ اللہ پاک کی ذات پر یقین قائم کرنا ہے۔ پھر اعمال کا سلسلہ اسی بنیاد پر قائم کرنا۔

اعمال

اس طرح یقین کی جڑ لگ جانے پر انسان کے اندر اعمال آ جاتے ہیں اور جیسے بارش ہونے سے زمین میں نباتات اگتی ہے، اسی طرح یقین کے ساتھ عمل،

اگر اعمال درست ہوں گے تو حالات درست ہو جائیں گے۔

بیتُ اللہ شریف

بازاری مظاہرے، عیش کے سامان، دنیا کی چیزیں، ظاہری نقشے، مکہ میں یورپ کے سامان ہیں۔ لوگ مکہ میں یورپ کے سامان کو دیکھنے نہیں آتے بلکہ مکہ کے یقین کو اللہ پر یقین کے نظارے کو دیکھنے آتے ہیں، آج کے مکہ کو دیکھے گا تو یقین نہیں بنے گا جو نبی والا مکہ دیکھے گا، نبی والا نقشہ لے کر جائیگا۔

اللہ نے پانی بنایا، پھر مکہ سے زمین پھیلائی، پہاڑ کھڑے کئے، پہاڑوں اور زمینوں میں بڑی دولتیں چھپا دیں۔ جب تک وہ چاہیں گے، نظام زمین و آسمان چلائیں گے۔ جب چاہیں گے زمینوں اور آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس نظام کو توڑ پھوڑ دیں گے۔

بیت اللہ شریف سے ثابت ہوتا ہے، عورت سے مرد سے انسان نہیں بنتا، قدرت سے انسان بنتا ہے، قدرت سے مکان، آسمان، شکلوں سے شکلیں، چیزوں سے چیزیں، آٹا خود نہیں بنتا، پیسنے والا پیستا ہے، گوندھنے والا گوندھتا ہے، پھر روٹی پکتی ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کے سوائے سب کو بنایا ہے، اے انسان تو بنا ہوا ہے، تو بنانے والا نہیں ہے، زمین و آسمان، حیوان انسان سب مخلوق ہیں۔ ایک اللہ سب کا خالق ہے، منی سے، خون سے لوتھڑا، شکل انسان وہی بنائیں گے۔ یقین یہ ہو جاوے کہ خدا کے بنائے ہوئے سب کچھ بنتا ہے اور کسی

سے نہیں بنتا۔ اللہ اپنی قدرت سے پالتے ہیں۔ چیزوں سے نہیں پالتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو کیسے پالا۔ نمرود، فرعون چیزوں والے تھے، کیسے ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسئلے بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نقشے بگڑتے ہیں۔ اسی خانہ کعبہ کو مٹانے کے لئے ہاتھیوں کا ایک لشکر آیا۔ جیسے اس زمانے میں امریکہ کے راکٹوں کا لشکر پہاڑوں میں لشکر پھیل گیا، کوئی ظاہری شکل نہیں کہ خانہ خدا بچ جاوے۔ مگر بچانے والے نے بچالیا، کیسے بچالیا۔ ایک فرشتہ نے سفید ہاتھی کا کان پکڑا، ہاتھی بیٹھ گیا لشکر رک گیا۔ ابابیل آئے، ہر ایک کے پاس تین تین کنکریاں تھیں، ہاتھیوں پر کنکریاں گرائیں وہ سب لشکر نیست و نابود ہو گیا۔ اسی طرح روسی، امریکی طاقت کو اللہ جب چاہیں گے ختم کر دیں گے۔

یہ بیت اللہ شریف ستر انبیاءؑ کی زندگیوں کا مرکز ہے۔ اس کا سنگ بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رکھوایا، حضرت ابراہیمؑ کی دعا یہ تھی کہ ایک امت ایسی اٹھے کہ ساری دنیا میں نماز کی عبادت کھڑی ہو جاوے، ساری دنیا کے لئے ہمدرد اور محبت والی بن جائے، ساری امت پر محنت کرنے والے بن جاویں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی دعا تھی۔ دوسری دعا میری اولاد سے ایسی امت ہو جو دین پر محنت کرے، ان کو بغیر کمائے دنیا کے مال و زر دے۔ مکہ میں جماعتیں آئیں گی، دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دے، اسی بیت اللہ شریف میں ضد آگئی، بتوں کی پوجا ہوئی، اب گھڑیوں اور کپڑوں کی خرید و فروخت، آپ

اپنی اسکیمیں بنائیں، خدائے پاک اپنی اسکیم بناتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اسکیم ابھرنے کا جب وقت آیا۔ حضرت رسولِ مقبولؐ تشریف لائے، اسکیم چلانے والا آگیا۔ یتیم، اَن پڑھ، مال کے بغیر اسی مکّے سے چلے، صحابہؓ اسکیم کے چلانے والے تھے۔ اسکیم چلائی ملک و مال و زر کے بغیر چلائی، یتیمی کی صورت، غریبی کی صورت، باہر کچھ نہیں تھا، اندر میں سب کچھ تھا۔ کفار دھوکے میں آگئے، محمدؐ یتیم ہے، بھولا ہے، کچھ بھی نہیں، باپ بھی نہیں سب چھوڑ گئیں، جب کوئی اور بچّہ نہ ملا تو حلیمہ نے لے لیا، وہ اونٹنی جو سب سے پیچھے آئی تھی، اب سب سے آگے آگے تھی، رہبر کی رہبر اونٹنی، اللہ کی اسکیم طاقت سے نہیں، یقین سے چلتی ہے۔ اس کو چلانے والے مال و ملک والے نہیں، بلکہ یقین محکم کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ اسکیم ملک و مال سے نہیں چلتی، نقشوں اور شکلوں سے نہیں چلتی ہے۔ آپ نے دیکھا ملک و مال کے بغیر اسلام کا نقشہ اسی مکّہ میں چلایا ساری دنیا میں چلایا۔ روکنے والوں کے روکے نہ رُکا۔ روکنے والوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر اُن کے یقین کے طوفان پر کاہ کی طرح بہہ گئے۔ محمدؐ اور ان کے صحابہؓ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا، کپڑا نہ تھا، مکان نہ تھا، یقین دُرست تھا۔ اُٹھے اور تمام دنیا کے لشکروں کی موجودگی میں سب پر چھا گئے۔ اب بھی اسی بنیاد پر جو بھی اُٹھے گا تو اللہ اپنی قدرت سے کام چلائیں گے۔ وہی کارساز، وہی مسبب الاسباب ہے اللہ کے خزانوں کے لینے کا گھر بیت اللہ شریف ہے۔ رسولِ اکرمؐ نے اسکیم چلائی، چاہے تم لاکھوں میل دور پڑے ہو۔ بیت اللہ شریف

کی طرف رُخ کرو گے۔ تو حضرت ابراہیمؑ والی برکات کا اجر و ثواب اور امداد ملے گی اللہ والے یقین پر اٹھو۔ صرف یقین کے رُخ کو موڑنے کی بات ہے۔ اگر تمام سمتیں چھوڑ کر تم نے رُخ بیت اللہ کی طرف کر لیا اور اس بات پر اسی طرح جمے رہے، جس طرح صحابہؓ کا یقین تھا۔

آج بھی گر ہو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

نبیؐ کی سُنّت و طریقہ

بیت اللہ کی طرف کیسے بلایا گیا ہے۔ زمانے کا جو نقشہ ہے وہ اُسوہ نہیں ہے، بلکہ اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنا لو۔ ارشادِ باری ہے ابراہیمؑ کی اطاعت کرو اللہ تبارک تعالیٰ نے شام جیسے سرسبز و شاداب ملک سے حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ صحرا میں پہنچا۔ وہیں بیوی بچے کو چھوڑ جانے کا حکم دیا۔ اکلوتے بیٹے اور چہیتی بیوی کا اور کوئی باپ ہوتا تو اس حکم سے کانپ اُٹھتا اور مشتعل ہو کر بغاوت کر جاتا لیکن خلیل اللہؑ جیسی ہستی پر گونہ مسرت ہوئی۔ کیوں نہ ہو پیغمبر کے لئے اپنے آقا و مولا کی خوشی سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ خلیلؑ اللہ کا آگ میں کودنا بیوی بچے کو صحرائے لق و دق میں ایسی جگہ چھوڑنا، ان کو آگ میں دھکیلنے سے کم نہ تھا۔ مگر یہ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی کے لئے۔ قادرِ مطلق نے انہیں جھلستی آگ

سے کیسے بچالیا۔ صرف پانی پر پال کے دکھا دیا۔ پھر آپ لوگوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے اس زم زم کے پانی کو متبرک بنا دیا۔ یہ سب اسی کے انعام ہیں، یہ سب بیت اللہ شریف، یہ زم زم، یہ مقام ابراہیم، یہ وادیاں وغیرہ سب اُسی کی خوشی کے انعامات ہیں ان کے مزے لوٹیں۔ مگر اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنائیں۔ اُن کے اسوہ سے اپنے اعمال کو ٹکرائیں نہیں۔ اللہ کی خوشنودی والے اعمال سے، اللہ کے غضب والے اعمال سے ٹکرائیں نہیں۔ یاد رکھو یہ بیت اللہ اللہ کا گھر ہے، یہ مرکز ہے، خدا کی قدرت کے مظاہرے کا۔ ابھی انسان چاند پر جائے گا۔ پھر دجال بن جائے گا۔ سائنس کے بادل بنائے گا۔ اللہ کریم یہ سب کچھ دیکھتے ہیں وہ ایسے ایسے ہولناک ہتھیار بنانے والوں کو ختم کر دیں گے، جیسے اصحاب فیل کے لشکر کو کنکریوں سے ختم کیا تھا۔ دجال مُردوں کو زندہ کر کے دکھائے گا۔ پھر بیت اللہ پر چڑھیں گے تین جھٹکے مکہ شریف میں آئیں گے۔ جو غلط یقین والے ہوں گے نکل جائیں گے۔ صحیح یقین والے مکہ میں آجائیں گے۔ انسان راکٹ سے خود ایک بڑی طاقت بن جائے گا۔

حج

اللہ جل جلالہ نے تمہیں حج کے لئے بُلایا، ہاجرہ دوڑی، انبیاء دوڑے تم بھی دوڑو جگر کا ٹو، کامیاب ہو گے۔ انبیاءؑ نے دعائیں مانگیں۔ تم بھی گڑگڑاؤ، اللہ سے مانگ لو، اس کے در پر آکر اپنی اکڑفوں مٹا لو۔ اس کے بندے بن جاؤ مانگ لو اپنے مالک سے اُس کے دروازے سے زاری کرو، شاید اس کو ترس آ جاوے۔ یاد رکھو اس کے رحم

شروع ہو جاویں تو بڑے انعامات ملتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اُن کی بیوی بچوں پر خدا کا رحم ہوا، اللہ نے ترس کھایا، صدیوں سے انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔ دنیا کی آبادی کا ایک اہم حصہ اس کرم سے مستفیض ہوتا ہے۔ اگر تو نبیوں والے راستے پر آجاوے تو:۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مالا مال ہو جاوے۔

یقین

خدا کی ذات پر یقین نہ بنا تو کس پر بنے گا، دل کے یقین کی بیماریوں کو ٹھیک کر لو، دل کے اندر یقین کی جھلکی پیدا کرو۔

حالات کی خرابی دوسروں کی وجہ سے خراب نہیں، یہ خرابی اپنی وجہ سے ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اُمّت مسلمہ نماز کے لئے مانگی۔ حضرت نوحؑ نے جنت کی نماز کے لئے کیا تو اندازہ کر سکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے امت مسلمہ نماز کے لئے کیوں مانگی، تجھے نماز کے انعامات کا اندازہ ہی نہیں۔ یہ اندازہ ابراہیمیؑ آنکھ ہی کر سکتی ہے۔

محنت

بیت اللہ کی بنیاد پر محنت، نبیوں والی محنت پر چلنا ہے، محمدؐ نے ہزاروں گھر قربان کئے، ہزاروں صحابہؓ کے گھر قربان کئے۔ حضرت ابراہیم نے ایک گھر قربان کیا۔ نماز کے لئے ایک گھر کا قربان کر دینا اور رضا کی محبوبیت حاصل کر لینا نہایت سستا سودا ہے۔ زمین و آسمان بدل جائے، لیکن تُو نہ بدل، مسلمان رہ۔ امتی بن، ابراہیمیؑ

اسوۂ محمدی اپنا، یہ ترقیوں میں سب سے بڑی ترقی ہے، یہ تیری عاقبت تک کام آنے والی ترقی ہے۔ اگر یہ عمل تیری طبیعت کے خلاف ہے، تو اپنی طبیعت پر غور کر، اس کی اصلاح کر۔

صلح حدیبیہ میں صلح کرنا حکم ربانی تھا، محمدؐ نے سر تسلیم خم کیا۔ ظاہری اعتبار سے یہ پشیمانی تھی۔ صحابہ کرامؓ پر یہ پشیمانی بہت شاق گذری، ایسا موقع کبھی نہ آیا تھا۔ ابھی اعمال میں اتنی پختگی نہ آئی تھی جتنی حضرت نبی کریم صلعم میں تھی۔ اللہ کی طرف سے صلح کا حکم ہوا۔ پیغمبر آخر الزماں نے تسلیم کیا اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ کو بغیر عمرہ کے واپس جانے کا صدمہ تھا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا کہ حضورؐ کی بات سے انکار کر دیں۔ معاہدہ لکھوانا شروع کیا، کفار نے "رسول اللہ" پر اعتراض کیا حضور صلعم نے اپنے ہاتھ سے لفظ رسول مٹا دیا۔ اللہ پاک یقین رسول پر خوش ہوئے۔ "انا فتحنا" کے نقارے بجنے لگے۔ صحابہؓ فتح المبین کی خوش خبری پا کر بھی سٹپٹائے۔ مگر سب نے اپنے خدشات کے خلاف خدا کی بات کو مان کر اپنا یقین خالص کر لیا۔ اپنے خدشات کے خلاف اللہ کی بات کو ماننا ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ اگر آج ہمارے فیصلے خدا کی مرضی کے مطابق ہو جاویں، نبیوں والے طریقوں پر آجائیں تو بات بن گئی۔ بس اے مسلمان! اپنے طریقوں کو بدل، اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقے سے بدل، اپنے نقشوں کو نبیوں کے نقشے سے بدل، اپنی محنت کو نبیوں کی محنت سے بدل، ابراہیمؑ کی اسکیم کو دنیا میں چالو کرنے کے لئے نکل۔ اخلاق درست کرنے کے لئے نکل یقین درست

کرنے کے لئے نکل۔ یقین درست کرنے کے لئے نکل۔ اعمال درست کرنے کے لئے نکل، حرکت پیدا کر۔ وطنیت کا دائرہ توڑ کر پھرو۔ علم، اعمال، قرآن و دین کے لئے پھرو۔ کمائی پہ دین پہ کی بنا دیہ محنت کرو۔ اُمت کو اٹھاؤ۔

اگر آپ مسجد والی زندگی پہ آجائیں گے تو نقشہ بدل جائیگا۔ سارے عالم میں دین کا بول بالا ہوگا۔ اُمت بھر کی امیدوں کا نقشہ بدل جائیگا۔

دُعا۔ اے خدا مجھے یہاں بیت اللہ شریف میں ہجرت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم اسی طرح فیصلہ کرلیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے فیصلہ کیا تھا۔ دین اسلام کے لئے فی سبیل اللہ نکل جائیں، تو اللہ کے فضل و کرم سے بیت اللہ والی برکات کے مطابق اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔

(۱۴)

مرتبہ از اسرار الحسنی۔ ڈھیری حسن آباد۔ راولپنڈی

"میدان عرفات میں خطاب"

یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۶۴ء شنبہ

بزرگو اور دوستو! اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہم کو باوجود ہماری نااہلی کے اور اس بات کے کہ اس پاک میدان میں آنے کے قابل نہیں تھے، کیونکہ ہم میں بہت زیادہ گندگیاں بھری ہیں اس پاک میدان میں بلایا، جہاں آدم علیہ السلام سے لے کر حضور

اکرمؐ تک تمام انبیاء کو بلاکر حج نصیب کرایا۔ جس جگہ ہزاروں، لاکھوں انبیاء ورسل کا پسینہ گرا اور آنسو گرے اور ان کے انوار اب تک اس سرزمین میں موجود ہیں، اس کی ذات سے امید ہے کہ ہمیں ایسی جگہ بلاکر ان کے آنسوؤں، ذکرو استغفار، تلبیہ، چیخ وپکار کی نسبت سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مغفرت نصیب فرمائے گا۔ ہمیں یہی امید رکھنی چاہیئے کہ ضرور ہماری مغفرت ہوگی۔ یہیں حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی توبہ قبول فرمائی۔ اور ملاقات بھی اسی میدان میں کروائی۔ اسی وجہ سے اس میدان کا نام عرفات ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی معرفت سے ایک قطرہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

حضور اکرمؐ نے اس میدان میں خطبہ دیا اور آخر میں فرمایا کہ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ یعنی ہر شخص یہاں سے مبلغ بن کر جائے۔ اس سے پہلے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا مقام ہے؟ کیا یہ فلاں دن نہیں؟ فلاں مہینہ نہیں؟ فلاں مقام نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا بیشک ہے، پھر فرمایا کہ جس طرح یہ سب قابل احترام ہیں۔ متنبہ ہوجاؤ کہ اسی طرح تمہاری جان کا ایک ایک قطرہ، ایک ایک بال اور مال کا ایک ایک پیسہ ایک دوسرے کے اوپر حرام ہے۔ خواہ دُنیا کے کسی حصہ کا مسلمان ہو، ساری دنیا کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جان اور مال کی حفاظت کریں۔

بھائیو! یہ زمین جس پر اللہ نے ہمیں اور آپ کو محض اپنے کرم سے بلا استحقاق پہنچایا۔ سارے انبیا کے دعا مانگنے کی جگہ ہے اور قیامت تک سارے انسانوں کی دعاؤں کا مرکز ہے۔ جیسا جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہوگا۔ اسی قدر اس کی دعامیں قوت ہوگی پہلے

سب انبیاءؑ سے یقینوں کے بدلنے کی اور اللہ جیسے ہیں ان کی ذات کو پہچاننے کے لئے اور اللہ سے لینے کے عبادات پر محنت کروائی، پھر ان کی دعاؤں کی طاقت ان کے علاقے میں دکھلائی، نوحؑ کی دعا پر پوری قوم کو غرق کر دیا۔ اسی طرح سارے نبیوں سے محنت کرا کے ان کی دعاؤں کی طاقت کو ان کے علاقہ میں ظاہر کیا، اپنے اپنے علاقہ میں محنت کر کے علاقہ کی ترتیب کو بدلوا کر سارے انبیاء کرام بیت اللہ پر پہنچا کرتے تھے۔ جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے کام کو محنت سے کر کے اس کے پاس آتا ہے۔ وہ ڈرتے ہوئے، ہچکیوں سے روتے پیٹتے بھکاری بن کر اللہ کے در پر آتے تھے پھر میدان عرفات میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

سارے انبیاء علیہم السلام کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک محنت کا میدان قائم کیا اور سارے صحابہؓ کو انبیاءؑ کے طریقہ پر ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر اٹھایا اور ظاہر کے خلاف محنت کر کے خدا کے یقین کی بنیاد پر دعا مانگ کر اللہ سے اپنی حاجتوں کو پورا کرا لینا سکھایا۔ صحابہؓ نے اللہ کی اطاعت میں ظاہر کے خلاف کیا اور پھر دعا مانگی تو اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کے خلاف کر کے دکھایا۔ ایک مرتبہ حضر موت کے علاقہ میں صحابہؓ کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے موت نظر آ رہی تھی۔ صحابہؓ پڑاؤ کرنے کے لئے ایک میدان میں رکے ہی تھے کہ سارے جانور بھاگ گئے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے موت پہلے ہی سامنے تھی۔ اب جانور بھی بھاگ گئے۔ پہلے ایک ہی موت تھی، اب دو موتیں نظر آنے لگیں۔ ان کے امیر حضرت علاء حضرمیؓ نے کہا کیا تم مسلمان نہیں؟ کیا اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے نہیں ہو؟ کیا اللہ کی مدد دین حق نہیں

ہیں؟ سب نے کہا ہیں۔ انہوں نے کہا پھر تیمّم کرو اور اللہ سے دُعا مانگو۔ چنانچہ فجر کی نماز تیمم کر کے پڑھی اور پھر دعا مانگی اور اس وقت تک دُعا کے ہاتھ نہیں چھوڑے جب تک زمین سے پھٹ کر پانی نہیں نکل آیا۔ فرطِ خوشی سے ان کی زبان پر تھا کہ یہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا خوشی میں پانی میں کود پڑے اور پھر دیکھا کہ جانور بھی چلے آرہے ہیں۔ اس طرح کہ جیسے کوئی ان کو پکڑ کر لارہا ہے۔

حضورؐ اپنے صحابہؓ کو ظاہر کے خلاف عمل کر کے دعا مانگ کر اللہ کی قدرت کے ذریعہ اپنے سارے مسائل کو حل کرنا سکھا گئے تھے۔ اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یقین اور اللہ کی عبادت اور بندگان خدا سے ہمدردی، خدمت خلق اور اخلاص عمل کے ذریعہ ان کو دُعا کی قوت حاصل ہوگئی تھی۔ دعا ایک ایسی بنیاد ہے کہ مال سے تو تم ناکام ہوسکتے ہو لیکن تم مالدار ہو یا مفلس۔ امیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، بیمار ہو یا تندرست، ہر صورت میں دعا کے ذریعہ اللہ تم کو ضرور کامیاب کریگا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو دعا کے راستے سے اپنی حاجتوں کا اللہ سے پورا کرانا خوب سکھایا۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں مسائل میں ان کی دعائیں خوب چلا کرتی تھیں۔

ظاہر تو محض خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسے جیسا چاہے بدل دے۔ تیرہ سال کی مسلسل محنت پر تفصیلی دُعا کا طریقہ آیا اور اس کے بعد جب آپؐ یہاں پہنچے تو آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے امّت کے لئے دعائیں مانگیں۔ ہر نبی کو ایک دُعا ایسی دی جاتی تھی کہ جس وقت وہ دعا مانگیں گے، اللہ رد کردیا گے، یہ دُعا اس نبی کی محنت کے بدلے میں دی جاتی تھی۔

سارے نبیوں نے اپنی قوم یا امت کے متعلق دعائیں یا بد دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کو قبول فرمایا۔ نبی کے ماننے والوں کو ان کی دعا نے چمکا دیا اور نہ ماننے والوں کو برباد کر دیا۔ کہیں آسمان سے کھانے اتار دیئے، اس طرح ان کی محنتوں والی دعائیں دنیا ہی میں نمٹ گئیں اور ختم ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دوسرے انبیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک دعا محنت والی عطا فرمائی لیکن حضورؐ نے وہ دعا دنیا میں نہیں مانگی، بلکہ اس کو پوری امت کے آخرت کے مسائل حل کرنے کے لئے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ سب نبی اگرچہ اپنی دعا کر گئے، لیکن میں اپنی محنت والی دعا کو آخرت میں لے کر جا رہا ہوں، وہی "شفاعت" ہے وہ میری محنت والی دعا ہے اور اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ تم کو راضی کر دوں گا اور جب تک میری ساری اُمت جنت میں داخل نہیں ہو جائے گی میں راضی نہیں ہوں گا عام مسلمان تو کہتے تھے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ شفاعت والی آیت ہے، لیکن اہل بیت کہتے تھے، وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى شفاعت والی آیت ہے۔

ایک دعا نبی کی محنت پر قبول ہوتی ہے، ایک دعا نبی کی نماز پر، روزہ پر، حج پر قبول ہوتی ہے۔ ایک امتی کی دعا بھی اسی طرح قبول ہوتی ہے جس ذات نے حج کو صحیح کیا اور قیامت تک کے لئے اس کو چالو کیا اور ایسا بڑھیا حج کیا کہ آدمؑ سے لے کر آج تک نہ ایسا بڑھیا حج ہوا اور نہ آئندہ قیامت تک ہوگا تو اس ذات کی حج والی دعا کس قدر اونچی اور قبولیت والی ہوگی۔ آپؐ نے اپنی محنت والی دعا کو بھی آخرت میں امت کی ابدی زندگی کے لئے محفوظ فرما دیا، نہ اپنے لئے کچھ مانگا، نہ اپنے خاندان یا صحابہؓ کے لئے اسی طرح حج کی دعائیں بھی

سوائے امت کے کسی اور کے لئے کچھ نہ مانگا۔ نہ یہ مانگا کہ حسینؓ قتل نہ کئے جائیں حضرت عثمانؓ شہید نہ کئے جائیں اور حسینؓ کی زندگی گذاریں بلکہ ان دونوں کو تو اس کی خبر دے گئے۔ ساری امت کے لئے قربانی دیتے رہے۔ حضرت حسینؓ جس کے ہاتھوں قتل ہوئے بیابانی قتل ہوئے۔ حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس کو تو پی گئے اور ساری امت میں ان قاتلوں کو بھی شامل کر کے پوری امت کی دعا مانگ گئے۔ خواہ کتنی تکالیف پہنچ جائیں ان کو برداشت کر لیا جائے تو اللہ اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ اپنے اور اپنے خاندان والوں کے بارے میں آپؐ نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے جو والی دعا مانگی تو وہ بھی ساری امت ہی کے لئے مانگی۔ آپ کو اپنی امت سے بہت زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ آج دین کے دشمن بے انتہا مال خرچ کر کے امت کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امت اعمال تو چھوڑ رہی ہے لیکن اب بھی دین چھوڑنے پر تیار نہیں، یہ برکت اور صدقہ ہے ان دعاؤں کا جو آپؐ امت کے لئے کر گئے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے دعا دی۔ حضرت عائشہؓ اس دعا کو سن کر خوشی میں لوٹ پوٹ ہو گئیں اور کہا کہ یہ دعا مجھ کو بہت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! میں یہ دعا ہر نماز کے بعد اپنی امت کے لئے روزانہ کرتا ہوں۔ یہ حضرت عائشہؓ کون ہیں حضور سے پوچھا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

فرمایا عائشہؓ ایسی عائشہ کو تو وہ دعا عمر میں ایک مرتبہ دی اور امت کے لئے وہ دعا ہو روزانہ ہر نماز کے بعد، جو پہلے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا مانگنے کے بجائے آپؐ نے

امت ہی کے لئے دعا مانگی آپؐ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ عرض کیا کہ پہلے نبی آئے تھے وہ گرتی ہوئی امتوں کو سنبھال لیا کرتے تھے۔ اب کوئی نبی آنے والا نہیں شیطان بہکانے کے لئے موجود ہے، امت گرے گی تو گرتی چلی جائے گی۔ اب آپ یہ طے فرما دیجئے کہ یہ ساری امت جنت میں جائیگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بہت رونے اور گڑگڑانے پر امت کی مغفرت فرما دی۔ سوائے ظالم کے اس کو نہیں بخشوں گا۔ اب مزدلفہ تشریف لاکر ان ظالموں کے لئے بھی آپؐ روئے جو مسلمانوں کو ستائیں اور پریشان کریں۔ اور اللہ سے دعا کی۔ آپؐ کو امت سے کس قدر تعلق تھا، ہم تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آپؐ کے سامنے ایک چور لایا گیا، آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ جس وقت اس کا ہاتھ کاٹا جا رہا تھا۔ آپؐ کا چہرہ زرد ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ کو تو اس کے ہاتھ کٹنے کا بہت رنج ہوا۔ اگر ایسا تھا تو آپ اس کا حکم نہ فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ بدترین امیر ہے جو حد کو جاری نہ کرے، تم اپنے بھائی کو میرے پاس نہ لائے، کیوں نہ سمجھا بجھا کر توبہ کرا دیتے۔ تم نے تو شیطان کا ساتھ دیا۔ اب میرے ایک امتی کا ہاتھ تم سب کے سامنے کاٹا جا رہا ہے، اور مجھے رنج نہ ہو۔ آپؐ اپنی امت کے چور تک کے لئے اس قدر شفیق ہیں اور تو یوں کہیں کہ کمبخت چور تھا اچھا ہوا ہاتھ کٹ گیا اور سزا ملی، لیکن آپؐ کے آنسو اس کے لئے جاری ہو گئے۔ آج امت کے ہزاروں بے گناہ افراد، عورتوں اور بچوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔ لیکن ان پر ہمارا ایک ایسا آنسو بھی نہیں نکلتا جیسے حضورؐ کے بے شمار آنسو ایک امتی چور کے ہاتھ کٹنے پر نکلے تھے۔ اس امت پر آپؐ

کو زبردست شفقت تھی۔ اس امت پر آپؐ نے اپنا عیش قربان کیا۔ لذتیں قربان کیں۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضورؐ کے پاس آیا اور اس زور سے آپؐ کی چادر کھینچی کہ گلا گھٹ گیا اور رنگ بدل گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ حضور آپ کے پاس ایسے جاہل لوگ آتے ہیں کوئی چادر کھینچتا ہے، کوئی ہاتھ پکڑتا ہے۔ آپ کے لئے کوئی اونچی جگہ بنوا دیں جہاں آپ تشریف رکھا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو چھوڑ دو انہیں دیہاتیوں کے ساتھ۔ آپ کو جیسی شفقت امت کے ساتھ تھی کسی دوست کو دوست کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی۔ آپؐ نے رو رو کر مزدلفہ میں ان کی بخشش کرائی، عرض کیا کہ یا اللہ آپ کے خزانوں میں کمی نہیں مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ دیدیجئے اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچا دیجئے'' اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرمالیا، یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی دشمن ایسا نہ ہو کہ سو فیصد ان کو ختم کر دے، یہ بھی قبول ہو گئی پھر دعا مانگی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بداعمالیوں کی کوئی سزا بھی تو ہو۔ اب یہ ہو گا کہ مسلمان اللہ کے دین سے، اللہ کے حکم سے اعراض کریں گے تو اللہ ان کے دل پھاڑ دیں گے اور اس سے، ان کا ضعف ہوگا اور اُن کے دشمن ان کو کمزور پاکر ان پر دست درازی کریں گے اور ان کا خون ہوگا اور اسی میں ان کے عصیان کا کفارہ ہو جائے گا۔

خوارج کا قتل ہو رہا تھا وہ پکڑ کر لائے جا رہے تھے اور مارے جا رہے تھے جب کسی خارجی کا سر کٹتا تو ایک صحابیؓ کے صاحبزادے ''فی النار'' کہتے تھے۔ باپ نے ڈانٹا کہ کیا کہہ رہا ہے، یہ حضورؐ کا امتی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے امتی کو نافرمانیوں

کی سزا دنیا میں دیکر آخرت میں جنت دیدیتے ہیں حضورؐ نے اپنا سب کچھ امت پر لٹایا ہے اور اس پر اللہ نے جتنا زیادہ دیا وہ سب بھی امت پر لٹا دیا۔ انتقال کے وقت بیویوں یا رشتہ داروں کو بلا کر دیکھنے کا جذبہ نہ ہوا، جذبہ ہوا تو یہ ہوا کہ جاتے وقت میں اپنی امت کو دیکھتا جاؤں۔ فجر کی نماز ہو رہی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ گریہ وزاری سے نماز بھری ہوئی تھی۔ امت کو دیکھنے کے لئے آپؐ نے پردہ اٹھوایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ عنقریب تھا کہ ہم فتنے میں پڑ جاتے اور اللہ کی طرف سے ہٹ کر حضورؐ کی طرف ہو جاتے۔ امت کو نماز پڑھتا دیکھا اور آپؐ نے پردہ گرا دیا۔ آخری وقت میں آپؐ کی توجہ بجائے گھر والوں کے امت کی طرف تھی۔ حضرت اسامہؓ کو بلا کر کہا کہ اللہ کے رستے میں چلے جاؤ اور آخر وقت میں یہ الفاظ تھے۔ "الصَّلٰوۃ الصلوٰۃ کے وما ملکت ایمانکم" اور اس کے بعد صرف۔ "الصَّلٰوۃ الصلوٰۃ" کے الفاظ تھے انتقال کے بعد سینے پر کان لگائے تو بھی الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے الفاظ تھے مجموعے پر جو اپنے کو قربان کرتا ہے انتہائی پیار ہوتا ہے حضورؐ نے امت پر انتہائی قربانی دی ہے

حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مقام محمود اتارا جائیگا، آواز آئے گی کہ نبی امی اس پر بیٹھیں۔ فرمایا مجھے ڈر ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے اس پر بٹھا کر جنت میں پہنچا دیں اور بعد میں میری امت کو دوزخ میں بھیجدیں تو میں زمین پر کھڑے ہو کر اور عرش پر ہاتھ رکھ کر عرض کرونگا کہ اے اللہ پہلے میری امت کو جنت میں بھیجا جائے افسوس، آج اس امت پر مرمٹنے والے ختم ہو گئے۔ اس امت پر رونے والے ختم ہو گئے اس امت پر محنت کرنے والے ختم ہو گئے۔ اگرچہ اپنے گھر پر محنت کرنے والے بہت ہیں

اپنے گھر والوں پر رونے والے بہت ہیں۔ باوجود مال، ملک، عمارات کے بھی یہ امت گھٹتی اور گرتی جا رہی ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ اس پر محنت کرنے والے، قربانی دینے والے آج ختم ہو گئے، اللہ نے تم کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ امت کی محنت کے لئے تم کھڑے ہوئے۔ تمہاری تھوڑی محنت سے نمازیں قائم ہوتیں۔ حج کے صحیح ہونے کی شکلیں پیدا ہوئیں اس کا شکر ادا کرو اور امت کا درد اپنے دل میں پیدا کرو۔ امت کے لئے آنسو بہاؤ، روؤ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔ امت پر محنت کرنے والا ہر سطح پر اپنے کو قصوروار قرار دے اور آئندہ کے لئے اور زیادہ کرنے کے فیصلے کرے، پچھلی پر روئے اور آگے کو صحیح چلنے کا پورا عزم کرے تو اگر بالکل بھی کرنے والا نہیں تو اس طرح دعا قبول ہوئی۔ جیسے کرنے والوں کی، جو محنت کرنے والے ہیں وہ اپنی محنت کی کوتاہیوں کی معافی مانگیں کہ ہم نے پل بھر کر جتنی محنت کرنی چاہیئے تھی نہ کی کہ امت کے اندر یقین، اعمال، علم اور معاشرت درست ہو جائیں، چاہئے تو یہ تھا کہ اس راہ میں ہم اپنا پورا مال لٹا دیتے، جانیں جھونک دیتے۔ جس طرح حضورؐ نے اپنا مال لٹایا اور اپنی جان جھونکی۔ حضورؐ کے پاس بہت مال آیا، لیکن سب امت پر لٹا دیا اور خود فاقے برداشت کئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آخر وقت میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ حضرتؐ کے پاس بہت مال آئے لیکن ہم پر لگا دیئے، کھانے آئے تو ہم کو کھلا دیئے۔ پھر ہم آپؐ کے دیئے ہوئے مال اور کپڑوں اور کھانوں میں سے جا کر آپؐ کو دیتے۔ حضورؐ کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں تھا۔ جو کچھ آتا امت پر لگا دیتے، نہ اپنا مکان بنایا، نہ کھانے پینے پر

لگایا۔ حضورؐ کی محنت ہمیں قصوروار قرار دیگی کہ ہم اس طرح محنت نہ کرسکے۔ ہم یہ نہ سمجھیں کہ دوسروں نے محنت نہیں کی اور وہ قصوروار نہیں۔ بلکہ ہم زیادہ قصوروار ہیں کہ ہم نے اس محنت کو کچھ کیا اور پھر سمجھا بھی، اس طرح نہ کرسکے جیسا اس کا حق تھا۔ ہم زیادہ قصوروار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر رہے۔ کرنے والے پہلے کر گئے، اس پر بہت استغفار اور رونا دھونا ہو کہ ہم اس کام کی شرائط پر بہت خام ہیں اور آئندہ کے لئے اللہ سے پوری توفیق مانگی جائے کہ ہم اس قابل نہیں کہ حق ادا کرسکیں۔ ہمارا استحقاق نہیں مگر آپ اپنے کرم سے پچھلا قبول فرمالیں اور آگے کو زیادہ کرنے اور حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ پھر دعا مانگی جائے کہ حضورؐ اور ان کے ساتھیوں کی طرح اللہ ہم کو محنت کی توفیق عطا فرمائے، کہیں یہ ہماری محنتیں ملک و مال پر نہ پڑجائیں، بلکہ ہم دنیا میں سے اس کا کچھ بھی بدلہ نہ لینے والے بنیں اور سارے انعامات آخرت میں چاہیں۔ جنہوں نے سب سے زیادہ کیا وہ مال آنے پر بھی ویسے رہے جیسے پہلے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ایک بیوہ عورت کی بکری کا جاکر دودھ روزانہ نکالا کرتے تھے۔ آپ جب خلیفہ بنے تو عورت کی لڑکی نے کہا کہ اب آپ دودھ نہیں نکالا کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ روئے اور فرمایا کہ امید ہے میں ایسا ہی رہوں گا، جیسا پہلے تھا حضرت عمرؓ نے ایک اپاہج بڑھیا چھانٹی جس کا کوئی خبر گیر نہیں تھا۔ اس کے گھر آئے تو سب کام ہوا ملا۔ پھر آئے پھر کام ہوا ہوا تھا۔ تیسرے دن بہت سویرے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے، اس کا پاخانہ صاف کیا، اسکو کھانا دیا، اس کا گھر صاف

کیا۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلا اے ابوبکرؓ خدا کی قسم میں تم سے آگے نہیں بڑھ سکتا، جیسے حضورؐ کی زندگی میں تھے ویسے ہی دنیا سے گئے اور وہ کیا ایک پوری قوم ایسی تھی جس سے یہ مجاہدہ کرایا تھا کہ دنیا میں کچھ لینا نہیں صرف آخرت میں ملے گا۔ آج امت کو ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ ہم نہ ملک لیں، نہ مال لیں، نہ عزت چاہیں بس حضورؐ کی امت کو مصیبت میں سے نکلوانے کے لئے محنت کریں، قربانی دیں اور قیامت کے دن حضورؐ سے جا کر کہیں۔

اگر ایسے لوگ پیدا ہو جائیں تو امت کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے اور امت چمک جائے جو تمہارے پاس ہے وہ لگا دو۔ کمائیاں چھڑانا مقصود نہیں، کمائیاں کرتے رہو اور جو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے اپنی جان اور مال امت کے اوپر لگاتے رہے۔

پہلے اپنے قصوروں کی معافی مانگو پھر آئندہ کی توفیق اور امت کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کو امت کی ہدایت کو اللہ سے مانگو۔ گرد و غبار نے امت کی محبت کی چنگاریوں کو دبا رکھا ہے۔ اللہ سے مانگو کہ وہ اس غبار کو ہٹائے اور اس چنگاری کو بڑھائے۔ کفار بھی امت دعوت ہیں۔ ان کے لئے بھی دعائیں کرنی ہیں۔ اگر اپنے مسلمان بھائیوں کی بے دینی کی وجہ سے ہم ان میں اب تک دعوت کا کام شروع نہیں کر سکے لیکن ہم پر ان کا بھی حق ہے ان کی ہدایت کی بھی دعا کرو۔ ساتھ ساتھ وہ کفار جو شریر ہیں اور شرارت کے نلکے ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ ان کی تباہی کی دعائیں بھی مانگو۔

(۵)

"حضرت جیؒ کی ایک یادگار تقریر"

مرتبہ، از :۔۔۔۔۔۔ میر عبدالحلیم گوجرانوالہ

"یہ تقریر دل پذیر اپنی وفات سے ایک ہفتہ قبل گوجرانوالہ میں نماز جمعہ سے قبل فرمائی تھی۔"

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

میرے بھائیو اور دوستو! انسان کو حق تعالیٰ شانہ نے تھوڑے دنوں کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے اور محنت کی دولت دیکر بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے قیمتی بنائے۔ اگر اس نے اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے اپنے کو قیمتی بنا لیا تو حق تعالیٰ شانہ، دنیا میں بھی رحمتوں کی بارش برسائیں گے۔ انعامات کی بارش برسائیں گے۔ کامیابیوں کے دروازے کھولیں گے۔ اور جب یہ مر جائیگا تو اس کی قیمت کے اعتبار سے جتنا اس نے اپنے قیمتی بننے میں محنت کی ہوگی اور جتنا اپنی ذات کو قیمتی بنا لیا ہوگا اس کے اعتبار سے اسے جنت کے درجے عطا فرمائیگے۔ ساتوں زمینوں آسمان سے دس گنے سے زیادہ سے لے کر لاکھوں اور کروڑوں گن تک ایک انسان کو ملے گا اس کی اپنی قیمت کے اعتبار سے اس کے اندر کیا قیمت ہے۔ اب میرے عزیز دوستو! یہ جو انسان کی محنت ہے یہ دو رخی ہے۔ اس محنت سے دو رخ پر بنتا ہے۔ باہر چیزوں کی شکلیں :

بنتی ہیں۔ انسانوں کی محنت سے، سڑکوں کی شکل، موٹروں کی شکل سواریوں کی شکل
غذاؤں کی شکل، حلووں کی شکل، کھانے پینے کی چیزوں کی شکل۔ سواریوں کی مکان کی شکل
تو چیزوں کی شکلیں تو بنتی ہیں انسان کے باہر اور یقین کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسان کے اندر
نیت کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسان کے اندر علم اور جہل کی شکلیں بنتی ہیں انسان کے اندر غفلت اور ذکر
بنتا ہے۔ انسان کے اندر اخلاق اور بداخلاقی کا نور اور ظلمت بنتا ہے انسان کے اندر تو انسان کی محبت جیسے جیسے باہر چیزوں
کی شکلیں بنتی ہیں۔ اس طرح اندر میں ایمان کی، یقین کی اخلاق کی محبت کی، عداوت کی
شکلیں اندر بنتی ہیں۔ محنت کرتے کرتے کسی سے محبت کرنے والا بنتا ہے۔ کسی سے
عداوت کرنے والا بنتا ہے۔ محنت کرتے کرتے کسی پر اعتماد کرنے والا بنتا ہے کسی پہ اعتماد
نہ کرنے والا بنتا ہے۔ محنت کرتے کرتے کسی پہ یقین کرنے والا بنتا ہے کسی پر یقین نہ کرنے
والا بنتا ہے۔ تو محنت سے چیزوں کی شکلیں تو بنیں گی باہر، اور یقین کی، نیت کی علم،
دھیان کی، محبت کی، عداوت کی، اعتماد کی، بھروسے کی یہ شکلیں انسان کے اندر بنیں گی جو
باہر بن رہی ہیں۔ شکلیں چاہے وہ وزیروں کے ہاتھ میں ہوں شکلیں چاہے وہ صدروں
کے ہاتھ میں ہوں، شکلیں چاہے وہ گورنروں کے ہاتھ میں ہوں، چاہے وہ ان سرمایہ داروں
کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں چاہے وہ مزدوروں کے ہاتھ میں شکلیں ہوں شکلوں کو انسان
ہر جگہ منتقل نہیں کرتا اور ان چیزوں کی شکلیں انسان کے ساتھ ہر جگہ منتقل نہیں ہوتیں آپ بوڑھے ہو جائیں
گے تو آپنے بیس، تیس، چالیس، پچاس سال کی محنت سے جتنی دکان کی شکل
بنائی ہے اور کوٹھی کی شکل بنائی ہے۔ یا باغیچہ کی شکل بنائی ہے یا عیش

کی شکلیں بنائی ہیں وہ آپ کے ساتھ لاہور نہیں جائیں گی۔ کراچی نہیں جائیں گی۔ ملتان نہیں جائیں گی۔ جو باہر کا بنا ہوا ہے وہ یہیں چھوڑ کر جاؤ گے۔ کچھ پیسے لے جاؤ گے کچھ نقدی لے جاؤ گے۔ اکثر باہر کا بنا ہوا چھوڑ جاؤ گے۔ سڑکیں یہیں چھوڑ جاؤ گے۔ پل یہیں چھوڑ جاؤ گے۔ اور جب اس ملک سے دوسرے ملک میں جاؤ گے تو نقدی بھی چھوڑ کے جانی پڑے گی ساری نقدی بھی ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ جتنا پیسہ بنا ہوا ہے سب یہیں چھوڑ جاؤ گے جتنی حکومت تمہیں اجازت دے گی اتنا لے جا سکو گے۔ دوسرے ملک میں سارا بنا ہوا اس کی شکل میں نہیں لے جا سکو اور پھر اس دنیا سے جب آپ آخرت کی طرف جائیں گے تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے وہ سو فیصد یہاں چھوڑ کر جانا پڑے گا۔ بدن کے کپڑے تک چھوڑ کر جانے پڑیں گے۔ یہ عینک تک چھوڑ کے جانی پڑے گی جس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں ہوتا۔ گھڑیاں چھوڑ کے جانی پڑیں گی۔ یہ جوتے چھوڑ کے جانے پڑیں گے تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے تو یہ دنیا میں کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا۔ آخری چیزیں جو ساتھ چھوڑیں گی وہ اس وقت ساتھ چھوڑیں گی جب یہ روح جسم سے نکل کر خدا کی طرف چلے گی۔ اس وقت جو کچھ تھا یہ دنیا کا باہر کا بنا ہوا وہ سارا یہیں کا یہیں رہ جائے گا۔

لیکن میرے عزیزو دوستو! جو انسان کے اندر رہتا ہے۔ انسان اسے چوبیس گھنٹے جہاں جاتا ہے اپنے ساتھ لے کے جاتا ہے۔ پاخانوں میں جاؤ گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ساتھ لے کر جاؤ گے۔ دسترخوان پہ بیٹھو گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساتھ لے کر بیٹھو گے چارپائی

پر سونے کے لئے جاؤ گے ——— تو اندر کا جو کچھ بنا ہوا ہے ساتھ لے کے لیٹو گے۔ اگر لاہور جاؤ گے اندر کا بنا ہوا سارا لے کے جاؤ گے۔ کراچی جاؤ گے سارا لے کے جاؤ گے۔ دنیا کے کسی ملک میں جاؤ گے اندر کا سارا لے کے جاؤ گے۔ جو یقین اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا۔ اور جو محبت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی جو عداوت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی۔ جو علم اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا۔ جو دھیان اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا۔ جو اعتماد اور بھروسہ اندر میں بنا ہوا جائے گا تو اندر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ چلتا ہے۔ اور باہر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ نہیں چلتا۔ یہاں تک کہ جب دنیا سے آخرت کی طرف انسان منتقل ہوگا تو اندر کے بنے ہوئے کو وہ تبھی ساتھ لے جائے گا۔ اب اگر وہ بنا ہوا جو قیمتی ہے تو یہ جہاں جاتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور اگر اندر میں وہ بنا جو بے قیمت ہے تو جہاں جاتا ہے ناکام ہوتا ہے۔ وہ اخلاق بنا جس میں عزت ملتی ہے۔ وہ یقین بنا جس میں بلندی ملتی ہے۔ وہ محبت بنا جس پر انعام ملتے ہیں۔ وہ اعتماد بنا جس پر مدد کے دروازے کھلتے ہیں وہ علم بنا جس علم پر خدا چمکتا ہے۔ وہ دھیان بنا جس دھیان پر خدا کامیاب کرتا ہے۔ تو اگر میں وہ بنا جس کے بننے کے لئے خدا نے دنیا میں بھیجا ہے اور جس کے بننے کے لئے خدا نے محنت کی دولت عطا فرمائی تو محنت کر کے اندر میں اگر وہ بن گیا تو دنیا کے جس کونے میں چاہے پھرے جس ملک میں جائے جس سڑک پر چاہے نکل جائے اور جس سواری پر چاہے سوار ہو جائے۔ چاہے گدھے پر سوار ہو کر نکلے

چاہے موٹر پر سوار ہو کر نکلے۔ چاہے پیدل نکلے۔ چاہے سواری کی ٹرین نکلے۔ چاہے
گھوڑوں پر بیٹھے۔ چاہے کوٹھیوں میں رہے۔ چاہے چٹنی روٹی کھاتا ہوا نکلے
انگوروں سے کھانے کھاتا ہوا نکلے اللہ کا بنا ہوا اگر وہ ہے تب تو یہ خدا کامیاب
کیا کرتے ہیں اور جو قیمتی ہے تو جس لائن کو نکل گئے جس شکل سے گزر گئے
کامیاب ہو جائے گا۔ مگر اگر خدانخواستہ وہ بن گیا تو بے قیمت ہے۔ نہ وہ یقین بنا جس
پر خدا کامیاب کرتے ہیں۔ وہ قیمت بنا جس پر خدا نمبر ڈالتے ہیں اور وہ اعتماد نہ
جس پہ خدا زندگی بنا ڈالتے ہیں۔ وہ علم بنا جس کو خدا جہاں قرار دیتے ہیں۔ نہ وہ دھیان
بنا جس کو اللہ عظمت کہتے ہیں۔ تو اگر اندر نہیں وہ بنا جن کے بننے پر خدا ناکام کیا
کرتے ہیں تو دنیا میں انسان جہاں کوئی نکلے گا چاہے سواریوں پہ نکلے چاہے
کاروں پر نکلے چاہے ہوائی جہازوں میں لے کر۔ ذلیل ہو گا خوفزدہ ہو گا غیر مطمئن
ہو گا پریشان حال ہو گا۔ دنیا کے جتنے شعبوں پر کوئی نکلے۔ کامیابی نصیب
نہیں ہو گی۔ شعبوں تک پہنچ تو جائے گا لیکن عزت نہیں ملے گی اور حبیب رہے گا
تو اللہ کا بنا ہوا ہر ایک کو دکھائیں گے کہ تیری نیت میں کیا بنا۔ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ
اندر کیا بنا ہوا دکھائیں گے ہمارا جزا دے۔ اگر یقین بنا کے لائے تو یہ خود دوزخ تو ڈرا۔
یقین ہے جنت میں پہنچ جائے گا۔ یہ محبت دوزخ میں لے جاتی ہے یہ تو دنیا
کی محبت ہے یہ تو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ یہ نہیں لے جاتی جنت میں۔ کہاں
ہے وہ اللہ کی محبت کہ دوسرے کو جس نے رکھی ہے۔ ولاولا کر دکھائی اللہ نے رسول اللہ ﷺ

کی محبت نکال کر دکھاؤ۔ وہ محبت جس پر آدمی جان و مال ماں باپ اولاد تک قربان
کر دے۔ کہاں ہے وہ محبت؟ یہ دل میں دکھاؤ کہ محبت کی جگہ دل ہے۔ زبان محبت
کی جگہ نہیں۔ زبان محبت کی جگہ ہے ہی نہیں۔ یہ جو زبان پر ہے اس کو رسول
اللہ کی محبت کا اظہار کہتے ہیں۔ اور اظہار کی جگہ زبان ہے محبت کی جگہ زبان
نہیں۔ اظہار کی جگہ زبان ہے۔ ایمان کی جگہ زبان نہیں ہے۔ ایمان کی جگہ تو دل
ہے۔ محبت کی جگہ تو دل ہے۔ اعتماد کی جگہ تو دل ہے۔ زبان خائن رہتی ہے۔ اور
ایسی منافق ہے یہ زبان کہ جو دل میں ہو اسے بھی بول پڑے اور اس کے خلاف
بھی بول پڑے۔ کوئی آدمی آیا۔ اب آپ کو بہت غصہ آیا کہ بے موقع آگیا۔ روٹی کھلے
سوتے میں تو بیگم کو بلا رکھا ہے اس وقت اور بے موقع آ کے بیٹھ گیا اور خوب طبیعت
میں ناگواری ہے اور زبان سے کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ کے آنے سے بڑی مسرت
ہوئی۔ تو زبان نے وہ نہیں بولا جو دل میں ہے اس کے خلاف بولا تو زبان وہ بھی بولتی
ہے جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہے۔ انسان زبان
سے دھوکا کھا جاتا ہے۔ کل کو قیامت میں زبان سے وہی نکلے گا جو دل میں ہے
اور زبان وہی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہو گا۔ وہ زبان پہ نہیں آئے گا۔

اسی واسطے لکھا ہے علمائے محققین اور مفسرین حضرات نے کہ یہاں دنیا
میں کتنا ہی قرآن حفظ کر لے اور سارا پڑھ لے اور ایسا یاد ہو کہ بے تکلف ہو کے
سارا قرآن پڑھ جاوے۔ لیکن کل کو قیامت میں جب قرآن پڑھنے کا وقت

آئے گا کہ پڑھتا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا چلا جا۔ بڑھتا چلا جا۔ تو اس عبرت فرمایا کہ جب قرآن پر عمل ہوگا۔ زبان پر اتنا ہی آئے گا عمل میں نہیں ہو گا تو قرآن پڑھا نہیں جائے گا۔ دنیا والی بات نہیں ہے۔ عمل کچھ اور قرآن پڑھ رہے ہیں۔ دل میں کچھ اور زبان پہ بول رہے ہیں۔ وہاں تو جو عمل ہوگا وہ زبان بولے گی جو یقین ہوگا زبان بولے گی۔

اس لیے میرے عزیزو اور دوستو! اللہ رب العزت نے محنت کی دولت عطا فرمائی اور مسجد کے اندر آواز لگوائی کہ دیکھو یہ اپنے نقشوں سے نکل کر آؤ وقت تمہارے پاس موجود ہے۔ آنکھ نکل جائے گی تو وقت چلا جائے گا۔ محنت کرنے کا۔ اس وقت اگر محنت کر لی تو تم اندر کی بنیاد دل کو ٹھیک کر لوگے اور اگر تم نے وقت پر محنت خرچ کی تو موت کے وقت یہ حرکت ختم ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد یہ ختم ہو جائے گی قرآن میں ہے۔ وہ یوں کہیں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ لیا۔ ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون ۔ ترجمہ۔

"اے رب دیکھ لیا سن لیا سب ہماری سمجھ میں آگیا۔ اب آپ دنیا میں واپس بھیجئے ہم اپنے عمل کر کے آئیں گے۔"

تو گویا آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں۔ آخرت جیسے یہ ماں کا پیٹ یہ کمائی کی جگہ نہیں۔ کمانے کی جگہ دنیا ہے۔ ماں کا پیٹ ہے ہی نہیں کمانے کی کھانے کی، حلوؤں کی جگہ اور گلاب جامن کی جگہ اور چائے پینے کی جگہ وہ

محنت کی نہیں۔ تو عمل پر محنت کا میدان یہ دنیا ہے اب اگر آدمی مر جائے گا تو آخرت
میں عمل کا میدان نہیں رہے گا۔ محنت کا میدان ختم ہو جائے گا۔ آج جیسے بنیں
گے ویسا درجہ قائم ہو جائے گا۔ خراب بن گئے تو دوزخ اچھے بن گئے تو جنت جس
شکل کے اچھے بنے اس شکل کی جنت ملے گی۔ اب اس کے لئے مسجدیں بنیں
اور آواز لگائی گئی کہ دیکھو یہ چیزیں تم نے اپنے دلوں میں پیدا کرنی ہیں۔ اگر تم اپنے کو
قیمتی بنانا چاہتے ہو اور اگر کامیاب بنانا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے اندر یہ چیزیں
اتارنی ہیں۔ دل میں اتارو زبان سے جو بولو۔ اس کے خلاف محنت کرو اپنی اپنی
قربانی لے کے دعوت کی محنت کرو۔ تمہارے دل میں ان چیزوں کو دیکھا جائے گا
تم میں یہ ہیں یا نہیں۔ سب سے پہلی بات! اللہ اکبر! زمین آسمان۔ ہوا پانی آگ
پہاڑ جتنی چھوٹی بڑی شکلیں ہیں۔ ان سب سے اللہ بہت بڑے ہیں۔ وہ ہوا جس
کو خدا اگر مشرق سے مغرب تک ایک دن کے لئے چلا دے یا آدھے دن کے لئے
تو موسیٰ و عیسیٰ کے ہاتھوں جتنی ایجادات ہیں اور ان کے پیچھے چلنے والے جتنی
شکلیں لئے بیٹھے ہیں وہ روئے زمین سے آدھے دن میں صاف ہو جائیں۔
اگر ہلکی سی ہوا چلا دیں سب فنا ہو جائیں۔ اللہ اس ہوا سے بہت بڑے ہیں۔
تمہارے ہاتھوں کی شکلیں تو ہوا کے سامنے کچھ نہیں اور ہوا اللہ کے سامنے
کچھ نہیں۔ یہ آگ اگر مشرق سے مغرب تک لگا دی جائے جتنی اس میں شکلیں
بنی ہوئی ہیں۔ ایک دن کی تاب نہ لا سکیں اور یہ ساری راکھ ہو جائیں جل کر

اور ساری خاک ہو جائیں۔ اگر مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں آگ لگا دے
خدا۔ تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا اس آگ کے سامنے کچھ نہیں جو خدا کی کائنات کے
خزانوں میں ہم آگ ہے۔ یہ ساری آگ اس آگ کے سامنے کچھ نہیں اللہ بہت
بڑا ہے۔ یہ پوری زمین۔ اگر اسے ہلا دیا جائے اور جامنوں کی طرح جس طرح جامنوں
کو ختم کرنے کے لئے برتن ہلاتے ہیں۔ اگر خدا چند منٹوں کے لئے اسے ہلا دیں تو
تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ بنا ہوا ہے وہ سارا زمین کے اندر مل کر ختم ہو جائیگا
یہ زمین اور تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر بنا ہے اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں
اللہ بہت بڑا ہے۔ اگر یہ سارا کائناتی خزانوں میں جس قدر پانی ہے اس کو پوری
دنیا میں بہہ دیا جائے طوفان نوح کی طرح تو یہ انسانوں کے ہاتھوں کا بنا ہوا
ایک دن کی تاب نہیں لا سکتا۔ سارا ٹوٹ کے ختم ہو جائے گا۔ تمہارے ہاتھوں
کا بنا ہوا پانی کے سامنے کچھ نہیں اور پانی خدا کے سامنے کچھ نہیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ بہت
بڑا ہے اللہ بہت بڑے ہیں۔ اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو۔ قرآن سے اللہ کی بڑائی
کی تحقیق کرو تمہاری سے اللہ بہت بڑے ہیں۔ ویسی بڑائی دل میں آ جاوے یقین
ایسا پیدا کرو جتنے وہ بڑے ہیں۔ جیسا وہ پیدا کرنے میں بڑے ہیں جیسا وہ دینے
میں بڑے تھا جیسا وہ پالنے میں بڑے ہیں جیسا وہ حفاظت کرنے میں بڑے ہیں
جیسا وہ پکڑنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ ذلیل کرنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ بڑے
ہیں ان کی بڑائی کو تم خالی اللہ اکبر کہہ کر نہیں جانو گے۔ تم ان کی بڑائی کا دان

سنو بیٹو کہ ان کی بڑائی کی حدیں سنو بیٹو کہ دو کی بڑائی دل میں جمع نہیں ہو سکتی
خداوند قدوس اپنی بڑائی کو اس وقت تک نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ ان کے
دل سے بڑائی نکل کر باہر نہیں آجاتی۔ خدا کی بڑائی کو بول بول کر سن کر اپنے
دلوں میں اتار لو اور ملک و مال اور زمین و آسمان اور ہر ایک شے دائمیات اور دنیا
کے کارخانے اور ملیں اور دنیا بھر کا سونا چاندی اور دنیا بھر کا عہدہ اور ریاستوں کی
کی بڑائی دل سے نکال دو مرنے سے پہلے پہلے اور مرنے سے پہلے پہلے دل
میں خدا کی بڑائی اتار لو۔ اگر غیروں کی بڑائی لے کر مرے تو وہ بڑا اندھیرا اور
اور وہ پٹائی ہوگی کہ الامان الحفیظ۔ ان کی بڑائی کو دل میں بول جماؤ جتنا کچھ آسمان
اور زمین میں ہے۔ یہ کچھ نہیں ہے۔ اللہ معبود ہے اللہ مقصود ہے۔ اللہ مطلوب
ہے اللہ عزت دینے والے ہیں اللہ غیروں کے بغیر جو چاہیں اپنی قدرت
سے کردیں اور غیروں سے خدا کے بغیر کچھ نہیں ہوگا غیروں سے نہ ہونے کو
دل میں اتار لو زمین سے آسمان مشرق تا مغرب اپنی زبان کا یقین نکال کر کہ
ہماری محنت سے کچھ نہیں ہوگا۔ خدا کے بغیر خدا سے ہماری محنت کے بغیر سب
کچھ ہوتا ہے۔ دنیا کی چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا خدا کے بغیر اور خدا سے دنیا
کی چیزوں کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے۔ اللہ کو کسی اور کی ضرورت نہیں۔ وہ جو کچھ
کرتا ہے اپنی قدرت کے ساتھ کرتا ہے اور جتنی اس میں شکلیں ہم نے بنا رکھی
ہیں وہ ساری شکلیں خدا کی محتاج ہیں۔ اس کو دل میں بٹھا لو۔

اب ان دو اعتبار سے سارے انسان اندھے، جتنے انسان دنیا میں ہیں خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، مالدار ہوں یا غریب ہوں مولانا صاحب ہوں جو بھی ہوں ان دو باتوں کے اعتبار سے اندھے ہیں۔ ایک انہیں خدا کی ذات ان کی بڑائی اپنے آپ نظر نہیں آتی۔ ایک انہیں غیر سے نہ ہونا اور خدا سے ہونا دکھائی نہیں دیتا انسان خدا کی ذات کے اعتبار سے اندھے ہیں۔ بڑائی کے اعتبار سے بھی اندھا اور خدا کی ذات کے ہونے کو دیکھنے کے اعتبار سے بھی اندھا، وہ نابینا ہے۔ زمینوں کو دیکھنے کے اعتبار سے، پہاڑوں کے اعتبار سے لوہے پیتل کے اعتبار سے بینا ہے مخلوقات کے اعتبار سے بینا ہے۔ خالق کے اعتبار سے ذات باری تعالےٰ کے اعتبار سے نابینا ہے، یہ۔

اگر اللہ کی بڑائی دل میں اتارنی ہے اور اللہ سے اپنی زندگیوں کو بنوانا ہے تو ہمیں جب اللہ دکھائی نہیں دیتے تو اللہ کے اعتبار سے ہم استعمال خود ہو جائیں گے۔ جو دکھائی دے گا وہ اپنے لئے طریقہ استعمال خود تجویز کرے گا جو چیز دکھائی دے گی وہ طریقہ استعمال خود تجویز کرے گی۔ خود مال دکھائی دے رہا ہے۔ طریقہ استعمال خود تجویز کرلیں گے۔ لیکن وہ خدا جو سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ سب چھوٹے ہیں۔ اسی سے سب کچھ ہوتا ہے اس کے بغیر سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اب وہ آپ کو دکھائی نہیں دے رہا۔ تو صاحب بتایئے آپ اس اعتبار سے اس کی عظمت کے اعتبار سے اور اس سے فائدہ

حاصل کرنے کے اعتبار سے آپ کیا طریقہ استعمال تجویز کرتے ہیں؟

اب کیا کرنا ہوگا؟ اندھے کے چلنے کی ترکیب یہ ہے کہ بینا کی آواز پر حرکت کرنے والا بن جائے۔ یہ ہے اندھے کی کامیابی کا راز۔ اگر اندھا اندھے پن سے چل دے یا موڑ سے گر کر مرے گا یا کھمبے سے سر پھوڑے گا۔ یا سانپ کو ہاتھ لگا دے گا۔ وہ کاٹے گا یا بچھو کا مرے گا یا پیاسا مرے گا۔ یا تریاق کی جگہ زہر کھا جائے گا۔ مر جائے گا۔ ٹٹولتا پھرے گا چیزیں کھانے کو ہیں لیکن ادھر ادھر سے گزر جائے گا۔ ہاتھ لگا کر تو نابینا کو اپنی زندگی کے رستوں کا حل اپنی حالتوں کا عمل نابینا اپنے اندھے پن سے نہیں کر سکتا۔ اسے بینا کی ضرورت ہے تو آواز لگائی جا رہی ہے کہ ساری دنیا کے انسان نابینا ہیں اور وہ جو بینا ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا نے انہیں آسمانوں پر بلایا۔ خدا نے اپنی ذات کو انہیں دکھایا۔ خدا نے اپنی جنت دوزخ انہیں دکھلائی۔ خدا نے اچھے برے عملوں کا نفع نقصان انہیں دکھلایا خدا نے سود پر زندگی کس طرح بگڑتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھ سے دکھایا۔ بلی کو بچھو کا مارنے سے اور اسے باندھ کر رکھنے سے زندگی کس طرح بگڑتی ہے۔ آنکھ سے دکھلایا۔ تو اللہ رب العزت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بینا بنایا ہے۔ خدا کی ذات کو دیکھا۔ خدا کی جنت دوزخ کو دیکھا۔ خدا کے بنائے ہوئے اچھے برے نقشوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ ان جوابات کے اعتبار سے سارے انسان اندھے ہیں۔ اب یہ آواز لگائی جا رہی ہے کہ اگر زندگی بنانی ہے

کامیاب اور اندر بنیادیں کامیابی کی بنائی ہیں تو دو تین چیزیں محنت کر کے بناؤ. خدا کی بڑائی کو دل میں اتار لو. خدا سے ہونا غیر سے نہ ہونا دل میں اتار لو. غیر کا چھوٹا ہونا اور خدا کا بڑا ہونا دل میں اتار لو اور سب کا اندھا ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بینا ہونا دل میں اتار لو اور اس کے بعد سب مشق کرو اس بات کی کہ بینا کی آواز پر استعمال ہونا آجاوے. پہلے طریقہ استعمال سیکھو. تجارت بعد میں کیجیو. پہلے بینا کی آواز پر تجارت میں استعمال ہونا سیکھو. گھر کی زندگی بعد میں بناؤ. پہلے بینا کی آواز پر گھر کی زندگی میں استعمال ہونا سیکھو. پیسے خرچ بعد میں کیجیو. مکان بعد میں بنائیو. سارے کام بعد میں کیجیو. پہلے تو بینا کی آواز پر حرکت کرنا سیکھو. ان کی آواز پر کھڑا ہونا ان کی آواز پر بیٹھنا ان کی آواز پر بولنا ان کی آواز پر سننا ان کی آواز پر دیکھنا. جس طرح وہ کہے اس طرح جھک جاؤ. جو بولنے کو کہے بولو. جہاں دیکھنے کو کہے دیکھو. کھڑے ہونے میں جہاں دیکھنے کو کہا وہاں دیکھو بیٹھنے میں جہاں دیکھنے کو کہا وہاں دیکھو. یہاں تک کہ یہ دل میں یقین پیدا کر لو کہ میں تو اندھا ہوں. مجھے تو اپنی کامیابی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا. محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بینا بنایا ہے وہ جس طرح کہہ گئے اسی طرح اٹھنے بیٹھنے میں. اس طرح چلنے پھرنے میں. اس طرح دیکھنے سننے میں. اس طرح لینے دینے میں. اس طرح پکڑنے چھوڑنے میں میری کامیابی ہے اور یہ ملک و مال میں مجھے کامیابیاں دکھائی دے رہی ہیں یہ میرا اندھا پن ہے. مجھے غلط دکھائی دے رہا ہے. ایک آدمی

کمزور نگاہ کا باہر سے آرہا۔ وہ یوں کہے یہاں یہ مسجد ہل رہی ہے کیا؟ دوسرے کہیں یہ مسجد نہیں ہل رہی۔ آپ ہل رہے ہیں۔ کیوں بھئی! یہ ایک کے دو کیسے نظر آرہے ہیں۔ ایک مینار کے دو مینار کیسے نظر آرہے ہیں آج لوگ کہیں دوسرا مینار نہیں بنوایا۔ آپ کی آنکھ میں خرابی ہے۔ آپ میں اندھا پن آگیا۔ اب یہ مسجد اس لئے بنی کہ اس کے حساب میں وقت نکالا جاوے۔ خالی اللہ اکبر چاہیے تم ساری عمر کہو۔ اللہ کی بڑائی دل میں تب بیٹھے گی۔ جب اس کا قرآن سنو گے سب سے پہلا قرآن اللہ اکبر کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن محمد رسول اللہ کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن ان باتوں کا قرآن پہلے آیا ہے۔ پہلے محنت کرکے قرآن سن سن کر حدیثیں سن سن کر اللہ کی بڑائی کو جان جاؤ ایک بڑائی وہ ہے جس کو جانتے ہو۔ سب سے بڑا بیٹا۔ سب سے بڑا پتھر۔ سب سے بڑی کوٹھی۔ اس قسم کے اکبر بہت بولے جاتے ہیں دنیا میں ادھا اکبر کو دیکھ کے بول رہے ہو۔ دیکھ جان کے سمجھ کے بول رہے ہو۔ اور ایک اکبر کو بغیر دیکھے بغیر جانے بغیر سمجھے بول رہے ہو۔ جیسے بہت بڑا ڈاکٹر جس طرح کہے اس طرح کرلو۔ بہت بڑا ڈاکٹر اس نے کہا کہ دیکھو فلانی چیز مت کھائیو۔ فلانی مت کھائیو۔ فلانی مت کھائیو۔ اور یہ کھائیو۔ یہ کھائیو، یہ کھائیو۔ وہ مت پیجیو۔ یہ پیجیو اب سب کیونکہ بہت بڑے ڈاکٹر صاحب ہیں۔ انہوں نے یہ پرہیز بتلایا ہے۔ اس کے کہنے پر چل رہے ہیں۔ اور

اللہ کو بھی بہت بڑا کہہ رہا ہے۔ رات دن انھوں نے کہا کہ سود مت کھائیو نہیں
تو معیبت میں آجاؤ گے۔ جھوٹ بول کے مت کھائیو، رشوت مت کھائیو
کسی کا دبا کے مت کھائیو۔ وہ بھی اس کو بھی کہتے ہیں۔ اکبر اور وہ بھی کہتا ہے
کہ یہ کھالوگے تو نقصان ہوگا۔ یہ کھالوگے تو فائدہ ہوگا۔ لیکن مجال ہے کہ اس
کے منع کیے ہوئے کو چھوڑ دیں اور اس کے بتلائے ہوئے کو پکڑ لیں یہ۔ کوئی
دنیا میں آج ہے کوئی مسلمان ایسا کرنے والا۔ بہت بڑا ڈاکٹر جانتا ہے۔ بہت بڑا
وزیر جانتا ہے۔ بہت بڑا سائنسدان جانتا ہے۔ بہت بڑی بندوق جانتا ہے
یہ ہر ایک کی جنس کی بہت بڑے کو جانتا ہے لیکن خدا کو جو بہت بڑا کہتا ہے اس
کو جو تو جانتا ہی نہیں۔ اس لیے اس نے اس کی بڑائی کو دل میں اتارنے کے
لیے کوئی محنت کی ہی نہیں۔ ان کی بڑائی پر محنت کی ہے ان کے پاس گیا ہے۔ ان
کے پاس اٹھا بیٹھا ہے۔ ان کی لائن کی کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کی لائن کی چیزوں کو
معلوم کیا ہے۔ لیکن اللہ کی لائن کی چیزوں پر کتنی محنت کی۔ یقین بنانے میں کتنے
ہاتھ پیر مارے۔ ان کی بڑائی کو دل میں اتارنے میں خدا کی معلومات کو معلوم کرنے
میں کتنا وقت صرف کیا۔ کتنا اس کو زندگی میں بولا۔ کتنا اس کی بڑائی کو سمجھا غیروں
کی تردید اپنی زندگی میں کتنی کی۔ نبیوں کی زندگی اس طرح گزری کہ غیر دل کی
بڑائی کی تردید کرتے ہیں۔ ان کی زندگیاں گزری ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی زندگی بھی اسی میں گزر گئی۔ لیکن یہاں اس چھوٹی زبان سے ایک لفظ

توحید میں ان چیزوں کے لئے نہیں نکلتا کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا خدا سے سب
کچھ ہوتا ہے یہ کچھ بھی نہیں۔ اللہ سب کچھ ہیں تو ہماری زبانیں گونگی ہیں، اللہ اکبر
کے اعتبار سے بولنے سے ہماری زبانیں گونگی ہیں لا الہ الا اللہ کے اعتبار سے
بولنے سے ہمارے کان بہرے ہیں اللہ اکبر کے اعتبار سے سننے سے اس لئے
اندر سے تو ہم پورے بن چکے ہیں۔ یہ مسجد اس سے بنی تھی اس مسجد کی ترتیب قائم
کرو۔ یہ ساری چیزیں دل میں اتریں گی، جان کی محنت سے اس لئے اس بات
کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت جو میں کہہ رہا ہوں۔ خدا کی بڑائی کی دعوت، اللہ سب سے
غیر سے نہ ہونے کی دعوت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات پہ ہونے کی
دعوت کہ انہوں نے فرمایا اگر اس کو توڑیں گے تو ناکامی ہوگی اگر اس کو کریں گے
تو کامیابی ہوگی اور اس کی دعوت دی جائے گی کہ ملک و مال کے نقشے سے کچھ
نہیں ہوگا۔ یہ سب دھوکہ ہے اور سبب کرو گے تو دھوکا کھل جائے گا۔ اس
سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ ایک زلزلہ آتا ہے کسی علاقے میں دھوکا کھل جاتا ہے
ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں۔ کسی علاقے میں سیلاب آتا ہے۔ دھوکا کھل
جاتا ہے۔ ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں۔ یہ تو سارا دھوکا ہے کہ ان چیزوں
کے اندر کامیابی ہے۔ کامیابی اس میں نہیں ہے کامیابی اس میں ہے
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کی طرح سے نماز پڑھنا سیکھو اور
کامیابی ملے۔ پس اس میں ہے۔ کامیابی کسی کوٹھی میں نہیں کسی مکان

میں نہیں کسی کارخانے میں نہیں۔ کان کھول کر سن لو بعد میں جب آنکھ کھلے گی تو پچھتاوے گا۔ مرنے سے پہلے پہلے اس بات کو دل میں اتار لے کہ حضور کے طریقے میں استعمال ہونے میں کامیابی ہے اور ملک و مال کے چکروں میں کوئی کامیابی نہیں۔ اس کو اپنے پلے باندھ لے۔ مرنے سے پہلے تیرے دل پہ کھل جائے کیونکہ تیرے مرتے ہی قبر میں جب جائے گا تو پہلا سوال یہ ہو گا کہ تیرا پالنے والا کون ہے اگر اس پر محنت کی تھی کہ دکان سے پلتا ہوں۔ اپنی محنت سے پلتا ہوں پیسے سے پلتا ہوں تو قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب خدا ہے جو دل میں نہیں زبان پر کیسے آئے چاہے تو کروڑ مرتبہ ضرور پڑھ لیا کر۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اور دکان پر یقین جما ہے تو یہ یقین معتبر نہیں ہے جس کو پالنے والا سمجھا کرتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی نہیں کرتا کوئی کرتا ہی نہیں اس کے خلاف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کو زبان سے کیا جس کی ہمیں معلومات حاصل نہیں ہیں۔ تو پہلا سوال ہو گا تیرا رب کون ہے؟ دکان جاتی رہے گی کھیتی جاتی رہے گی۔ ملک کا نقشہ ہاتھ سے لیا جائے گا۔ تو اگر اللہ اکبر تیرے دل میں بیٹھا ہوا نہیں ہے اور یہی ہے کہ میری محنت سے نقشے بنتے ہیں اور نقشوں سے میری زندگی بنتی ہے تو خدا کی قسم! یہ آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ میرے رب ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہو گا تیرا دین کیا ہے؟ پلنے کے لئے کیا کیا؟ آخر پلنے کے لئے کیا کیا۔ کوٹھیاں بنوائیں نقشے بنائے آخر کیا کیا پلنے کے لئے کیا کیا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے طریقہ پر یہ سب ٹھیک تو پھر کہے گا کہ پہلے گئے سے اسلام پر چلا ہوں اور اگر یہاں نقشوں ہی میں پلنا در حقیقت دیتا رہا تو کوئی آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے چلنے کا طریقہ اسلام سے ہے پھر یہ پوچھیں گے کہ اس آدمی کو کیا کہتا ہے جس نے کمانے میں یہ نہ کہا کہ جس طرح حضور نے فرمایا اس طرح کماؤں گا۔ اور شادی کرنے میں یہ نہ کہا جس طرح حضور نے شادی کو بتلایا۔ اس طرح کروں گا۔ زندگی میں کہیں طرح دارڈ کو بوتا کہیں سکھوں کو بوتا تھا کہیں یورپ کو بوتا تھا۔ کہیں ایشیا کو بوتا تھا کہیں نصرانی کو بوتا تھا کہیں یہود کو بوتا تھا۔ مکان ایسا بنائیں گے کپڑے ایسے بنائیں گے۔ تعلقات ایسے بنائیں گے۔ حضور کا نام زندگی کے کسی مرحلے میں آیا ہی نہیں۔ شادی کی تو غیروں کے نام پر۔ غیروں کے طریقے کیا ہیں۔ مکان بنایا تو غیروں کے نام پر۔ فلانی جیسی کوٹھی بنائیں گے۔ فلانی جیسی موٹر خریدیں گے۔ کہیں پھوٹی زبان سے زندگی کے شعبوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ آیا۔ وہ کہیں گے کیا کہتا ہے اس آدمی کو؟ وہ کہے گا میں نہیں جانتا کس کو پوچھتے ہو۔ بھئی میرے تو ہندے ہیں کوئی کوٹھی میں میرا معتقد ہے کوئی لباس میں میرا معتقد ہے کوئی عزادوں میں میرا معتقد ہے۔ کوئی کامیابی میں میرا معتقد ہے میں تو ہزاروں کے پیچھے چلتا تھا۔ ایک کو تو بتا نہیں سکتا۔ تم بتاؤ تم کون سے پوچھتے ہو؟ میں تو سمجھا نہیں۔ ایک آواز آئے گی جھوٹا ہے کم بخت!! اس کے لئے آگ کے بستر بچھا دو اور دوزخ کی کھڑکی کھول دو۔ اور آگ کے کپڑے پہنا دو۔ بس یہی تین سوال ہیں میرے عزیزو!

ان تین چیزوں کے لئے ان تین پر محنت کرنی پڑتی ہے وہ یہ ہیں۔ خدا پالنے والا ہے۔ حضورؐ کے طریقے پر محنت کرنے سے خدا پاتا ہے۔ حضورؐ کا طریقہ زبان پر چڑھ جائے۔ اور خدا پالنے والا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر محنت کر کے ہاتھ اٹھائیں گے خدا پائے گا۔ بس پہلے نماز پر محنت کرو حضورؐ کے طریقے پر نماز پڑھنی سیکھ جاؤ۔ اس کی دعوت دو۔ اس کے علم کے حلقوں میں فضائل کے مذاکروں میں مسائل کے سیکھنے سکھانے میں دعاؤں میں قرآن میں ذکر میں تلاوت اور نمازوں میں یہی ہمارا گھر میں محنت کا میدان ہے یہی ہمارا بازار کا نعرہ ہے۔ یہی ہمارا قبولیت کا نعرہ ہے یہی ہمارا ملکوں کے پاس جانے کا نعرہ ہے۔ کامیابی کے لیے نماز ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بناؤ۔ خدا کامیابی کے دروازے کھولے گا۔ پانچ باتوں پر نماز بناؤ۔ نماز مقبول ہو جائے گی۔ دروازے کھل جائیں گے کلمے والے یقین پر کماؤ۔ کلمے نماز کے فضائل والا شوق۔ مسائل والے طریقے۔ اخلاص والی نیت ہو جائے گی۔ اللہ والا دھیان ان پانچ چیزوں پر نماز آئے گی۔ نماز مقبول ہو جائے گی۔ انہی پانچ پر کمائی آئے گی۔ تو کمائی حضورؐ والے طریقے پر آ جائے گی کلمے والے یقین پر کماؤ تمہاری شکلوں سے پیسہ نہیں ملتا۔ خدا کے دینے سے ملتا ہے۔ حضورؐ کے طریقے پر آ جائے گی۔ کلمے والے یقین پر کماؤ تمہاری کوششوں سے نہیں پیسہ ملتا۔ خدا کے دینے سے ملتا ہے حضورؐ کے طریقے پر کماؤ گے۔ خدا تمہیں بہت کچھ دے گا دنیا میں بہت

دے گا۔ آخرت میں فضائل سے شوق پر مسائل کے طریقوں پر اللہ کے دھیان پر اور اخلاص والی نیت پر جب کمائی آئے گی۔ ان پر تو تمہاری یہ کمائیاں تمہیں جنت میں پہنچائیں گی۔ گھر کی زندگی ان پانچ پر آئے گی تو گھر کی زندگی تمہیں جنت میں پہونچائے گی۔ اگر تمہاری معاشرت اور آپس کے میل جول ان پانچ پر آئیں گے تو تمہیں جنت میں پہونچائیں گے۔ یہ پانچ چیزیں اپنے میں پیدا کرنا، اور ان کے لئے وقت نکالنا اور اس کی محنت کا میدان قائم کرنا۔ اس کی دعوت دینا۔ اس کا ماحول بنانا۔ اس کے لئے پھرنا اور پھرانا۔ اس کے لئے مسجدوں میں اکٹھا کرنا اور ہونا بس ایک چیز ہے کہ جو اپنا حصہ اس محنت میں ڈالے گا۔ اللہ کی ذات سے توقع ہے کہ خدا کی بڑائی اس کے بولنے میں آئے گی بننے میں سمٹے گی۔ تعلیم کے حلقے چل جائیں گے۔ کلمہ نماز کے فضائل کھل جائیں گے۔ کلمے نماز کی ترتیب حضور نے اپنے زمانے میں مسجدوں میں چلائی تھی اگر ہم اپنی مسجدوں میں بیٹھ کر ان چیزوں کو چلانے لگیں اور نماز کے باہر سب قبر ہمارے شعبے میں وہ بھی حضور کے طریقے پر آئیں گے حضور کے طریقے پر ہو گئے تو حکومت کرکے بھی جنت میں جائیں گے۔ اگر حضور کے طریقے پر نہ آئے تو حکومت میں رہ کر بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اگر آپ حضور کے طریقے پر چل گئے تو مالداری میں بھی جنت میں جائیں گے۔ اگر حضور کے طریقے پر نہ چلے تو فقیری میں بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اصل میں طالب کی ...

ہے وہ تو حضورؐ کے طریقوں میں کہا ہے۔ مسجد میں ماحول بنالو حضورؐ کے طریقوں
کو سیکھنے سکھلانے کا اور اس کے اندر کامیابی کے یقین بنانے ہیں مسجد میں ماحول
پھر اپنے اپنے شعبوں کو آہستہ آہستہ اس یقین پر لاؤ۔ جتنا اللہ شرح صدر نصیب
فرماتے رہیں اور جتنا نماز اور دعاؤں کے ساتھ یقین بڑھتا رہے اتنا ہی اپنے
باہر کے شعبوں کو بھی حضورؐ کے طریقوں پر لاتے رہو۔ ایک دم سارے طریقے
نہیں بدلا کرتے۔ ہاں البتہ محنت ایک دم شروع ہو جایا کرتی ہے۔ آدمی محنت
ایک دم شروع کر دیتا ہے۔ کھیتی کی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے۔ لیکن
کھیتی ہوتے ہوتے ہوتی ہے۔ کوٹھی بنتے بنتے بنتی ہے۔ بس محنت شروع
کر دی جائے۔ اسی لئے تبلیغ میں تھوڑی سی تربیت اپنی محنت کی کرنی ہے کلمے
نماز کی مسجد میں ماحول بنانے کی محنت ایک دفعہ ہمت کر کے تین چلے دیدو
سال کا چلہ دیتے رہو مہینے میں تین دن کے لئے نکلتے رہو۔ ہفتے کی دو گشتیں
کرتے رہو اپنی مسجد میں تعلیم تسبیح اور نفلوں کا اور ایمان کی دعوت کا ایک ماحول
بنالو۔ بس اگر اتنا کر لیا سارے مسلمان نے مل کر تو حضورؐ کے زمانے کا دین زندہ
ہو جائے گا۔ اور ایک بات خوب سمجھ لو کہ جب ایک دفعہ آنکھ بند ہو گئی تو آنکھ
بند نہیں ہو گی خواب والی بند ہو گئی۔ جاگنے والی کھل گئی۔ یہ جو تمہاری نظروں
کے سامنے ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے جب آنکھ کھلے گی۔ پھر کیا ہو گا۔
تمہارے سامنے یہ ہے اصل آنکھ کھل جائے گی۔ اس وقت پچھتاوے گا۔

اگر آپ زندگی کے شعبوں میں حضورؐ کے طریقے پہ چل رہے ہیں تو چاہو مبارک ہو
ہو اور اگر حضور کے طریقے زندگی کے شعبوں میں ٹوٹے ہوئے ہیں تو کمایا مال
حرام ہے۔ جب اس پہ پکڑیں گے تو پھر رونا پڑے گا۔ اس وقت پتہ چلے گا
اور بھائی آداب گھر کی زندگی کی طرف۔ اگر گھر کی زندگی میں حضور کے طریقے
ٹوٹے ہوئے ہیں تو اگر ایک بھی حرام کا لقمہ کھلایا بیوی کو یا اولاد کو تو اس پہ
پکڑیں گے کہ یہ کیوں کھلایا۔ اور یہ سور کی طرح ہے۔ سور پکا پکا کے کھلائیں
اپنے بچوں کو اپنے بیوی بچوں کو سور پکا پکا کے کھلا رہے ہو اور سود پیسہ
وہ سور سے زیادہ سخت ہے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے جو بھی شریعت کے
خلاف کمانا ہو گا۔ وہ سود کے حکم میں ہے اور سود سور سے زیادہ سخت ہے
اگر آپ کی گھر والی زندگی سود والے پیسے پہ چل رہی ہے اور آپ کی کمائی حضورؐ
کے طریقے سے ہٹ کر چل رہی ہے تو میاں پھر ایک منٹ کی گنجائش نہیں تاخیر
کی کہ اس سے توبہ کیا جائے۔ ایک منٹ کی گنجائش نہیں تاخیر کی پھر تو یا ہر شعبو
یقینوں کو ٹھیک کرو اور اپنی کمائی کو اپنے گھر کو حضور کے طریقے پر لانا سیکھو
اپنی کمائی کو حضور کے طریقے پر کیسے لاؤ۔ یہود کے طریقوں کو تو ہم لے آئے
اپنا جان و مال کے خرچ کو ان کے طریقوں پہ تو لے آئے جنہوں نے ہمیں تنگ
کیا۔ ہمارے ٹکڑے کئے۔ اور چودہ سو برس تک ہمیں پیسا ہے۔ اور اب بھی
پیس رہے ہیں۔ ان کے طریقوں پر تو ہم اپنا سب کچھ لے آئے ہیں پیچھے اپنی

کے اچھے لگتے ہیں۔ حضورؐ کے اور آپؐ کے صحابہؓ کے بچے اچھے نہیں لگتے لباس نصاریٰ کا اچھا لگتا ہے حضورؐ کا اور ان کے صحابہؓ کا لباس اچھا نہیں لگتا مکان نصاریٰ کے اچھے لگتے ہیں مکان حضورؐ اور صحابہؓ کے اچھے نہیں لگتے تو زندگی تو یہود و نصاریٰ تک تو پہنچا دیا۔ ہم نے اب اس تشکیل کو سیکھو کہ کس طرح یہود اور نصاریٰ کے طریقوں سے ہٹ کر حضورؐ اور ان کے صحابہؓ کے طریقوں پر آجائیں۔ اب تو حالت یہ ہے۔ کہ بیوی بچے مکان کاروبار اس کے اندر ان کے سامنے یہود ہیں۔ نصاریٰ ہیں۔ یہ ان کو دیکھ دیکھ کے چل رہے ہیں۔ ایک دفعہ بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ حضورؐ کا مکان کیسا تھا جب یہ کپڑا بناتے ہیں ایک دن تصور میں یہ نہیں آتا کہ اپنے بچوں کے کپڑے ایسے بنالو جیسے حضورؐ کے تھے۔ یہ شادی کرتے ہیں کبھی تصور میں نہیں آتا حضورؐ نے کس طرح بیاہ کئے جس طرح حضورؐ نے کیا ہم بھی کرلیں۔ تو آپ تو حضورؐ کو امام بنائیں گے ہی نہیں۔ آج امام بنا رکھا ہے۔ یہود کو اس امت کے یہودیوں نے ہمیں ذبح کیا چودہ سو برس تک وہ امام بن چکے ہیں۔ زندگی میں تھوڑے سے نمازی! کچھ پڑھ رہے کچھ نہیں پڑھ رہے۔ تو نمازیوں نے بھی مقتدا بنایا یہود کو اور ان بے نمازیوں نے بھی اپنا مقتدا اور امام بنایا نصاریٰ کو۔

ذوق ابراہیمی نہیں ہے۔ ذوق آذری ہے۔ ذوق موسوی نہیں ہے ذوق فرعونی ہے۔ ذوق محمدی نہیں ذوق قارونی ہے۔ تو کبھی اگر یہی اچھا

لگتا ہے تو مبارک ہے۔ چلئے آپ مرنے کے بعد دیکھئے گا کیا ہوگا۔ اگر یہی اچھا لگتا ہے اور چلانا اسی کو ہے۔ جیسے چلا رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے تو نین چلے کیا ہم ایک دن بھی نہیں چلتے کسی سے ایک دن بھی نہیں اور میاں اگر اس سے مرنا چاہیے تب ہم تو بڑے غلط پھنس گئے اور زندگی میں ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑیاں ماری ہیں۔ یہ سب ہم نے خود کیا ہے اور دنیا کے اندر جو ہم مصیبتوں کا شکار اپنے ہاتھوں ہوئے ہیں اب ہم کیسے زندگی کے رخ کو پھیریں تو سب سے پہلے اپنے میں مجاہدے کی عادت ڈالئے۔ پہلے علم سیکھئے دعوت دینا سیکھئے تعلیم کے حلقوں میں بیٹھنا سیکھئے تو ہم سے عہد والی زندگی کی مشق کیجئے پھر آؤ اور اسے محلے میں چلاؤ۔ خاندان میں چلاؤ۔ رشتے داروں میں چلاؤ نیت میں رکھو سب سے ڈھونڈنا ہے ان کو سیکھنے سیکھنے پھر کسی کے جی کو لگ گئی تو خاندان بن گیا۔ خاندان بن جائے گا سارا۔ اگر کسی ایک کے بھی جی کو لگ گئی۔ ایک ایک نقشہ بدلتا ہے آج عورتیں کہاں تک پہنچ گئیں کہ کتوں سے زنا کرائیں گی۔ یورپ کی عیسائی عورتیں کراتی ہیں۔ کتوں سے زنا اگر یورپ ہی امام بنا رہا تو آدمی اپنی ماں سے زنا کرے گا۔ اپنی بیٹیوں سے زنا کرے گا۔ یہ زنا کے امام ہیں۔ وہاں تک پہنچو گے جہاں یہ پہنچے ہیں۔ اُف اُف! یہ خون کی ندیاں بہانے کے امام ہیں۔ تم بھی وہیں تک پہنچو گے۔ بُرے سے بُرے بنو گے شریف انسان نہیں بن سکتے۔ شریفوں کے پیچھے چلو گے شریف ہو گے۔ اور کمینوں کے پیچھے

چلو گے تو کتنے ہو گے شرفیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ جن
کے ساتھ شرافتیں جمع ہیں۔ ساری شرافتیں سارے کمالات۔ ساری خوبیاں
ان میں جمع ہیں۔ ان کے پیچھے چلو اس کے لئے چاہیے وقت وقت ذوق کی تبدیلی
کے لئے چاہیئے۔ وقت اور جتنا اس کے لئے محنت کرو گے ذوق بدلے گا۔ ہم
کماتے رہیں۔ ایک دم حضور کا ذوق آجائے یہ ناممکن ہے۔ ہم مکان بناتے ہیں۔
کوٹھیاں بناتے ہیں۔ بلڈنگیں بناتے ہیں۔ بیاہ شادیاں کرتے ہیں۔ شاندار چیزیں
خریدتے ہیں اور جو پیسہ ہاتھ میں آجاوے وہ حقیقی منزل نہ سارا انہی میں
لگاتے رہیں اور اس کے لئے نہ مال لگے نہ جان تو خدا کی قسم یہود اور نصاریٰ کے بہت
زیادہ قریب ہو جاؤ گے اور خون چوسنے والوں کے قریب ہو جاؤ گے۔ جس نے
(یعنی حضور نے) ہماری حفاظت کے لئے خون دیا تھا۔ اس سے دور ہو جاؤ گے
اور جو اپنی حفاظت کے لئے ہمارا خون کرتا ہے اس کے قریب ہو جاؤ گے۔ تو گویا
خون دینے والے سے دور ہوئے اور خون لینے والے سے قریب ہوئے حالانکہ
حضور سے قریب ہونے میں ہمارا فائدہ ہے اور حضور سے دور ہونے میں ہمارا نقصان
ہے۔ اس لئے کہیں ہیں کہ اس ماحول کو بدلو یہ ماحول نہایت زہریلا ہے اس کی
تو ہر چیز غلط۔ اس کی ہر چیز بھی صحیح ہو تو کہیں کہ کچھ صحیح ہے مجھے بتا دو کہ اس کی
کونسی چیز صحیح ہے اب ایک بات ہماری مان لو۔ سو ڈیڑھ سو دو سو روپیہ ساتھ
لے کے ہمارے ساتھ لاہور چلو بیس دن تو سنتے رہو پھر جتنا وقت خدا تمہارے

دل میں ڈال دے۔ استادسے رخصت چاہے کہ تین دن کے لئے چلو اور یہ نیت کرکے چلو کہ اللہ میرے جی میں ڈال دے اور یوں دعا کرو کہ اللہ تو اس کو میرے جی میں ڈال دے۔ اگر جی میں نہ آوے تو واپس چلے آئیو۔ اور اگر اللہ جی میں ڈال دے تو جتنا وقت اللہ جی میں ڈال دے استاد سے آ کہو۔

(۶)

"مسلمانوں کو امّت بننے کی دعوت"

خطبہ مولانا عبد العزیز کھلنوی

"یہ تقریر وصال سے تین دن پہلے یعنی ۲۶ ذیقعدہ مطابق ۲۰ مارچ، منگل کے دن، بعد نماز فجر رائیونڈ ضلع لاہور میں فرمائی تھی"

"دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ساری رات نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں جو سمجھ کے عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے بچائیں گے۔ ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔

یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے۔ اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں۔ بلکہ ٹکڑے ٹکڑے رہیں۔ اب مسلمان اپنا امت پنا یعنی امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں۔ جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے۔ ایک پکا مکان نہیں تھا مسجد تک پکی نہیں تھی۔ مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔ مسجد نبوی میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلا ہے۔

سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داری رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ سنہ ۹ھ میں اسلام لائے ہیں اور سنہ ۱۰ھ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے تو جیسے یہ سب کچھ ہو گیا اس وقت مسجد نبوی میں چراغ جلا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پہنچ چکا تھا اور امت بن چکی تھی پھر یہ امت دنیا میں اٹھی جدھر کو نکلی ملک ملک پیروں میں گرے یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان اپنی برادری اپنی پارٹی اپنی قوم اپنے وطن اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔ مال جائداد بیوی بچوں کی فکر دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسول کیا فرماتے ہیں۔ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہونے سے ساری امت ہل جاتی تھی اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پہ جوں نہیں رینگتی۔

امت کسی ایک قوم اور ایک علاقے کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سیکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے۔ جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقے کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے۔ وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور کی اور صحابہ رضی

کی محنتوں پر پانی پھیرنا ہے۔ امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پٹ رہا اور مر رہا ہے کہ اس نے امت پنے کو ختم کر کے حضورؐ کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے میں یہ دل کے غم کی باتیں کہہ رہا ہوں۔ ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ امت کیا ہے اور حضور نے کس طرح امت بنائی تھی۔

امت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدائی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو، ذکر ہو، مدرسہ ہو، مدرسہ کی تعلیم ہو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا، سب کچھ کرو لیکن میری زبان مت کاٹو۔ تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضورؐ نے فرمایا کہ علی

کا قاتل میری امت کا سب سے زیادہ شقی اور بدبخت ترین آدمی ہوگا۔ اور مدرسہ کی تعلیم تو ابوالفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھ دی۔ حالانکہ انہوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا۔ جو باتیں ابن ملجم اور ابوالفضل فیضی میں تھیں وہ امت بننے کے لئے اور خدا کی غیبی نصرت کیلئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے۔ وہ جب سرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنا لیا تو شیطان نے وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ یہ میرے دوسرے علاقے کے لوگ۔ ان کی بات یہاں کیوں چلے۔ انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کرائی۔ ان کے کتنے ہی ساتھی شہید کر دیئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر امت پنے کو توڑ دیا۔ اللہ نے اسکی سزا میں انگریزوں کو مسلط کیا یہ خدا کا عذاب تھا۔

یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب امت کو توڑنے والی باتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو غلطی ہوئی وجہ اگر دب نہ گئی ہو تو اس کے نتیجے میں انصار اور مہاجرین میں تفریق ہو جاتی، اس کا نتیجہ حضرت سعدؓ کو دنیا میں ہی بھگتنا پڑا۔ روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا۔ اور

مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ ۔۔۔ رمیناہ بسہم فلم یخط فوادہ

اس واقعہ نے مثال کر دی اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقہ کی بنیاد پر امت پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دیگا۔

امت جب بنے گی امت کے سب طبقے بلا تفریق اس کام میں لگ جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے گئے ہیں اور یاد رکھو امت پنے کو توڑنے والی چیزیں معاملات اور معاشرت کی خرابیاں ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت پنا ٹوٹتا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور اس کا اکرام کرنے سے بنے گی۔ بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب کچھ قربان کرکے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک دن میں لاکھوں کروڑوں روپے آئے۔ ان کی تقسیم کا مشورہ ہوا۔ اس وقت

ترجمہ: ہم قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا جو ٹھیک اسکے دل پر لگا۔

امت بنی ہوئی تھی۔ مشورہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلہ یا ایک ہی طبقہ کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے جو حضور کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اور خواص سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے مشورہ سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ حضورؐ کے قبیلے والوں کو دیا جائے اس کے بعد حضرت ابوبکر کے قبیلہ والوں کو۔ پھر حضرت عمرؓ کے قبیلہ والوں کو اس طرح حضرت عمرؓ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے۔ جب بات حضرت عمرؓ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس امت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور آپ کے صدقے میں مل رہا ہے۔ اس لئے بس حضورؐ ہی کے تعلق کو معیار بنایا جائے جو نسب میں آپؐ سے زیادہ قریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے۔ جو دوم سوم چہارم نمبر پر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے۔ اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے۔ اس کے بعد بنی عبد مناف کو پھر نوفل کی اولاد کو پھر کلاب پھر کعب کو پھر مرہ کی اولاد کو۔ اس حساب سے حضرت عمرؓ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا۔ اور اس کا حصہ بہت کم ہو جاتا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلہ کو اتنے پیچھے ڈال دیا۔ اس طرح بنی تھی یہ امت!

امت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس

میں جوڑ ہو۔ پھوٹ نہ پڑے۔ حضورؐ کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائے گا جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہوگا، مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا کیونکہ اس کی کسی بات نے امت میں تفریق ڈالی ہوگی۔ اس سے کہا جائے گا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے جس کی وجہ سے امت کو نقصان پہنچا۔ اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز روزہ حج وغیرہ کے بہت کمی ہوگی اور وہ خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا۔ مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا۔ وہ خود پوچھے گا یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے۔ اس کو بتایا جائے گا کہ تو نے فلاں موقع پر ایک بات کہی تھی جس سے امت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہوگیا۔ یہ سب تیرے اسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے۔

امت کے بنانے اور بگاڑنے میں۔ جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے۔ یہ زبان دلوں کو توڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے۔ اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک ہی بات جھگڑا ختم کر دیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبان پر قابو ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ

ہے اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آرہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضور کی اور اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہو گئیں اور اوس، و خزرج شیر و شکر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کسی طرح ان کو پھر سے لڑایا جائے۔ ایک مجلس میں جس میں دونوں قبیلوں کے آدمی موجود تھے۔ ایک سازشی آدمی نے ان کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کے اشتعال پیدا کر دیا۔ پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں، پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے حضور سے کسی نے جا کر کہا آپ فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کر دگے۔ آپ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا۔ دونوں فریقوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلایا دونوں روئے اور گلے ملے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ الخ" اے مسلمانوں خدا سے ڈرو۔ جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرمانبردار بندے رہو" جب آدمی ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا۔ اس کے قہر و عذاب سے ڈرتا رہے گا اور مرتے دم

اس کی تابعداری کریگا تو شیطان بھی اسے نہیں بہکا سکے گا۔ اور راست
پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گا۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْہَا۔

"اور اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور استقامت کی صفت کے ساتھ سب مل کر دین کی رسی کو تھامے رہو اور اس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقے کی بنیاد پر زبان کی بنیاد پر یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو پشتوں سے تم میں چلی آرہی تھی تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچا لیا ہے"

شیطان تمہارے ساتھ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا موضوع ہی بھلائی کی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور ہر فساد سے روکنا ہو۔ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ "امت میں ایک

گروہ وہ ہو جسکا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور قسم کے خیر کی طرف بلائے۔ ایمان کے لئے اور خیر ان کی نیکی کے راستے پر چلنے کے لئے محنت کرتا ہے۔ نمازوں پر محنت کرے ذکر پر محنت کرے۔ حضورؐ کے لائے ہوئے علم پر محنت کرے۔ برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے امت ایک امت بنے رہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ " جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیروی کر کے اور الگ الگ راہوں پہ چل کے اختلاف پیدا کریں گے اور امت بنے کو توڑیں گے تو ان پر خدا کی سخت مار پڑے گی

دین کی ساری تعلیم اور ساری چیزیں جوڑنے والی اور جوڑنے کے لئے ہیں۔ نماز میں جوڑ ہے روزہ میں جوڑ ہے۔ حج میں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبانوں والوں کا جوڑ ہے تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحفہ تحائف کا لین دین یہ سب جوڑنے والی اور جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور قیامت میں ان اعمال کے لئے محنتیں کرنے والوں کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے برخلاف باہم بغض و حسد غیبت چغلخوری۔ توہین و تحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والی اور توڑنے والے اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال

والے آخرت میں روسیاہ ہوں گے۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۚ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ "جنہوں نے پھوٹ ڈال کے اور پھوٹ والے اعمال کر کے امت کو توڑا ہوگا وہ قیامت کے دن قبروں سے کالے منہ اٹھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان واسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا۔ اب تم یہاں دوزخ کا عذاب چکھو اور جو ٹھیک راستہ پہ چلتے رہے ہوں گے ان کے چہرے نورانی اور چمکتے ہوئے ہوں گے اور وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنت میں رہیں گے"

میرے بھائیو دوستو! یہ سب آیتیں اس وقت اتری تھیں جب یہود نے انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ان کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا تھا ان آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو کفر کی بابت کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آج ساری دنیا میں امت بنا توڑنے کی محنت چل رہی ہے اس کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضور والی محنت میں لگا دو۔ مسلمانوں کو مسجدوں میں لاؤ۔ وہاں ایمان کی باتیں ہوں تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں۔ دین کی محنت کے مشورے ہوں۔ مختلف طبقوں کے اور مختلف برادریوں کے مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی کے طریقوں پر ان کاموں میں جڑیں۔ جب امت پنا آئے

گا۔ ان باتوں سے بچیں جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے۔ جب تین بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ چار یا پانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں یا چھٹواں اللہ ہمارے ساتھ ہی موجود ہے اور وہ ہماری ہر بات سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم امت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا امت پنا توڑنے کی۔ ہم کسی کی غیبت اور چغلخوری تو نہیں کر رہے۔ کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے۔ یہ امت حضورؐ کے خون اور فاقوں سے بنی تھی۔ اب ہم اپنی معمولی معمولی باتوں پر امت کو توڑ رہے ہیں۔ یاد رکھو نماز جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہ ہوگی جتنی امت کے توڑنے پر ہوگی۔ اگر مسلمانوں میں امت پنا آجائے تو وہ دنیا میں ہرگز ذلیل نہ ہوں گے، روس اور امریکہ کی طاقتیں بھی ان کے سامنے جھکیں گی۔ اور امت پنا جب آئے گا "اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" پر مسلمانوں کا عمل ہو یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بننے اور ذلت و تواضع اختیار کرنے کو اپنائے تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے۔ جب مسلمانوں میں "اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" والی صفت آجائے گی تو وہ دنیا میں "اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ" یعنی کافروں کے مقابلہ میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے۔ چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

میرے بھائیو، دوستو! اللہ و رسولؐ نے ان باتوں سے شدت اور سختی سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی

جو دو دو چار چار الگ کانا پھوسی کریں اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کرسکتا ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطانی کام بتایا گیا۔

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع کیا گیا۔ "لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ۔" اس سے منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی کوئی برائی جو معلوم نہ ہو اس کو تجسس کر کے معلوم کیا جائے اور جو برائی کسی کی معلوم ہوگئی ہو اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا۔ اور غیبت کو حرام کیا گیا۔ غیبت اس کا نام ہے کہ جو واقعی برائی کسی کی معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے

یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کرکے امت اپنے کو توڑتی ہے۔ ان سب کو حرام قرار دیا گیا اور ایک دوسرے کا اکرام واحترام کرنا جس سے امت جڑتی بنتی ہے اس کی تاکید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا کیونکہ اس سے امت بنتی نہیں بگڑتی ہے امت جب بنے گی جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں اس لئے مجھے عزت لینی نہیں بلکہ دوسروں کی عزت کرنی ہے اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزت کروں۔ ان کا اکرام کروں۔

اپنے نفسوں اور ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو امت بنے گی اور امت بنے گی تو عزت ملے گی۔ عزت اور ذلت روس اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے جو شخص یا قوم، خاندان، طبقہ چمکانے والے اصول اور اعمال لادے گا۔ اس کو چمکادیں گے جو مٹنے والے کام کریگا۔ اس کو مٹادیں گے یہود نبیوں کی اولاد ہیں۔ اصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کر ان کو توڑ دیا صحابہ کرامؓ بت پرستوں کی اولاد تھے۔ انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا۔ اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ حضور کی امت میں امت پنا آجائے۔ اس میں ایمان ویقین آجائے، یہ ذکر وتسبیح اور تعلیم والی خدا کے سامنے جھکنے والی، خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی۔ دوسروں کا اعزاز واکرام کرنے والی امت بن جائے عاجزی کرنے والی، نافرمانی نہ کرنے والی اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی تحقیر وتمسخر اور تجسس و غیبت نہ کرنے والی امت بن جائے۔ اگر کسی ایک علاقہ میں بھی یہ محنت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونی چاہیئے تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں اور علاقوں اور طبقوں اور مختلف زبانوں والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اصول کی پابندی کراؤ۔ پھر انشاءاللہ امت بننے والا کام ہوگا اور شیطان اور نفس خدا نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے دیہات میں محنت کرنے اور فضا بنانے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا اور حسب معمول دعا پر تقریر ختم ہوئی۔

(۷)

ایک اہم تقریر

منقول از بیاض میاں جی محمد عیسیٰ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بھائی دوستو! بڑی دقت کی بات یہ ہے کہ اپنی غلط کاری کی بنا پر ہمارا ذہن انفرادی بن چکا ہے۔ دین کے بارہ میں بھی اور دنیا کے بارہ میں بھی۔ یہاں کے بارہ میں بھی اور آخرت کے بارہ میں بھی۔ ذہن یہ بن گیا کہ بس اپنی ذات والے حال میں لگا رہے۔ خواہ دین کا حال ہو یا دنیا کا۔ اس

سے اپنا مسئلہ درست ہو جائے گا۔ حالانکہ شخصی احوال پر طاقت خرچ کرنے سے بلا و مصیبت کم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اجتماعی احوال کو جبتک ٹھیک نہ بنایا جاوے اس وقت تک شخصی حالات درست ہونا مشکل ہیں۔ اگر اجتماعی زندگی کی خرابی پر کوئی اجتماعی مصیبت آپڑے تو پھر ہر کسی کی شخصی بھی بگڑتی چلی جاوے گی۔ اور اس کے برعکس اگر اجتماعی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کی جارہی ہوگی تو ایک ایک شخص کا انفرادی مسئلہ بھی بہتر ہوتا چلا آویگا۔ جب کسی قوم ملک یا امت کا اجتماعی مسئلہ بگڑا ہوا ہو اور طاقت اس کی درستگی پر لگائی جاوے تو وہ اجتماعی بھی درست ہو جاتا ہے۔ اور ہر کسی کا شخصی بھی درست ہو جاتا ہے ہمیں غلط فہمی ہوتی ہے کہ فلاں تدبیر کے نہ کرنے کی وجہ سے معاملہ بگڑا ہے حالانکہ ہمارے ایک ایک مسئلہ کا بگڑنا اور بننا اجتماعی مسئلہ کے ساتھ ہے ہاں اگر تھوڑے سے آدمی اجتماعی مسئلہ پر طاقت لگادیں تو سب کے مسائل اجتماعی اور انفرادی درست ہو جاویں گے اور اگر کچھ لوگ بھی پوری قوم میں سے اس کا فکر رکھنے والے نہ ہوئے تو اجتماعی کے ساتھ ہر کسی کا شخصی مسئلہ بھی بگڑ جائے گا۔ اور سوائے حسرت و یاس کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اجتماعی مسئلہ کے بگڑنے کی صورت میں اگر قوم کے اولیاء اللہ اس کے سدھار کے لیئے راتوں کو رو رو کر بھی دعائیں کریں گے تو ان کی دعائیں بھی حالات کو بہتر نہیں بنا سکتیں۔

اگر خدائے تعالیٰ کے ہاں سے فیصلہ ہو جاوے کہ کسی ملک کے انسان بھوکے مریں تو اگر بھوک سے بچنے کے لئے ایک ایک شخص پوری طرح جان بھی کھپا رہا ہوگا تب بھی ایک ایک کر کے بھوک سے ہلاک ہو جاویں گے۔ اپنی ذات کے مسئلہ میں لگ جانا ہے تو اجتماعی کے بگاڑ کا ذریعہ ہے۔ جوں جوں اپنی ذات کے لئے جان کھپا دے گا اسی قدر اجتماعی حالات بگڑتے جائیں گے۔ اور یہاں تک بگڑیں گے کہ احادیث میں آتا ہے کہ لوگ قبروں پر سے گزرتے ہوئے حسرت کریں گے کہ کاش ہم بھی قبروں میں ہوتے آدمی آدمی کو کاٹ کر کھا جاوے گا۔ یہ جب ہوگا کہ ہر کسی کا جذبہ جانوروں کی طرح صرف اپنی ہی ذات کے لئے ہو ایسے انسان انسانوں کے جامہ میں درندے ہوتے ہیں۔ ساری پریشانی اس وجہ سے ہے کہ وقت تو اجتماعی مسائل کے قربانی دینے کا ہے اور کوشش اس بات کی کر رہے ہیں کہ اچھا ہے جب تک دوکان چلتی رہے چلاؤ۔ یا زمین میں لگاجارنے لگے رہو محض اپنے لگنے سے مسائل درست نہیں ہوتے بلکہ اللہ پاک ہی بگاڑتے ہیں اور وہی بناتے ہیں۔

یقین اس بات پر جانا ہے کہ جس چیز پر اللہ پاک طاقت لگوانا چاہتے ہیں اس میں لگنے سے تو مسائل ٹھیک ہوتے ہیں۔ اور جن مخلوقات پر انسان از خود طاقت خرچ کرتا ہے اس سے مسائل بگڑتے ہیں۔ انفرادی بھی بگڑتے ہیں اور اجتماعی بھی۔ طاقتیں جب مخلوق پر خرچ ہونے لگیں تو خدا کا غضب

نازل ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں وہ جان لیوا ہوتے ہیں۔ جس طرح چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں۔ اسی طرح حالات بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ سورج مخلوق ہے چاند مخلوق ہے۔ زمین و آسمان مخلوق ہیں اور سارے جانور بھی مخلوق ہیں۔ حالات چیزوں کی مخلوق نہیں ہیں۔ حالات مستقل طور پر اللہ کی مخلوق ہیں۔ یہ بات نہیں کہ اگر کسی نے چاہا تو امن کر دیا اور چاہا تو فساد کر دیا۔ نہیں بلکہ یہ احوال اللہ پاک کے لانے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جس طرح سورج اللہ کی مخلوق ہے۔ اسی طرح وہ روشنی جو اس میں سے نکل رہی ہے وہ بھی اس کی مخلوق ہے جب چاہتے ہیں سورج سے روشنی نکالتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سلب فرماتے ہیں۔ کسی ہتھیار سے آدمی نہیں مر جاتا۔ بلکہ جس طرح وہ آدمی اللہ کی مخلوق ہے۔ اسی طرح اسکی موت بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ جب اللہ پاک مارنا چاہتے ہیں تو موت وقوع میں آتی ہے۔ اسی طرح عزت و ذلت، فقر و فاقہ وغیرہ سب اللہ پاک ہی کی مخلوق ہیں۔ ہمیں غلہ سے پیٹ کا بھرنا نظر آتا ہے۔ اور اسی طرح سے دوسری چیزوں میں ہم غلط طور پر احوال کو دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور غلط تخیل قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں صاف صاف ارشاد ہے کہ پانی ہم اتارتے ہیں۔ کھیتی ہم اگاتے ہیں۔ ایک عورت اگر خدا کی مخلوق ہے تو اس کے اندر ہیں جو بچہ ہے وہ بھی اللہ ہی کی مخلوق ہے۔ مخلوق کسی وقت

خالق نہیں بن جاتی۔ جو اوّل چیز کو بنانے والا ہے۔ دوسری کو بھی وہی بنائیگا کسی مخلوق کو مخلوق میں (سے ظاہر ہوتا) دیکھ کر (اس مخلوق پر) طاقت خرچ ہوگی تو مسئلہ بگڑے گا۔ روٹی کھانے میں پیٹ بھرنا (یعنی پیٹ بھرنے کی لازمی خاصیت) نہیں ہے۔ حضرت سجادیہؒ فرماتے تھے کہ کبھی میری یہ حالت تھی کہ روٹی کھاتے میرا جبڑا دکھ جاتا تھا۔ اور پیٹ نہیں بھرتا تھا۔

جو کچھ بھی ہے زمین سے لے کر آسمان تک اور جو اس وقت موجود ہے اور جو آگے آنے والا ہے ساری ہی چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں اور سارے احوال بھی اس کے مخلوق ہیں۔ تو بس جب کچھ لینا ہو اس کے لینے کے لئے اللہ ہی پر طاقت صرف کی جائے۔ اگر خوف سے گھبراہٹ ہے تو بھی رابطہ اللہ پاک سے ہی پیدا کیا جاوے جس خوف کو اللہ پاک سے ہٹواؤ گے وہ ہمیشہ کے لئے ہٹ جاوے گا۔ اگر مخلوق پر طاقت صرف کر کے کوئی چیز حاصل کی تو وجود تو اس کا بھی اللہ ہی کے پیدا کرنے سے ہوگا تاہم مخلوق کے واسطے سے آنے کی صورت میں وہ فانی ہوگی۔ جو شخص اللہ سے نہ لے بلکہ مخلوق سے لے تو بہت ہی پچھتانا پڑے گا۔ اس لئے کہ جو مخلوق مخلوق میں سے آنے گی وہ فانی ہوگی۔ اور اس کے فنا پر حسرت و افسوس ہوگا۔ اور جو چیز اللہ سے آئیگی وہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ لا الٰہ الا اللہ کا مطلب یہی ہے کہ تمام مسائل کو ایک ذات باری تعالیٰ سے ہی حل کرانا ہے۔ لہٰذا وہ تدابیر اختیار کرو جو اس سے

لینے کی ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ سے لینے کی تدابیر اختیار کی جائیں گی تو دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔ غیر خدا پر طاقت لگا کر ہم جو سمجھ رہے ہیں کہ چیزوں سے کچھ پیدا ہو رہا ہے تو اس میں شرک کی بو آتی ہے۔ کوئی مخلوق اللہ پاک کے حکم کے بغیر کچھ دے نہیں سکتی۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ بتلایا گیا کہ مخلوقات میں کچھ نہ سمجھے بلکہ عقیدہ رکھے کہ اللہ ہی کرنے والے ہیں۔ اسی کو توحید کہتے ہیں جس طرح مخلوق سے فائدہ اٹھانے کی تدابیر ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سے لینے کی بھی تدابیر ہیں۔ سارے احکامات بعد کو آتے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ پاک پر یقین پیدا ہو جائے اور اسی کے پیدا کرنے کے لئے انسانوں میں کوشش کی جاوے۔ اس سلسلہ میں اگر تھوڑا سا راہیاں خوف برداشت کر لیا جائے گا تو ہمیشہ کے خوف سے چھٹکارا ہو جائے گا تھوڑی سی بھوک و پیاس برداشت کر لی جائے گی تو ہمیشہ کی بھوک و پیاس سے نجات مل جائے گی تھوڑا وقت بیوی بچوں کی جدائی میں گذر گیا تو ہمیشہ کا ساتھ نصیب ہو گا۔ حضرت صحابہ کرامؓ نے تھوڑے دن بھوک و پیاس برداشت کی تو اس دنیا میں بھی بڑی بڑی سلطنتوں کے دبے ہوئے خزانے تک ان کے پیروں میں آپڑے۔ ضرورت ہے کہ ذاتی تاثر کسی چیز کا نہ رہے تب ہی ملک دجال کے فتنوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اور اللہ کے لئے ہر کسی سے معاملہ کرنا آجاوے۔ جب روپیہ نہ ہو تو بھی متاثر نہ

ہو اور جیب روپیہ آجائے تو اس سے بھی متاثر نہ ہو۔ ایسے ہی لوگ صالح ہیں جو مخلوق کا تاثر ختم کر دیں۔ غرضیکہ اس وقت کے بگاڑ کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم سب جو اللہ پاک کے حکموں پر جان کھپانے والے ہوتے نہ مخلوق پر جان کھپانے اور اسی سے لینے کے غلط تصور کے عادی ہو گئے اللہ پاک کے حکموں پر جان کھپانے پر جس قدر اللہ کی مددوں کا یقین ہوگا اسی قدر غیب سے دروازے کھلتے جاویں گے۔ اگر خدا کے دین کے لئے جان کھپانے والوں کی مقدار بڑھے۔ اور اس پر یقین ہو تو چونکہ ساری مخلوقات اللہ کی ذات سے وابستہ ہے۔ ہماری مرغوبات ہوں یا مکروہات اللہ ہی کی طرف سے ہیں جب یہ بات ہے تو دونوں کو پوری طرح مخلوق میں اللہ پاک کا یقین پیدا کرنے کے لئے ٹھوکریں کھائیں۔ اور راتوں کو اس کی جناب میں پوری طرح گریہ وزاری سے دعائیں مانگیں تو انشاء اللہ ہر طرح اجتماعی و انفرادی احوال درست اور موافق ہو جائیں گے۔

(۸)

کامیابی اور ناکامی کی حقیقی بنیاد

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بھائیو دوستو! کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوتا ہے اُس کے دو رُخ ہیں ایک رُخ ظاہر کا ہے اور وہ یہ ہے کہ چیزوں میں سے چیزیں نکل رہی ہیں اور چیزوں میں سے اثرات اور خواص ظاہر ہو رہے ہیں جیسے مٹی سے غلّہ۔ غلّے سے غذا۔ غذا سے پیٹ کا بھرنا پھر اس کا خون بننا، خون سے منی کا یعنی نطفہ کا بننا، پھر اس سے خون کا لوتھڑا بننا پھر اُس میں اعضا کا اور شکل انسانی کا بننا (اور اسی پر قیاس کر لیجئے دنیا کی ساری چیزوں کو) یہ وہ رُخ ہے جو انسان پر بحیثیت انسان ہونے کے کھولا گیا ہے یعنی ہر انسان اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کا مشاہدہ کر رہا ہے دوسرا رخ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے اور اس کے حکم سے ہو رہا ہے اور یہ سب اللہ کا نظر نہ آنے والا ہاتھ کر رہا ہے۔ یہ رُخ انسانوں پر بحیثیت انسان ہونے کے نہیں کھولا گیا اس لئے ہر انسان اس کو دیکھ نہیں پاتا۔ بلکہ یہ رُخ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں پر کھولا گیا ہے، یعنی یہ بات انبیاء علیہم السلام نے بتائی ہے کہ جو کچھ چیزوں سے بنتا ہوا اور ظاہر ہوتا ہوا نظر آتا ہے یہ چیزوں سے نہیں بنتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر سے بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ جس شکل سے جو چیز چاہیں بنا دیں یا بلا کسی شکل کے محض قدرت اور حکم سے چیز

بنادیں اسی طرح وہ قادر ہیں کہ جس چیز سے جو اثر چاہیں ظاہر کردیں۔ پانی سے چاہیں تو ڈبا دیں اور چاہیں تو تِرا دیں، آگ سے چاہیں تو جلادیں اور چاہیں تو نہ جلائیں۔ غذا سے چاہیں تو پیٹ بھریں اور چاہیں نہ بھریں۔ موت کی جگہ سے چاہیں تو زندگی نکالدیں۔ اور زندگی کی جگہ سے چاہیں تو موت نکال دیں۔ معجزوں سے یہی بات ظاہر کی جاتی ہے کہ چیزوں میں کچھ نہیں ہے۔ اللہ جس چیز سے جو چاہے نکال سکتا ہے وہ چاہے تو حکومتوں کی اسکیموں (اور منصوبوں) کو فیل کردے۔ اور محکوموں کی اسکیمیں چلادے۔ اس نے نمرود کی اسکیم کو فیل کردیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی اسکیم چلادی۔ فرعون کے ارادہ قتل کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو خود اس کے گھر میں پلوادیا۔ اور اس کو سارے لاؤلشکر سمیت سمندر میں ڈبادیا۔ ابراہیم علیہم السلام سے بیوی بچہ کو ایسے میدان میں ڈلوا کر جہاں کوئی آبادی نہیں تھی زندگی کا کوئی سامان نہیں تھا۔ پینے کے لئے پانی تک بھی نہیں تھا۔ ان کی یہ اسکیم چلادی کہ اس بچے کی اولاد یہاں والی، ہدایت (کی دعوت) لے کر سارے عالم میں جادے اور سارے عالم سے لوگ یہاں حج کے لئے آدیں۔ خود اسکیم ڈالا دہاں تھا بھی نہیں ملک شام میں تھا لیکن اس کی اسکیم چل گئی اور جس بچے کے کھانے پینے کا اور حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ اس کی اولاد اقیموا الصلوٰۃ کو لے کر دنیا میں جانے لگی اور ساری دنیا سے لوگ آج تک حج کو وہاں آکر رہے ہیں۔ ساری حکومتیں حج میں کتنے روڑے اٹکا رہی ہیں لیکن حج کی حرکت برابر بڑھ رہی ہے اور اس

طرح حضرت ابراہیم کی چلائی ہوئی اسکیم اب تک کیسے زور سے چل رہی ہے
آدمی سمجھتے ہیں کہ کھیتی اور باغات سے زندگی بنتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو کھیتی اور باغات کے باوجود ہلاک کر دیا۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام کو ایسے جنگل میں جہاں کھیتی اور باغات کا نشان بھی نہ تھا پال دیا۔ آج دنیا کا یقین فوج پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کی فوج کو حقیر پرندوں سے ہلاک کرا کے اس یقین کو غلط ثابت کر دیا۔ الغرض معجزات سے ظواہر کے عام انسانوں والے یقین کی پوری نفی ہوتی ہے معجزات ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ میں یہ قدرت ہے کہ وہ عصا کو اژدہا بنا دیں۔ نار کو باغ بنا دیں۔ ہاتھ میں روشنی اور چمک کی صفت پیدا کر دیں۔ دنیا کی ساری چیزیں اور ساری شکلیں گھاس کے تنکوں سے لے کر ایٹم اور راکٹ تک اور اسی طرح ساری طاقتیں ساری حکومتیں قدرت خداوندی کے تحت ہیں۔ یہ چیزیں جو قدرت نہیں ہیں بلکہ قدرت ان پر تصرف کرتی ہے۔ یہ سب چیزیں فانی ہیں اور قدرت غیر متبدل اور غیر فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ چیزوں سے زندگی بناتے بھی ہیں اور بگاڑتے بھی ہیں۔ کامیاب بھی کرتے ہیں اور ناکام بھی کرتے ہیں۔ غرض جو کچھ بھی ہوتا ہے چیزوں سے نہیں ہوتا۔ اللہ کے حکم اور اس کی قدرت سے ہوتا ہے۔

کائنات کا یہ وہ رخ ہے جو انبیاء علیہ السلام پر کھولا جاتا ہے اور اسی

کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور وہی قدرت کے اعتبار سے استفادے کے طریقے لے آتے ہیں۔

عالم کی چیزوں پر نظر رکھ کر اور ان میں نفع سمجھ کر ان کو استعمال کر کے یا ان میں اپنے کو لگانے کا طریقہ ہر شخص خود بخود تجویز کر سکتا ہے۔ کیونکہ چیزیں نظر آتی ہیں اور ہر شخص ان کو دیکھتا ہے۔ لیکن اللہ کا حکم اور اس کی قدرت جو چیزوں میں کام کرتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی اس لئے اس سے استفادہ کا طریقہ انسان خود بخود نہیں کر سکتا۔ یہ علم اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر کھولتے ہیں اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کے طریقے انہیں سے معلوم ہو سکتے ہیں انہوں نے انسانوں کو شکلوں اور چیزوں سے ہٹایا نہیں بلکہ یہ بتایا کہ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم کو اصل سمجھتے ہوئے ان چیزوں میں لگو اور یہ یقین بنالو کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے تشریعی اوامر کی تابعداری کرتے ہوئے ان شعبوں میں لگو گے اور ان چیزوں کو استعمال کروگے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہی چیزوں سے تم کو نفع پہنچائے گا۔ اور یہ نفع آخرت تک چلے گا بلکہ وہیں جو کچھ حاصل ہوگا وہی ہے" لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا منشاء کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہوگا۔ اور کچھ نہیں ملے گا۔ بس اللہ ہی کے کرنے سے ہوگا ملے گا۔ ان کا فضل وکرم جب ہوگا جب ہماری زندگی اور چیزوں میں ہمارا لگنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوگا۔

اب دو کام ہیں۔ ایک اپنے میں لا الٰہ اللہ والے یقین کا پیدا کرنا اور دوسرا ہر عمل اور ہر شعبہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا عادی بننا اور اس کی مشق کرنا۔ یہ دونوں باتیں پیدا کرنے کے لئے نماز دی گئی اور ایک محنت دی گئی۔ اور مسجد کو ان دونوں کا مرکز بنا دیا گیا۔

مسجد سے دن رات میں پانچ دفعہ اعلان کرایا جاتا ہے۔ جس میں سب سے پہلے چار دفعہ کہلوایا جاتا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ عناصر اربعہ سے یعنی مٹی پانی ہوا۔ اور آگ سے بنا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا یہ حال کہ ان میں سے ایک ایک ساری دنیا کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ مٹی یعنی زمین اگر آدھے دن کے لئے زلزلہ سے ہلا دی جائے تو ساری دنیا ختم ہو جائے۔ اگر اسی طرح پانی چھوڑ دیا جائے تو نوح علیہ السلام کے زمانہ کی طرح ساری دنیا غرق ہو کر فنا ہو جائے اسی طرح اگر قوم عاد کی طرح آندھی چھوڑ دی جائے تو ساری دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ اسی طرح آگ کو جلا ڈالنے کا حکم ہو جائے تو ساری دنیا راکھ کا ڈھیر بن جائے۔ تو اذان میں سب سے پہلے چار دفعہ کہا جاتا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے۔ آسمان و زمین اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ عناصر اربعہ اور ان سے جو کچھ بنا ہے وہ سب اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے خدا کی ہستی کے سامنے ہر چیز حقیر اور بے حقیقت ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے

روس وامریکہ اور دنیا کی ساری طاقتوں اور حکومتوں کی اللہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں، اللہ کی ہستی سب سے بڑی ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔

اس کے بعد دوسری بات یہ کہلوائی جاتی ہے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، بناؤ بگاڑ واللہ کے سوائے کوئی نہیں۔ شکلوں اور چیزوں سے کچھ نہیں ہوگا اللہ ہی کے کرنے سے ہوگا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اس کے بعد کہلوایا جاتا ہے۔ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑے ہیں اور جن کے ہاتھ میں بناؤ بگاڑ اور کامیابی ہے ان کی قدرت سے استفادہ کا طریقہ ہم خود نہیں جانتے ہم اس راستہ میں نابینا ہیں۔ اس کے راہ نما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں، ان کے طریقہ پر چل کر ہی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم حاصل کیا جاسکتا ہے: اشہد ان محمداً رسول اللہ۔

اس کے بعد کہلوایا جاتا ہے حیَّ علی الصلوٰۃ حیَّ علی الفلاح۔ یہ باتیں اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے نماز کے لئے یہاں آؤ۔ کامیابی یہاں والے اعمال سے ہوگی۔

اللہ والے اعمال میں (یعنی عبادت میں کچھ تو وہ ہیں جن کے ساتھ چیزوں میں بھی لگ سکتے ہیں۔ چیزوں سے کلی انقطاع ضروری نہیں، حج روزہ زکوٰۃ کا حال یہی ہے روزہ میں کھانا کھا تو نہیں سکتے۔ مگر کھانا پکا سکتے ہیں دوسروں کو کھلا سکتے ہیں۔ تجارت اور زراعت وغیرہ کے کام کر سکتے ہیں

ان کی باتیں کر سکتے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دیتے وقت کھانا پینا دوسرے کاموں میں لگنا منع نہیں ہے حج میں بھی دوسرے کاموں کی ممانعت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ سلا کپڑا پہننے کی ممانعت ہے لیکن پہننے کے لئے کپڑا سینے کی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن نماز وہ عبادت ہے جس میں آدمی تمام چیزوں سے کٹ کر لگتا ہے نہ کھانا کھائیں گے نہ کھلائیں گے نہ پکائیں گے نہ کپڑا سیئیں گے نہ کسی سے کوئی بات کریں گے دھیان بھی ہر چیز سے ہٹا کر اللہ پر لگانے کی کوشش کریں گے۔ تو اذان کے ذریعہ مسجد سے پہلے تو اللہ اکبر اللہ اکبر" اور اشہد ان لا الہ الا للہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ کی آواز لگوا کر یقین درست کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اس کے بعد نماز کے عمل کے لئے بلایا جاتا ہے۔ جس میں چیزوں سے کٹ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اللہ تعالیٰ سے وابستگی کی مشق کی جاتی ہے۔ اور اس میں کامیابی بتائی جاتی ہے۔

بھائی دوستو! جو شخص مشین بناتا ہے وہی اس کے چلانے کا طریقہ اور بناؤ بگاڑ کی بات بھی جانتا ہے جو مشینیں باہر سے آتی ہیں ان کے ساتھ بنانے والوں کی طرف سے چلانے کے طریقے کے بارے میں ہدایات بھی آتی ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ ماں کے پیٹ میں رکھ کر بنایا ہے۔ جہاں کہیں دوسرے کا ہاتھ بھی نہیں لگ سکتا بلکہ نظر بھی نہیں جا سکتی۔ وہی اللہ جانتا ہے کہ انسان کی مشین کس طرح استعمال ہونے

ہونے میں اس کا بناؤ اور تعمیر ہے اور کس طرح استعمال ہونے میں اس کا بگاڑ اور تخریب ہے۔ اس نے پیغمبروں کو یہی بتانے کے لئے بھیجا اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اب جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق اپنے آپ کو استعمال کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ اور جو ان کے طریقے کے خلاف اپنے کو استعمال کرے گا وہ ناکام ہوگا۔ اور اس کی یہ ناکامی پوری طرح آخرت میں ظاہر ہوگی۔ جو انسان کے لئے اصل اور دائمی عالم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف طبقوں میں بانٹ دیا ہے۔ حاکم محکوم امیر، غریب، کالے گورے وغیرہ وغیرہ اب ان کی تعمیر اور کامیابی ان مختلف طبقات کے جوڑ میں ہے۔ جوڑ والے طریقے قرآن مجید نے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ اگر ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے کوئی جوڑ پیدا نہیں ہو سکتا اللہ والے اعمال میں لگنے سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جوڑ پیدا کر دیتے ہیں لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۔ (اے محمد آپ ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے ان کی رگوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے۔ ہم نے اپنی قدرت سے جوڑ دیا ہے۔)

انسان کا مزاج ہے جو اس سے فائدہ کھینچے اس سے کٹتا ہے اور جو کو فائدہ پہنچائے اس سے جڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقے بتایا جس پر چل کر ہر ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والے نے کوئی کسی سے فائدہ کھینچنے والا نہ ہے۔ غریبوں کو بتایا کہ مال والوں کے پاس جو کچھ ہو اس سے فائدہ اٹھانے کا خیال وہ دل سے نکال دیں اور خود اپنی ذات سے ہر غریب و امیر کو فائدہ پہنچانے والے بن جاؤ۔ مثلاً وہ راستہ نہ جانتے ہوں تو خود چل کر اور تکلیف اٹھا کر ان کو راستہ بتا دیں۔ میت ہو جائے تو اس کے اٹھانے اور دفن وغیرہ مدد دیں۔ خود قبر کھودنے میں لگ جائیں تو عبادت کریں۔ محض اللہ کے لئے ان کا بوجھ اٹھا دیں اور اگر ان کے پڑے ہوئے پیسے کہیں مل جائیں تو پتہ چلا کر ان تک پہنچا دیں۔ کوئی خطرہ ہو تو ان کی حفاظت کریں، پہرہ دیں۔ راستہ میں اگر ان کی موٹر کہیں پھنس جائے تو نکالنے میں مدد کریں اور ضرورت ہو تو اپنے جھونپڑے میں ان کو ٹھہرائیں۔ جو میسر ہو کھلائیں اور جب وہ ان خدمتوں کے عوض میں پیسے دینے لگیں تو کہہ دیں کہ ہم نے جو کچھ کیا تھا۔ خدا کے راضی کرنے کے لئے اور اس سے ثواب لینے کے کیا ——— تم سے کچھ لینے کے لئے نہیں کیا یہ تمہارے پیسے تم کو مبارک۔ یہ غریبوں کو بتایا گیا۔ اور مال والوں کو بتایا گیا کہ اپنے مال کی ہر جنس اور ہر قسم غریبوں پر لگائیں۔ پیسے بھی خرچ کریں کھانے میں بھی ان کو شریک کریں کپڑے بھی ان کو لا دیں۔ اپنی موٹر اور سواری بھی ان کے استعمال کے لئے دیں۔ اور جب اس کے عوض میں غریب اپنی جانی خدمت

کے لئے بخشش کریں۔ تو یہ مالداران سے کہدیں۔ کہ ہم تم سے کوئی جز نہیں چاہتے خدا سے لیں گے۔ جب یہ طریقہ چالو ہوگا تو غریبوں سے امیر اور امیروں نے غریب جبر جائیں گے۔

ایسے ہی حاکموں اور محکوموں کو بتایا گیا کہ وہ ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والے بنیں فائدہ کھینچنے والے نہ بنیں۔ حاکموں سے کہا گیا کہ حکومت کے جو اختیارات اور جو وسائل ان کے پاس ہوں وہ ان سے محکوموں کو فائدہ پہنچائیں اور ان کو سہولتیں پہنچانے کی کوشش کریں۔ ان کی تجارتوں اور زراعتوں میں ان کی مدد کریں۔ ان کے لئے قانونی مشکلیں پیدا نہ کریں ان سے لینے اور کھینچنے والے نہیں بلکہ ان کو دینے والے اور نفع پہنچانے والے بنیں۔ جب اہل حکومت ایسا کریں گے تو پبلک کے عوام ان کو بدلنا ہی نہ چاہیں گے الیکشن کے ہنگاموں کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اس طرح محکوم عوام سے کہا گیا کہ حکومت والوں سے لینے کی نہ سوچیں بلکہ ان کو اپنے جان و مال سے فائدہ پہنچانے والے بنیں اور ان کے مسائل میں ان کی مدد کریں۔ ان کے لئے مشکلات پیدا نہ کریں۔ ان سے اگر کوتاہیاں ہوں تو درگزر کریں اور اللہ کے حوالہ کریں۔

الغرض ہر طبقہ کو دوسروں کی نفع رسانی کے طریقے پر لگایا اور بتایا گیا کہ اپنے جان و مال اور درد و فکر کا زیادہ حصہ دوسروں کے بنانے پر لگاؤ۔ یہ اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ اگر اس پر چلا جائے تو ہر طبقہ کا دوسرے سے پورا

جوڑ ہوگا اور ہر کام دیانتداری سے اور ٹھیک ٹھیک ہوگا۔ کوئی بے ایمانی سے روپیہ اور جائداد پیدا کرنے کی فکر نہیں کریگا۔ اور اگر اس کے برعکس ذہن فائدہ اٹھانے کا ہو تو پھوٹ ہی پھوٹ ہوگی اور لوگوں کی نیتیں خراب ہوں گی۔ پھر یہ ہوگا کہ پچاس لاکھ کے ٹھیکے والے پل پر صرف دس لاکھ کی لاگت لگائی جائے گی جس کی وجہ سے پل کمزور رہے گا۔ کوئی سڑک ٹھیک نہیں بنے گی۔ کوئی کام ٹھیک نہیں ہوگا۔ خوب سمجھ لو لینے والے ذہن سے کوئی تعمیر نہیں ہو سکتی۔ تعمیر نفع رسانی اور دوسروں کو دینے والے طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ اور نفع رسانی کا ذہن جب ہی بن سکتا ہے اور اپنے پاس والی چیز دوسروں پر لگانے کا طریقہ جب ہی چالو ہو سکتا ہے۔ جب یہ یقین دل میں اتر جائے کہ دینے والے تو بس اللہ ہیں۔ چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے اور میں جب اس کی رضا کے مطابق استعمال ہوں گا تو اللہ میرے سب کام بنا دیں گے۔ اور نعمتوں کے دروازے کھول دیں گے اس کی مشق نماز میں ہوگی۔

آج کہتے کہ موجودہ زمانہ میں اسلام چلنے والا نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے! لینے کا ذہن رکھنے والوں میں دینے کا طریقہ کیسے چلے اسلام کو اپنی خواہش اور اپنی حالت کے مطابق بنا کے چلاؤ گے تو وہ اسلام رہے گا ہی نہیں وہ تو تمہاری بنائی ہوئی ایک نئی چیز ہو جائے گی۔

کسی نے اپنے بدن پر گودنے سے شیر کی تصویر بنوانی چاہی جب وہ سوئی سے گودنے لگا اور تکلیف ہوئی تو گودنے والے سے کہا کہ کیا بنا رہے ہو۔ اس نے کہا کہ پہلے شیر کی دم بنا رہا ہوں۔ اس آدمی نے کہا کہ دم چھوڑ دو بے دم کے تو بھی شیر کی تصویر بن سکتی ہے۔ اس نے دم چھوڑ دی اور دوسری طرف سے بنانا شروع کیا۔ اب اس نے کہا کہ اب کیا بنا رہے ہو۔ اس نے کہا کہ کان بنا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ بے کان کے بھی شیر بن سکتا ہے۔ تم کان نہ بناؤ۔ بے کان کا شیر بنا دو۔ تو بھائی دوستو۔ یہی اسلام کے ساتھ ہو رہا ہے کہ اپنے مزاج کے بدل جانے کی وجہ سے اسلام پر چلنا مشکل ہو رہا ہے تو اسلام کی قطع و برید کی جا رہی ہے اور اس کو اپنی خواہش کے مطابق بنایا جا رہا ہے اس لئے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے مزاج کو اسلام کے مطابق بنایا جائے اور جب بنے گا جب اس بات کا یقین پیدا ہو جائے کہ کسی مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا۔ سب اللہ سے ہوتا ہے۔ اور حالات کا بناؤ بگاڑ اور تعمیر و تخریب اور کامیابی ناکامی چیزوں کے ہونے نہ ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بنانے اور چمکانے کا فیصلہ کریں گے۔ جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آجاؤں گا۔ تو اس راستہ پر چلنے کے لئے خارجی نہیں بلکہ داخلی دولتیں چاہئیں۔ خدا کا یقین ہو۔ خدا دھیان ہو خدا کا خوف ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر خدا کے خزانوں سے ملنے

کا اور نعمتوں کے دروازے کھلنے کا یقین ہو۔ ان اندرونی تبدیلیوں کے کچھ کرنا پڑیگا چیزوں سے کامیابی کا یقین ہٹانے کے لئے اور اللہ سے کامیابی کا یقین جمانے کے لئے کچھ مدت کے لئے چیزوں میں سے نکلنا ہوگا۔ ایمان کی مجلسوں میں بیٹھ کر ایمان کی باتیں سننا سنانا ہوگا۔ نماز کے فضائل اور اس کے برکات معلوم کر کے اس یقین کے ساتھ نماز میں لگنا ہوگا کہ ہم خدا میں لگیں گے تو خدا ہمیں نوازے گا۔ اسی طرح اذکار و تسبیحات کے فضائل معلوم کر کے ان کے یقین کے ساتھ ان میں لگنا ہوگا۔ دوسروں کے ساتھ اچھے سلوک اور خدمت کی مشق اس یقین کے ساتھ کرنی ہوگی کہ ہم جتنا اچھا سلوک اللہ کے بندوں کے ساتھ کریں گے۔ ویسا ہی اچھا سلوک اللہ تعالی اپنی شان عالی کے مطابق ہمارے ساتھ کریں گے۔ خاصکر ایمان کی نسبت سے ہر مسلم کے اکرام کی اور اپنے کو حقیر و کمتر سمجھنے کی مشق کرنی ہوگی۔ ان باتوں کو دوسروں کو بھی دعوت اپنی حاجت سمجھ کر اس یقین کیساتھ دینی ہوگی کہ جب میں اللہ کے دوسرے بندوں میں اسکے لئے کوشش اور محنت کروں گا اور اس راستہ میں تکلیفیں اور ذلتیں اٹھاؤنگا تو اللہ تعالی مجھے ان چیزوں سے محروم نہ رکھیں گے۔ اسکی بھی مشق کرنی ہوتی ہوگی کہ یہ سارے کام صرف اللہ کی رضا کیلئے ہوں۔ اسطرح کچھ مشق کر لینے سے انشاء اللہ سب طبقوں میں جوڑ کی شکل پیدا ہو جائیگی امریکہ والوں نے سب کچھ بنا لیا لیکن کالوں اور گوروں کو جوڑنے میں وہ ناکام ہے اسطرح انہوں نے شراب بند کرنے کیلئے کروڑوں روپیہ خرچ کر ڈالا اور ساری کوشش کر لیں لیکن بجائے کمی کے اسمیں اور

زیادتی ہوئی الحمد للہ اس تبلیغ کے عمل سے لاکھوں ایسے آدمیوں کے جرائم چھوٹ گئے جنکا جرائم چھوٹنا ناممکن معلوم ہوتا تھا

الحمد للہ اس کام میں سارے ہی طبقات لگ رہے ہیں جو طبقہ اس پر محنت کریگا اور یہ باتیں اپنے اندر پیدا کریگا۔ اس سے سب لوگ جڑ جائیں گے۔ ہم اگر آپ سے ہی سارا جوڑنا چاہتے تو جوڑنے کی یہ ترکیب آپ کو نہ بتاتے ہم چاہتے ہیں کہ آپ سب اس طریقہ پر کچھ محنت کر لیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ذریعہ کتنی آسانی سے سب طبقوں کو جوڑتا ہے۔

ہر طبقہ میں ہر جگہ جوڑ ٹوٹ رہا ہے اور مسائل بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کا علاج صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں ہے۔ جو جتنا کریگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اتنا پائیگا۔

ہم نے اس کام کے لئے کوئی انجمن نہیں بنائی نہ اس کا کوئی دفتر ہے نہ رجسٹر نہ فنڈ یہ سارے ہی مسلمانوں کا کام رہا ہے۔ ہم نے مروجہ طریقہ پر کوئی علیحدہ جماعت بھی نہیں بنائی ہے جس طرح مسجد میں نماز کے عمل پر مختلف طبقوں اور شغلوں والے مسلمان آکر جڑ جاتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھروں اور شغلوں میں چلے جاتے ہیں۔ اس طرح ہم سب سے کہتے ہیں کہ وقت کے لئے اپنے گھروں اور شغلوں سے نکل کر یہ محنت اور مشق کر لیجئے اور پھر اپنے گھروں اور شغلوں میں آکر ان اصولوں کے مطابق لگ جائیے آپ نے اگر یہ چیز محنت کر کے حاصل کر لی تو دنیا بھر کے سائنس والے آپ سے یہ طریقہ سیکھنے آئیں گے اور خدا نے چاہا تو آپ دنیا کے امام ہوں گے۔

(۹)

"عہدِ نبوی ؐ میں دینی محنت کا نقشہ"

——— عطیہ افتخار فریدی صاحب (مراد آباد) ———

یوں سمجھیے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس محنت کو ان کے طریقے پر سیکھیں اور کریں۔

الحمد للہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے لیکن کسی جگہ کی محنت کامل نہیں ہے بلکہ ابتدائی درجوں میں ہے۔ اب اگر ہر جگہ کے محنت کرنے والے یہ سمجھیں کہ پوری محنت یہی ہے جو ہو رہی ہے تو پھر اصل شکل پر کوئی نہیں پہنچ پائیگا۔ اب جو انسان بھی محنت شروع کرے وہ یوں سمجھے کہ میری محنت ابتدائی شکل پر ہے اس کو کرتے کرتے اس شکل پر پہنچنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھیوں نے کی تھی۔ جب وہ اصل محنت ہے تو انسان اپنی محنت کو اس کے مقابلے میں بالکل ادنیٰ سمجھے۔ لہٰذا اصل محنت کو سامنے رکھ کر نیت کرے کہ انشاء اللہ مجھے ترقی کر کے انتہا تک پہنچانا ہے۔

اب ایک تو یہ سوچنا ہے کہ اس محنت کا فائدہ کیا ہے؟ دوسرے یہ سمجھنا ہے کہ وہ محنت کیا ہے؟ اس محنت کا فائدہ یہ ہے کہ محنت کرنے والوں کو اور ساتھ ہی ساتھ

دوسرے انسانوں کو ہدایت مل جائے اور انسان دین پر اتنا ہی چلیں گے جتنی خدا کی طرف سے ہدایت ملے گی۔

تو اب محنت کی سطح جتنی بلند ہوتی جائیگی اتنی ہی خدا کی طرف سے ہدایت کی تقسیم عام ہوتی جائے گی۔ وہ محنت جب ختم ہو جاتی ہے تو ہدایت مسلمانوں میں سے نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے ہدایت کاروبار اور معاشرت میں سے نکلتی ہے کہ کاروبار میں جو دین کے احکامات ہیں ان کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں سے کاروبار چلانے لگتے ہیں۔ پھر فرائض نکلتے ہیں اور پھر مختلف برائیاں داخل ہونے لگتی ہیں حتیٰ کہ مسلمان دین سے نکلنے لگتے ہیں اور جب یہ دین کی محنت کی جاتی ہے تو ہدایت خدا کی طرف سے آنی شروع ہوتی ہے۔ پھر جس درجہ میں محنت ترقی کرتی جائے گی ہدایت پھیلتی جائے گی۔

ہدایت کی ایک سطح یہ ہے کہ نماز پڑھنے لگیں۔ دوسری یہ ہے کہ روزہ زکوٰۃ حج ادا کرنے لگیں۔ تیسرے یہ کہ مال کمانے اور خرچ کرنے میں احکامات شرعیہ کی تعمیل ہونے لگے۔ اس سے آگے یہ ہوتا ہے کہ خدا تمام انسانوں کو ہدایت دینے لگے۔ ہدایت کے بقدر دین زندہ ہوگا۔ اور ہدایت محنت کے بقدر آئے گی۔ تو اب ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں چل رہے ہیں بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محنت نکل چکی ہے۔ اب جتنی یہاں کے بندوں نے دین کی محنت شروع کردی ہے اتنی خدائے پاک نے ہدایت

دینی شروع کر دی ہے اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا ہے جہاں نمازی نہیں تھے وہاں کچھ نمازی ہو گئے۔ جہاں روزے نہیں تھے وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے۔ جہاں حج نہیں تھا وہاں کچھ حج قائم ہو گیا جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا وہاں تعلیم ہونے لگی لیکن ہدایت اس سطح کی ابھی نہیں ملی کہ کمائیوں کے اندر احکام پورے کریں اور کھانے پینے، مکان بنانے میں اور بین دین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی راہ اختیار کریں تو ابھی ہم مسلمان بھی اس کے محتاج ہیں کہ محنت کی سطح بلند ہو تاکہ پوری زندگی میں اسلام پر چلنے کی سعادت حاصل ہو۔ اور دوسرے انسانوں کو بھی اسلام کے سمجھنے کی ہدایت ملے۔ اب اس محنت میں دو نوعیتیں ہیں۔ ایک تو محنت کرنے والوں کی تعداد بڑھانا۔ دوسرے یہ محنت جو لوگ کر رہے ہیں۔ ان کا مقدار محنت کی شکلوں میں بڑھنا۔ یہ دو علیحدہ لائنیں ہیں۔ اگر لاکھوں محنت کرنے والے بن جائیں مگر محنت تھوڑی کریں تو ہدایت تھوڑی آئے گی۔ اگر خدا ایسی صورت کر دے کہ جو محنت کر رہے ہیں ان کی مقدار محنت بڑھ جائے تو مسلمانوں کو بھی ہدایت ملے اور تمام انسانوں کو بھی ملے گی۔

ابھی تک جو ہماری محنت کی نوعیت ہے وہ یہ ہے کہ مشغول لوگ اپنی مشغولیتوں میں تھوڑا وقت اس طرح نکال رہے ہیں کہ ان کے دنیوی مشاغل میں فرق نہ پڑے۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور ان کے ساتھیوں سے دین کے لئے قربانیاں دلوائیں ہیں تو اب محنت کرنے والوں میں جتنی حضورؐ والی قربانی پیدا ہوگی۔ محنت کی سطح بلند ہوگی۔ اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں۔ لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہونچا دیگا۔ تو ہر کام کرنے والے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہونچنے کی نیت کرنی چاہیئے۔ یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا عرب کا رقبہ چھوٹا نہیں تھا ہندوستان کے برابر نہیں تو اس سے بہت کم نہیں تھا اس وقت دنیا میں کمائیوں کے جو طریقے رواج پذیر تھے وہ بھی نہ تھے۔ پورے ملک میں کوئی حکومت قائم نہ تھی جس کے دفاتر وغیرہ کی نوکروں کے ذریعہ بھی رزق کی سہولت نہیں تھی اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے حجاج سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ حجاج کی مدارات میں ہر ایک کچھ خرچ کرتا تھا۔ لہذا حج کا شعبہ بھی اس زمانہ میں کمائی کا شعبہ نہیں تھا۔ کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے۔ تجارتی نظام بھی مکہ معظمہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا۔ کہیں کہیں کھجور انگور اور انار کے کچھ باغات تھے چند مقامات تھے جہاں چھوٹے پیمانہ پر تجارت ہوتی تھی۔ غرض کہ پورا عرب عام طور سے ننگا بھوکا پیاسا عرب تھا نہ سب

کے پاس کپڑے تھے نہ مکانات تھے پانی اور کھانا بھی پورے عرب کو نہیں ملتا تھا بھوک کی شدت میں کیڑے مکوڑے بھی کھا جاتے تھے۔ یہاں تک کہ زمین پر پڑا ہوا خون بغیر تحقیق کے کہ کس چیز کا ہے۔ کس جگہ کا ہے چاٹ جاتے تھے۔ اکثر علاقے کمائی سے خالی اور بھوک سے بھرے ہوئے تھے۔ بادشاہوں تک کی ہمت نہیں تھی کہ اس ملک پر حکومت کریں۔ حکومت کرنے کے لئے بھی اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس وقت نہ پیڑول تھا نہ سونا۔ عرب کے کنارے پر قیصر و کسریٰ کی حکومتیں فوجی نظام رکھتی تھیں کہ عرب ان پر کسی وقت بھی چڑھائی نہ کردے۔ ورنہ کوئی نظام حکومت پورے عرب بھر میں نہ تھا۔ تو جس ملک میں نظام چلانے کے لیے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی تھی اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی۔ یہ جو مقامات تجارت و زراعت کے مراکز تھے وہ سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے سوائے مدینہ پاک کے آدمیوں کے سارے ملک خوشحال قبائل مخالف تھے۔ سارا عرب منتظر تھا کہ مکہ والے اسلام لائیں اور مکہ والوں نے آپ کی زندگی کے آخری دور تک مقابلہ کیا۔ اب ایسے حالات میں جتنا کام ہوا تمام کا تمام مدینہ کی بستی سے ہوا جہاں بھی کوئی ایمان لاتا۔ اسے مدینہ بلا لیا جاتا۔ تو مدینہ ایسی بستی بن گیا۔ جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر آکر لیٹے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو اپنا مال بھی لے کر نہیں آسکتے تھے مدینہ

والوں کو ان کے رہنے کھانے پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بن گئی جہاں مہاجر اور مقامی برابر ہو گئے۔

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے روزگار ٹوٹ گئے۔ کچھ کے اموال مقام والوں نے چھین لئے۔ غرضیکہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے ان فقیروں اور مدینہ کے انصار کو لے کر آپ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والوں کو کاروبار کرنے سے نہیں روکا گیا جب تک کمائی کی شکلیں وجود میں آئیں مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں۔ غرضیکہ مدینہ میں بستے والوں پر اتنا بوجھ پڑ گیا تھا اور ان کے حالات ایسے ہو گئے تھے کہ کم از کم دس سال تک اپنے کاروبار جمانے یا زیادہ اخراجات مہیا کرنے کے سبب ان کو کہیں باہر نہیں نکلنا چاہیئے تھا کمائی والے نظام کا یہی تقاضا تھا۔ انصار پر چونکہ سب آنے والوں کا خرچ پڑ گیا تھا۔ اس لئے کھیتوں اور باغات کے کام میں بھی زیادہ انہماک کی اور زیادہ وقت لگانے کی ضرورت تھی۔ تاکہ آنے والوں کے اخراجات پورے کر سکیں۔ کیونکہ مدینہ کے انصار کے بہت سے گھروں پر کئی کئی خاندان ٹھہرے ہوئے تھے الغرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کو کمائی کی چھٹی دینے کے بجائے دین کی پوری محنت اس دس سال میں کی اور کرائی اور دین کی محنت کا ایک ایسا

نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں گھر والوں کی پرورش، دیکھ بھال مال و دولت کمانے کا عمل۔ ان دونوں عملوں کو بار بار چھیڑ کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لئے کہا جائے سب تقاضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔ یہاں تک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا انہیں مدینہ میں سونے نہیں دیا۔ جس طرح کے نمازی آذان کی آواز سن کر تمام چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مدینہ والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس وقت اللہ کے راستے میں ایمان و دین کے تقاضوں پر آواز لگتی۔ یہ آواز سودے خریدتے وقت سنیں یا دکان کھولتے وقت کان میں آئے یا خرید و فروخت کے انتہائی انہماک کے وقت سنی جائے۔ یہ آواز کھجور کے باغوں میں کھجوروں کے توڑنے وقت لگے۔ نکاح ہونے کے وقت لگے یا رخصتی ہونے کے وقت لگے عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت لگے یا بیماری کے وقت یا عزیزوں اور گھر والوں کی موت کے وقت لگے۔ اس کی مشق کر لی تھی کہ جس وقت آواز سنیں سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں۔ جو پاس ہوئے لیں۔ جہاں ضرورت ہو چلے جائیں جتنے وقت کا تقاضا ہو وہاں گزاریں۔ جو جان پر بیتے اسے جھیلیں یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔ مدینہ پاک کا دس سال

کے قیام میں ڈیڑھ سو جماعتیں نکالیں۔ جن میں سے ۲۵ سفیروں میں آپ خود تشریف لے گئے۔ کسی میں دس ہزار آدمی نکلے کسی میں پچاس نکلے کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے۔ کسی میں تین سو تیرہ نکلے۔ کسی میں دس کسی پندرہ کسی میں سات یا آٹھ نکلے۔ مدت کے اعتبار سے کسی میں دو ماہ خرچ ہوئے کسی میں تین ماہ کسی میں بیس دن کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے۔ بقیہ جو سوا سو جماعتیں نکالیں ان میں کبھی ہزار نکلے۔ پانچ سو اور چھ سو کبھی کم و بیش سب طرح کے نکلتے رہے۔ مدت بھی چھ ماہ چار ماہ سب طرح کا وقت لگا۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گزارنے کا کتنا وقت پڑا۔ اور سال میں کتنے سفیر کئے۔ اگر سب سفیروں کو جوڑ کر تخمینہ کرو گے تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصہ میں آئیں گے۔ اب اس نقل و حرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعوتیں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آکر سیکھو۔ چوں کہ اسلامی زندگی ماحول سے آئے گی۔ اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا تو باہر نکلنے والوں کو مدینہ منورہ کے قیام کے زمانے میں باہر سے آنے والوں کو دین سکھانا پڑتا تھا پھر مدینہ والوں کو اپنے لئے بھی علم حاصل کرنے کے لیے وقت نکالنا پڑتا تھا مدینہ کے قیام کے زمانہ میں مسجدوں کے لئے وقت مانگا جاتا تھا۔ تاکہ سیکھنے سکھانے کا نظام مسجدوں میں قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جا سکے۔ جب ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنالی کہ اگر دو

آدمیوں نے مل کر تجارت شروع کی تو باری لگالی ۔ ایک ایک دن کی کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت کوئی کما کر پہونچ جاتا ۔ کوئی شام کو پہونچتا ۔ اور رات کو رہتا ۔ عشا بعد سے عبادت میں لگا رہتا ۔ پھر سوتا ۔ کچھ عشا پڑھتے ہی سو جاتے اور پچھلے وقت میں تہجد ادا کرتے ۔ اس طرح چوبیس گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے ۔ اب جو باہر سے جس وقت پہونچتے آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود ملتے ۔ کبھی تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں تو آنے والوں کو اس میں بٹھلاتے نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں ۔ ذکر اذکار جس وقت ہو رہا ہے ۔ اس میں جوڑ رہے ہیں ۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے ۔ اب حساب لگاؤ چھ سات ماہ تو باہر خرچ ہوئے ۔ مسجدوں کی باری میں بھی دو ڈھائی ماہ نکل گئے ۔ اب دنیاوی ضرورتوں کے لئے کتنا وقت رہ گیا ہر شخص کا وقت بیرونی نقل و حرکت میں بہت سا لگ گیا اور کافی وقت مدینہ آنے والوں کے سنبھالنے میں لگ گیا ۔ ذرائع آمدنی عام حالات سے کم ہو گئے ۔ اور اخراجات کئی گنا زیادہ بڑھ گئے ۔ باہر کی نقل و حرکت کا خرچ ۔ اپنا اور گھر والوں کا خرچ جو دوسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ جو مدینہ کے غربا باہر نکل رہے ہیں ۔ ان کا سفر خرچ ۔ سواری ۔ لباس ۔ کھانا باہر والے خوشحال آئیں ان کی بھی دعوت کرنا ۔ پھر جن علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے ۔ ان کی بھی مدد کرنا ، غرضیکہ خرچ تو نقل و حرکت کے زمانہ میں بھی اور قیام کے زمانہ میں بھی بہت

گیا اور کمائی کی شکلیں ٹوٹ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باہر بھی اور مقام پر بھی فاقے جھیلنے پڑے۔ سردی بھی سہنی پڑی۔ گرمی بھی برداشت کرنی پڑی۔ غرض کہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر مقامی اور بیرونی خاکوں کو چلایا تو ایمان کا کام کرنے والوں نے ایمان کے تقاضوں کو کمائیوں میں اور گھر کے تقاضوں پر مقدم کر دیا تو حق تعالیٰ شانہ نے اس نقشہ سے خوش ہو کر تمام عرب کی بسنے والی قوموں کو اسلام میں داخل کر دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہو گئی۔ جن کی تربیت کی حکومتوں کو بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا۔ اور مدینہ کا ایک ایک گھر مال سے خالی ہو چکا تھا پھر حق تعالیٰ شانہ نے قیامت کے آنے والوں کو یہ دکھانے کے لیے کہ اسلام ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محنت سے پھیلا ہے۔ آپ کی تشریف جانے کے بعد اکثر عرب قبائل کو پھر مرتد بنا دیا تاکہ قیامت کے آنے والوں کو پتہ چل جائے کہ جب بھی ہم اس محنت کو لے کر اٹھیں گے تو سارے عالم کے خاکے درست ہو جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں اسی غم کی حالت میں نکالا۔ یہاں تک کہ تین دن اور تین راتیں مدینہ پر ایسی گزریں کہ ہر

وقت حملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک پانچ مردوں سے گویا بالکل خالی تھا۔ اکثر تو ملک شام کے رخ پر جیش اسامہ میں بھیجے گئے بقیہ ڈیڑھ سو قرب وجوار میں نکلے ظاہر کے اعتبار سے نکلنے کا موقع بالکل نہ تھا محض حکم کی تعمیل کے جذبہ سے نکل گئے اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک قلیل عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آگیا۔ ایک عرب گھرانہ بھی اسلام سے باہر نہیں رہا۔ اور اس میں صرف ایک ماہ لگا۔ صرف یہی نہیں کہ مسلمان بن گئے۔ بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوٹ آئے۔

تو اصل ایمان کی محنت کا نقشہ یہ ہے کہ ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ جس کو جس وقت جہاں کے لئے کہا جائے سب مشاغل چھوڑ کر راہ خدا میں چلا جائے اور جب باہر کے آدمی دین سیکھنے کے لئے اس مقام پر آئیں تو یہاں بھی اس کے ساتھ لگ جائے تو اب آپ غور کیجئے کہ آج محنتوں میں) اور اس محنت میں کتنا فرق ہے۔ تو اصل سمجھو اس نقشے کو اور یہ سمجھو کہ ہاری والی محنتیں ابتدائی ہیں اور ہمیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے۔ پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے۔

مختصر سی زندگی ہے اس میں سے تھوڑا سا وقت ضروریات کے لئے کمانے پر لگائیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے۔ اب ذہن میں یہ رکھیں کہ چونکہ یہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اندر دن سے نکلی ہے۔ اس لئے ان کے بدن اور روح کے انوار اس قربانی میں موجود ہیں

لہذا جتنی یہ قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے آئیں گی۔

دین مالوں سے نہیں پھیلے گا۔ بلکہ دین کی محنت سے کمائیوں کے نقشے ہیں نقصانات اور کمیاں آئیں گی اس قربانی سے پھیلے گا اور جب یہ قربانیاں کمال تک پہونچیں گی تو ان قوموں کو آپ کے ذریعہ ہدایت ملے گی جو آسمان پر لڑ رہی ہیں اور ہم غریبوں کی طرف دیکھتی بھی نہیں اور وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبہ میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں وہ اپنے تمام کاموں کو اسلام کے احکامات کے موافق بنائے گا۔ اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے۔ جہاں آپ نے انصار سے ملنے اور ان کی قربانیوں کا صلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ یہ طے کر لو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کے بعد دیگا وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔ ایسا کرنے میں حضور کی جھلک پائی جائے گی۔ کیونکہ آپ قربانیوں کے دور میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھے اور جب نعمتیں ملنے کا وقت آیا تو آپ تشریف لے گئے۔ اس طرح جو حضرات اپنی جان و مال کی قربانی کریں گے اور دنیا میں کچھ لینا نہیں چاہیں گے وہ صرف آخرت پر نگاہ رکھیں گے۔ وہی حضرات آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے انشاء اللہ۔

(۱۰)

"آخری تقریر"

مولانا محمدؐ یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ

(مکتبہ یکے از رفیق سفر، مورخہ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق یکم اپریل ۶۵ء
بوقت شب جمعہ بعد نماز مغرب بمقام مسجد بلال پارک لاہور۔

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔

امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین وآسمان میں بنایا ہے اُس میں سب وقتی رکھا ہے وقتی پیٹ بھرنا، وقتی پیاس بُجھانا، وقتی عزّت، وقتی ذلّت، وقتی موت، وقتی حیات، تھوڑی سی دیر کے لئے تندرستی ہے پھر بیماری ہے، تھوڑی دیر لذّت پھر تکلیف آتی ہے۔ وقتی پرورش اور وقتی حاجتوں کا پورا ہونا دنیا کی چیزوں میں رکھا ہے۔ اور انسان میں جو کچھ رکھا ہے وہ وقتی بھی ہے اور ابدی بھی ہے۔ وقتی عزت اور ابدی عزّت اور ابدی عزّت، ایسے ہی راحت وسکون اور چین وصحت وقتی وابدی، انسان میں جو دولتیں رکھی ہیں وہ ایک طرف دنیا میں کامیاب بنانے والی ہیں اور دوسری طرف مرنے کے بعد ابدی کامیابی دلوانے والی ہیں۔ اس لئے ایک انسان کی دولت کی قیمت ساتوں زمین وآسمان نہیں بن سکتے۔ اگر انسان کے اندر کی دولت

بگڑ جائے تو ساتوں آسمانوں اور زمین سے نہ بن سکے اور اگر انسان کی دولت بن جائے اور اس کے اندر کی مایہ ابھرے تو ساتوں آسمانوں و زمین کی کامیابی سے زیادہ کامیابی ملتی ہے۔ دولت تو بہت بڑی چیز ہے اس دولت کا حرفِ اول اور خشتِ اوّل "اللہ" کہنا ہے، آدمی خالی "اللہ" کہے اس میں لوٹنے کی دولت رکھی ہے، یہ اللہ کہنا بھی بہت بڑی دولت ہے کیونکہ لفظ اللہ کہنے والا ایک بھی دنیا میں باقی رہے گا تو زمین و آسمان اسی طرح کھڑے رہیں گے۔ اگر ایک بھی "اللہ" کہنے والا نہ رہا تو اللہ تعالیٰ سارے زمین و آسمان کو توڑ پھوڑ دیں گے، اگر آدمی کے اندر میں کوئی اور دولت بھی نہ ہو صرف ایک دولت ظاہر ہو رہی ہو کہ زبان سے اللہ کہہ رہا ہے یہ دولت اتنی بڑی ہے کہ اس سے ساتوں آسمان و زمین کھڑے ہیں، اگر اتنی دولت بھی نہ رہے تو پانچ ارب انسان بھی ہوں تو وہ بھی مریں گے۔ دریا، خشکی اور ہوا کے سارے جانور جمادات، نباتات سب ختم ہوں گے، اگر انسان کے پاس وہ اللہ والی دولت نہ رہے تو سب ختم کر دیئے جائیں گے، ایک "اللہ" کہنا اتنی بڑی دولت ہے کہ آسمان و زمین اسی پر قائم ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (حٰمٓ السجدہ ع ۴)

ترجمہ: "جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہے، اُن پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور تم

جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔"

اللہ رب ہیں، یہ لفظ نہیں بلکہ ایک محنت ہے، اگر کہے کہ میں دوکان سے پلتا ہوں یا کسی کھیتی یا ملازمت یا سیاست یا حکومت سے پلتا ہوں تو یہ کہنا لفظ نہیں ہے بلکہ ایک محنت ہے اتنا کہنے کے بعد محنت شروع ہو جاتی ہے کہ زمین خریدتا ہے، ہل چلاتا ہے، غلہ لاکر بیچتا ہے جانور اور مکان خریدتا ہے۔ نکاح کرتا ہے۔ غرض اس لفظ کے پیچھے لمبی چوڑی محنت کی زندگی ہے۔ ایسے ہی جب کہا کہ "ہمارے رب اللہ ہیں" تو بات ختم نہ ہوئی بلکہ یہاں سے شروع ہوئی کہ جب اللہ پالنے والے ہیں تو غیروں سے پلنے کا یقین نکالو، یہ پہلی محنت ہوئی کہ میں زمین و آسمان اور اس کے اندر کی چیزوں سے نہیں پلتا بلکہ اللہ سے پلتا ہوں، اس کو محنت کرکے دل کا یقین بناؤ اس یقین کو رگ و ریشہ میں اتارنے کے واسطے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

"اللہ سے پلتا ہوں" اس بول کی حقیقت دل میں اُتارنے کے لئے ملک و مال تجارت و زراعت کی محنت نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو دل سے نکل کر زبان پر آئے گی یعنی اللہ کی ربوبیت دل سے نکل کر زبان پر رہ جائے گی، نبیوں والی محنت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت اس لفظ پر کرنی ہوگی یعنی محنت کرکے اس حقیقت تک پہنچو کہ ہمیں براہِ راست اللہ سے پلنا ہے خدا کو پالنے میں کھیتی اور دوکان کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے حکموں سے پالتا ہے۔ اگر اس کی حقیقت

پیدا ہو جائے تو امریکہ اور روس بھی تمہاری جوتیوں میں ہوگا۔ شرط اتنی ہے کہ صرف زبان کا بول نہ ہو، دل کے اندر کی حقیقت ہو تو دنیا میں کامیابی ملے گی اور عذابِ قبر سے بچو گے، حوریں، باغات اور سونا چاندی کے مکانات، ہمیشہ کی جوانی حسن و جمال اسی پر ملے گا اس کو دل میں فٹ کرنے کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے، کائنات میں جو کچھ ہے وہ تابع، محدود اور فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس لامحدود و غیر فانی ہے پرورش اس لامحدود کی طرف سے ہے اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر محنت کرو، اللہ تعالیٰ تربیت کرنے والے ہیں، خدا تعالیٰ کو معبود بنا کر خدا تعالیٰ کی عبادت کر کے پلنا ہے، اگر عبادت سے پلنے پر محنت کرو گے تب دل میں اُترے گا۔ عبادت نماز ہے، نماز تمہارا اپنا طریقہ، استعمال ہے، زمین یا موٹر یا جانوروں کے طریقۂ استعمال کا نام نماز نہیں، بلکہ اپنے آنکھ، کان، ناک وغیرہ کو اس طرح استعمال کرنا سیکھو جیسے آپؐ نے استعمال کیا، سونا، چاندی اور کائنات میں پلنے میں کیا ہے؟ زمینداره یعنی سے غلہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال، تجارت یعنی دکان سے فائدہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال، حکومت یعنی ملک سے فائدہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال، نماز کیا ہے؟ کائنات سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دونوں جہان میں لینے کے واسطے ہمارا طریقۂ استعمال یہ نماز ہے، ہم کو صرف اللہ پالے گا اس میں ہمارا استعمال آپؐ کے طریقہ پر ہوگا، آپؐ کی کس طرح غارِ ثور میں حفاظت ہوئی، بدر میں فتح کہاں سے ملی؟ خندق میں یورش

سے کیسے بچے؟ اس سب کے واسطے جواب ملے گا کہ نماز پڑھ کر خدا سے مانگا تو خدا سے مانگا تو خدا نے کیا۔ آپؐ کے جتنے مسئلے ہیں اگر کوئی پوچھے تو یہی جواب ملے گا کہ نماز سے ہوا۔ اُن کی جتنی عبادت آپؐ نے کی ہے کسی ولی نے بھی نہیں کی۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اتنی لمبی نماز پڑھی کہ نماز پڑھتے پڑھتے سوکھی مشک کی طرح ہو گئے تھے اور رانوں تک ورم آگیا تھا، اچھے بہادر بھی اگر نفلوں میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو سارے دن بدن میں درد ہوتا۔ چار، پانچ، چھ پاروں کی ایک رکعت ہوتی، ایک مرتبہ جتنا بڑا قیام اتنا ہی بڑا رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ کیا، آپؐ نے ایسی چار رکعتیں پڑھیں جو صحابی آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے اُن کا بُرا حال ہوا، آپؐ نے صبح کو فرمایا اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں مختصر کر دیتا، آپؐ نے عبادت کر کے اللہ کو راضی کیا، اللہ نے کہا مانگو آپ نے قیامت تک اُمّت کا بچنا مانگا کہ کوئی دشمن اسے صفحۂ ہستی سے نہ مٹا سکے اور اس اُمّت کی بخشش کا اور آخرت کی نجات کا فیصلہ کرا دیا، اب چاہے کتنے ہی گناہ کرے، آپ کا معافی چاہنا قبول ہوا۔

آپؐ نے کہا کہ آپس میں لڑائی نہ ہو یہ دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو ہوگا، دنیا میں بدعملی کی سزا ہوگی، جو کچھ اللہ سے منوایا اس کے لئے آپؐ نے کیا راستہ اختیار کیا ہے خدا جانے کتنی لمبی اُمّت ہے قیامت تک کا لقاطے کرا دیا، اور آخرت کی مغفرت کرا دی، یہ کس بات پر ہوا؟ ایسی نماز پڑھی کہ اللہ کو ترس آیا، جب آپؐ نماز پڑھ کر اس اُمّت کے لئے روتے تھے تو زمین تر ہو جاتی تھی۔ حضرت جبرئیلؑ کو

اللہ نے بھیجا کہ جاکر پوچھو اتنے کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا کہ اُمّت کے لئے رو رہا ہوں۔ جواب دیا کہ رو و مت، ہم اس اُمّت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے، یہ عبادت اور نماز پر کیا، ایک دن اتنا لمبا سجدہ کیا کہ صحابۂ کرامؓ کو گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا، آپؐ نے فرمایا کہ کام ہو گیا۔ اُمّت کی مغفرت کی بشارت مل چکی، یہ اس کے شکریہ میں اتنا لمبا سجدہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ تین دن کا فاقہ تھا لیکن کسی عاشقِ زار سے بھی نہ کہا بلکہ مسجد میں آکر نماز پڑھی اور خدا سے مانگا کہ اے اللہ! روٹی دے، واپس آکر حضرت عائشہؓ سے پوچھا، جواب دیا کہ ابھی کچھ نہیں ہے، پھر مسجد تشریف لے گئے، تین چار مرتبہ یوں ہی کیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ حضرت عائشہؓ نے کہا اللہ نے دیا یعنی عثمانؓ نے آکر دیا، اور انہوں نے رو کر کہا گھر سے منگوا لیا کرو، آپؐ نے فرمایا کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹے تو اللہ سے مانگو " اللہ ہمارے رب ہیں" اس کی حقیقت یہ ہے کہ نماز کے ذریعے مسئلے حل کراؤ ورنہ زبان پر رہے گا کہ " اللہ رب ہیں"۔ لیکن جب نماز پر محنت کر کے روٹی، اولاد، مکان، صحت، عزّت اور امن کے مسائل حل کرائے جائیں تو نماز سے ہو گا۔ شخصی مسائل کا حل شخصی نماز سے ہو گا اور ملک کے مسائل ملکی نماز سے حل ہوں گے، انفرادی، شہری، دیہاتی مسائل کو نماز پر محنت کر کے اللہ سے حل کراؤ۔ یہ رب ہونے کی محنت ہے۔ آپؐ نے سارے صحابہؓ کو محنت پر ڈالا، کسریٰ و قیصر، امریکہ و روس کی طرح تھے، دونوں بلاکوں کے خزانے اللہ نے قدموں پر ڈالے اور دیہاتی لوگ گورنر بنے، یہ سب کچھ نماز سے ہوا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتوحات ہوئیں پھر بعد میں

بڑا بھاری زبردست قحط پڑا، چاروں طرف سے لوگ مدینہ آئے، حضرت عمرؓ نے انتظام شروع کیا اور دعا کی کہ یہ لوگ مرنے نہ پائیں، بھاری انتظام تھا حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر میں خط لکھا کہ جلدی سے غلّہ بھیجو، جواب دیا کہ کھانے پینے کا سامان لاکر اونٹوں کا اتنا بڑا قافلہ بھیجوں گا جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں اور آخری مصر میں ہوگا (چنانچہ غلّہ آیا اس وقت) چالیس پچاس ہزار آدمی تو حضرت عمرؓ کے دسترخوان پر روزانہ کھایا کرتے تھے، دیہات میں اگر ایک گھر بھی ہوتا تو کھانا وہاں بھی بھیجا جاتا بہت لمبا چوڑا انتظام کیا مگر قحط بڑھ رہا تھا۔ اسی زمانے میں ایک صاحب نے ایک بکری ذبح کی تو اس میں سوائے ہڈی خون اور کھال کے کچھ نہ نکلا اس کے بعد اس آدمی کی چیخ نکلی اور کہا "وامحمداہ!" ہائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم "آنکھوں میں سے آنسو نکلے، پڑ کر سو گئے، خواب میں حضورؐ کی زیارت ہوئی فرمایا عمر کو میرا اسلام کہہ کر کہو کہ تو تو عقلمند تھا کیا ہوا؟ آنکھ کھلی تو حضرت عمرؓ کے دروازے پر جاکر کہا کہ یا امیر المومنین اَجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام لانے والے کو جواب دو حضرت عمرؓ بھول میں آپ کا زمانہ جان کر دوڑے دروازے پر یاد آیا کہ حضور کا زمانہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ لرز گئے۔ اور کہا کہ میری زندگی میں فرق آگیا۔ سارے مدینہ کے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا میں آپ کی زندگی سے بدلا تو نہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ شخص کیا کہتا ہے خواب سنا تو سب نے جانا صرف حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا۔ مطلب یہی

کہ جب تمہاری نماز اور دعا قبول ہے تو انتظام کے چکر میں کیوں پھنسے دعا کیوں نہیں مانگتے۔ حضرت عمرؓ نے وہیں بارش کی دعا مانگی۔ قحط دور ہونے کی دعا مانگی مختصر سی دعا تھی۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَسْقِيْكَ منہ پر ہاتھ پھیرنے سے پہلے بارش شروع ہوئی جانوروں میں جان پڑنی شروع ہوئی۔ دیہاتیوں نے کہا کہ چاروں طرف سے بادلوں میں سے یہ آواز آرہی ہے۔ اَتَاكَ الْغَوْثُ اَبَا حَفْصٍ! "اے عمرؓ تو نے بارش مانگی آگئی" ایسی نماز اللہ کے رب ہونے کی بنیاد پر پڑھی تھی۔ اللہ پالنے والے ہیں تو نماز پر محنت کر کے حضورؐ والی نماز بنانی پڑے گی۔ فضائل اور مسائل پر بھی محنت کرنی پڑے گی۔ صورت بنا کر سیرت بناؤ، نہ آنے والوں کو مسجد میں لاؤ اور سکھاؤ، صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں زبردست محنت کے میدان قائم کئے گئے تھے۔ اللہ کے رب ہونے کی بنیاد پر نماز کا قیام تھا۔ شریف انسانوں کا اوپر آنا اور انسانی زندگی کا بنانا یہ سب جب ہوگا کہ آپؐ کے طریقے کی نماز کو دنیا میں قائم کرنے کی محنت کرو۔ تم خود نہ کرو گے بلکہ خدا کرے گا۔ دوکان کھیت سے پلنے کے منصوبہ کی بجائے اللہ سے پلنے کے نماز پر محنت کرنی ہوگی۔ یہ زبردست محنت ہے پہلے تو لَا رَبَّ اِلَّا اللّٰہ میدان محنت ہے۔ پھر ایسی نماز "اَللّٰہُ رَبُّنَا" کی ترتیب قائم ہو۔ ایسی نماز بناؤ کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور عذاب قبر سے حفاظت ہو اور قیامت میں روشنی ملے نماز کو ترتیب کے لئے چالو کرو۔ اپنی کماؤ سے وقت نکالو اور کھیتی سے

پلنے کے یقین کو ختم کرو اللہ سے پلنے کا یقین پیدا کرو۔ اسی کی دعوت دو
ذات الٰہی کے خزانوں کی عظمت اور بڑائی کو سنو اور اتنا سنو کہ وہ
ذات تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے اِن تعبُدُ واالله کانّک تراہ الخ
یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا خدا کو دیکھتا ہے۔ یہ اس وقت ہو گا کہ ذات و
صفات دیکھے کلمہ نماز کے فائدوں کا علم اندر لینا ہو گا۔ ذکر و اخلاص سے لینا
ہو گا۔ اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا اور دوسروں کے اندر پیدا کرنے کی محنت
کرنا۔ یہ مسجد کا کام ہوا۔ دوکان کھیت کا یقین ہٹانا ہے اور مسجد والے اعمال
کا یقین لانا ہے۔ عداوت، اغوا، چوری، ڈکیتی سب رکیں گی۔ اگر آپ والی
ساری چیزیں محنت کر کے مسجد میں چلا دی جائیں۔ اللہ کو اللہ اور رب کہنے
کی بنیاد پر یہ محنت ہو گی۔ اس کے لئے مسجد کی چیزیں چلاؤ۔ آپ نے مسجد کی
چیزیں بھوکے اور پیاسے رہ کر چلائی تھیں۔ سردی سے بدن کپکپا رہے
ہیں اور مسجد میں تعلیم چل رہی ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ
کرام کا مجمع تھا۔ آپؐ آکر کھڑے ہوئے ان میں سے مجھے پہچانا اور آپؐ بیٹھ
گئے۔ اور فرمایا کہ اے گروہ فقراء مہاجرین! اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت
میں جاؤ گے۔ اس کے لئے امامت، اقتدار، خشوع، خضوع، صف سیدھی کرنا۔
ان سب باتوں پر محنت کرنا وہ نماز بنے جس نماز سے خدا دنیا کی تربیت بدلیں
زانیوں کو زنا کرتے ہوئے سزا دیں اس کے لئے نماز کا ماحول بنے۔ پھر طاقت

کا مظاہرہ ہوگا۔ اگر اللہ کو مانتے ہو تو یہ محنت کرو کہ اللہ رب ہیں۔ وہ نماز
پر اور نماز کی تعلیم پر پالیں گے، صحت دیں گے۔ قرض دور کریں گے۔ اسے
بیٹھ کر سنو۔ فضائل کی تعلیم ہوگی تو معلوم ہوگا کہ باہر والوں کا بچاؤ مسجد کے اندر
کی آبادی سے ہے ورونہ بیڑہ غرق ہوگا۔ یہ حدیث ہے یہ باتیں مخبر صادقؐ
کی باتیں معلوم ہوں گی۔ ہم عزت وحفاظت اور غنا کہاں ڈھونڈھ رہے
ہیں؟ اور یہ عزت وحفاظت اور غنا ہیں کہاں؟ تمہیں یہ سب چیزیں نماز
میں ملیں گی، دعوت، تلاوتِ قرآن ذکر وغیرہ پر یقین ہو نماز کے باہر اور اندر
بھی یقین بھرا ہو۔ اللہ اکبر کہکر سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ پھر الحمد لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے
یعنی تربیت کرنے والے اللہ ہیں سارے عالم کی تربیت کرنے والے اللہ ہیں۔
اِیَّاكَ نَعْبُدُ یعنی عبادت پر تربیت کرینگے اور قیام ورکوع عبادت ہے۔ اس
پر خدا پالیں گے۔ اگر میرا رکوع اور قرآن پڑھنا اور استقبال قبلہ آپ کے
طریقے پر آگیا تو اللہ مجھے پالیگا۔ پالنے والا عبادت پر پالے گا۔ قیام آپؐ کے
والے طریقے پر ہوگا تو پالے گا۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ میں بھی یہی بات ہے کہ تربیت
کرنے والے اللہ ہیں۔ عبادت پر تربیت کریں گے۔ رکوع عبادت ہے سر
کمر کولھے، آپؐ کے طریقے پر ہوں گے تو اللہ پالیں گے۔ ہر ہر جز پر خدا
سے پرورش کا یقین جماؤ۔ جلسہ میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہا۔ یعنی اللہ پالنے والا ہے
نماز کس بات سے ٹھیک ہوگی؟ ایمان، ذکر وغیرہ ٹھیک کیا جاتا ہے

یقین، نیت، شکل، شوق اور دھیان بناؤ۔ اپنے میں بناؤ۔ دوسرے میں محنت کرو۔ اپنے محلہ میں اور دوسرے محلہ میں گشت کرو۔ شہر اور گاؤں میں کوئی بے نمازی نہ رہے۔ ساری دنیا میں کوشش کرو۔ نبوت ملنے کے بعد آپؐ نے انسانوں سے لینے کا کوئی راستہ اختیار نہیں فرمایا۔ آپ نے طائف، تبوک، یمن، حضرموت اور نجد والوں کی نماز بنائی۔ جو کلمہ پڑھے نماز بنانے کی محنت کرے۔ جب یقین بنے کہ اللہ رب ہے اور راستہ نماز ہے۔ یہ دنیا میں چلے تو دنیا کی ترتیب بدلے۔ نماز کو اندر سے بناؤ۔ مسئلہ کا اندر سے تعلق ہے۔ جب یہ بناؤ تو نماز کی بنیاد پر تین لائن ٹھیک کرو۔ گھر کاروبار اور معاشرت۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ طریقے لاؤ جو اللہ کی ذات سے چلنے کے لئے دیئے ہیں۔ آپ کے راستہ میں بھی کمائی اور گھر ہے اور انسانوں کے راستے میں بھی کمائی اور گھر کے نقشے ہیں رب کی بنیاد پر نماز اور نماز کی بنیاد پر کمائی یعنی جب کمائی سے پرورش نہیں بلکہ اللہ سے پرورش ہے تو اللہ کا حکم مان کر لیں گے۔ جب یہ بات ہے تو کیوں کما رہا ہے؟ پہلے نماز سے پرورش لی لیکن نماز کے دو راستے ہیں کمانا اور نہ کمانا۔ اگر نہ کمایا اور صرف نماز پڑھ کر اللہ سے لے تو ٹھیک ہے۔ اس میں صرف یہ شرط ہے کہ اگر نہ کماؤ تو کسی مخلوق کا مال نہ دبانا اور اظہار حال نہ کرنا۔ سوال نہ کرنا اسراف نہ کرنا۔ تکلیف پہونچے تو جزع فزع نہ کرنا اللہ سے راضی رہنا۔ اگر اتنی بات

آجائے تو کمائی کی ضرورت نہیں۔ اس کی مثال کے لئے چاروں سلسلے کے

اولیا ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور صحابہ

صُفہ ہیں اور لاکھوں مثالیں ہیں کہ صرف نماز سے کام چلایا۔

اگر کمانا ہے تو اس پر بھی پابندی ہے ۔ اگر نہ کمانا ہو تو غضب، اسراف

سوال، جمع، حرص، اگر گھبراہٹ نہ ہو، اگر کماتے ہو تو یہ بنیاد ہے کہ کمائی سے نہ ملے

گا۔ اللہ سے نماز پڑھے گا۔ اور آپؐ کے طریقے سے کمائی پر ملے گا۔ پھر خدا دے

گا۔ میں پیسے کے لئے نہیں کماؤں گا۔ بلکہ آپؐ کے طریقے کمائی میں چلانے ہیں۔

کمانا علم کو پورا کرنے کے واسطے ہے۔ ہم یقین کرتے ہوں کہ صرف اللہ پالے گا

ہم تصویر اور بدمعاشی کے ناول نہیں بیچیں گے۔ حرام سے نہیں کمانا

ہے۔ جو چیزیں حلال ہیں ان سے کمانے کے دو طریقے ہیں۔ اس میں ایک طریقہ

حلال ہے۔ دوسرا حرام ہے۔ سور، کتا، بلی ان کا کھانا حرام ہے۔ بکری، گائے، مرغی

ہرن حلال ہے ان میں بھی حرام و حلال بنے گا۔ اگر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا تو

حلال ورنہ حرام۔ بکری کو پیچ سے مار کر بسم اللہ اکبر کہا تو بھی حرام بنے گا۔ کیونکہ طریقہ

غلط تھا۔ پہلے تو کمائی کی قسم ہے کہ حلال پر ہے یا حرام پر ہے۔ پھر حلال میں بھی طریقہ

حلال ہے یا حرام ہے؟ اگر اللہ کے رب ہونے کا یقین ہے تو آپؐ کا طریقہ چالو کرنے

پر آویں۔ خدا کی رضا کے لئے کمائیے۔ فضائل کے شوق اور مسائل کی پابندی کے

ساتھ کمائیے۔ جو بات نماز میں کہی، وہی کمائی میں کہی۔ اب کمائی، تجارت، زراعت

ہیں رابطہ خدا کی ذات سے ہو تو دنیا میں چمک اور پھلنا پھولنا ہو گا۔ زلزلہ، سیلاب بیماری میں دوکان اور گھر کا بال بیکا نہ ہو گا۔ کیونکہ محبوبؐ کا طریقہ ہے چاہے دوکان مٹی کی ہے آپ کا طریقہ ہے تو ایٹم سے زیادہ طاقتور ہے۔ پھر کمائی کی بنیاد پر گھر چلا دیں۔

کچھ لباس حرام اور کچھ حلال ہیں، کھانا اور طرز کچھ حرام کچھ حلال ہے اس یقین کو لو کہ اللہ رب ہیں، آپ کے طریقہ پر پیسہ خرچ کریں گے۔ لباس اور غذا کی ترتیب آپ کے طریقے پر ہوگی تو اللہ پالے گا۔ آپ کے طریقہ کا جھونپڑا کسریٰ کے قلعہ سے بہتر ہے۔ مشرکین، ملحدین، فساق وفجار کی ڈھائی لاکھ کی کوٹھی سے بہتر ہے۔ پانچ روپیہ کی جھونپڑی میں وہ خیر ہے جو پچاس لاکھ کی کوٹھی میں نہیں ہے۔ اس کا نام ایمان ہے۔

آپ کے طریقہ کا سوا روپیہ کا کرتا مزیدار ہو گا۔ یہود ونصاریٰ کے ترتیب والے پچاس لاکھ کے کپڑے سے اس میں وہ مزہ نہیں ہے۔ آپ کے طریقہ پر اللہ پالیں گے۔ اور یہود ونصاریٰ کے طریقہ پر بگاڑیں گے۔ آپؐ کے طریقے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر گھر کا نقشہ آیا تو خدا پالے گا۔ ورنہ بگاڑے گا۔ شادی کے طریقے دوادارو اولادت و موت کے طریقے میں بھی آپ کے طریقے آدیں گے۔ اپنے طریقے بدل کر آپ کے طریقے لو۔ اگر تم نے ان گھروں کو یہود ونصاریٰ کے طریقہ پر رکھا تو پانی

کی بوچھار اور زمین کا جھٹکا اسے توڑ دے گا۔ اگر آپ کا طریقہ ہے تو ایٹم بم بھی نہیں توڑ سکے گا۔

لوہا، پتھر مسجد میں لگایا بے قیمت ہے۔ قیمتی تو آپ کے طریقے ہیں۔ آپ کے بدن سے جو طریقے چلے وہ قیمتی ہیں، حکم خدا کا ہو اور آپ کے طریقے ہوں تو اگر ساری دنیا کی کوٹھی ہیرے جواہرات ہوں تو آپ کے پاخانہ پھرنے کی سنت اس سے قیمتی ہے۔ آگے معاشرت ہے۔

جب کمائی اور خرچ آپ کے طریقہ پر لاؤ تو غنی بنو گے۔ امریکہ اور روس اور ساری دنیا فجر کی دو رکعت کے برابر بھی نہیں ایک آدمی پانچ ہزار روپیہ لے کر افریقہ گیا۔ وہاں بہت نمازی بنے انگلستان اور فرانس میں مسجدیں بنیں۔ اس لئے مال یہاں خرچ کر زندگی بناؤ تو کمائی کی ہوس نہ رہے گی۔ کمائی کی ہوس حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر و عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم کے نقشے پر آنے کے لئے نہیں ہے بلکہ قارون، فرعون، شداد، شرابیوں اور زانیوں کے طریقے پر آنے کے لئے ہے۔ خوب پیسہ اور وقت بچے گا جبکہ آپ کی ترتیب کے طریقوں پر آؤ۔ امیر و غریب کو جوڑا تو ساری دنیا کی انسانیت پر احسان عظیم ہو گا۔ خدا خود بدلہ دے گا۔ ایک ایک نماز پر ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنت ملے گی۔ پھر معاشرت ہے۔ دنیا میں انصاف چلانا ہے۔ ہم لاکھوں کی بلڈنگ میں رہیں اور لوگوں کو جھونپڑا بھی نہ ملے یہ ظلم ہے انصاف نہیں۔

یہ یہود و نصاریٰ دوسروں کا خون پیتے ہیں ان کی نقل اتارنے میں مزہ آتا ہے اور جس ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاقے برداشت کئے اور اپنا خون بہایا ان کے طریقے پسند نہیں آتے۔ آپ کے خون کے کئی قطرے بہے۔ ایک وقت کا فاقہ اور خون کا ایک قطرہ ساری دنیا سے افضل ہے عشاق سال دیتے تھے اور آپ کی امت کی ضرورت پر مال لگا کر فاقے کرتے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ میں حلال کو حرام نہیں کہتا لیکن اس نکاح سے فاطمہ کو تکلیف ہوگی اور اس تکلیف سے مجھے تکلیف ہوگی، اتنی محبوب بیٹی کی شادی میں پچیس روپیہ بھی نہ لگائے۔ حضرت فاطمہ خود چکی پیستی تھیں۔ حضرت علیؓ مزدوری کرتے تھے۔ مشک دھوتے تھے۔ چھ بچے پرورش پلتے ہیں حضورؐ کے پاس۔ غلام باندی آئے حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بھیجا کہ غلام باندی مانگو۔ ہاتھ بٹائیں گے۔ حضرت علیؓ نے ہاتھ اور کوکھ دکھائی اور حضرت فاطمہؓ نے بھی کوکھ اور ہاتھ دکھائے اور غلام باندی مانگے آپ کو غصہ آیا۔ فرمایا تمہیں تو باندی غلام دوں اور میری امت بھوکی رہے آپؐ نے اپنے کو اور اپنوں کو قربان کر کے امت بنائی ہے۔ تم اپنے عیش کو قربان کر کے امت کو بچاؤ قوم وطن قبیلہ کے بن کر چلو اللہ کے بنکر چلو۔ پردیسیوں کا اور مقامیوں کا مسئلہ ہو تو اسے ظلم کا نعرہ نہ بناؤ سندھی اور پٹھان کہا تو یہ ظلم کا نعرہ ہے

جب آدمی ظلم کرے۔ جاہلیت اور عصبیت پر مدد کرے تو نماز روزہ منہ پر پھینک مار دیا جاتا ہے حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم مسئلہ بھی نہیں ہے مسلم نے ہندو کو مارا اور مسلم کی مدد کی تو تم ظالم بنے۔ ہر مسئلہ میں واقعہ کی تحقیق کرو۔ سندھی نے پنجابی کو پیٹا پنجابی نے پٹھان کا مال دبایا اب کہو کہ ظلم اور انصاف کا مسئلہ ہے مسلمان سے انصاف دلانا ہے۔ انصاف والے سروں پر آتے ہیں اور ظلم والے پیروں پر گرتے ہیں انصاف پر خدا اوپر لائے گا۔ قومیت، ابوت، نبوت کی بنیاد پر مدد نہ ملے گی کون مظلوم ہے۔ کون ظالم ہے یہ دیکھا جائے گا۔

ان تینوں لائنوں میں اللہ کو رب مان کر آپؐ کے طریقے پر آؤ تو راکٹ اور ایٹم بم سے خدا محفوظ رہے گا۔ آپ کے طریقے پر کرے گا۔ آپ کے طریقے توڑنے پر بہ ماننے والوں کو پیروں پر ڈالتا ہے اور ماننے والوں کو سر پر لاتا ہے۔ پہلے عبادت کو طاقت ور بناؤ۔ پھر تینوں لائنوں کو اللہ کے رب ہونے پر اور اللہ کے طریقے پر اٹھاؤ تو خدا مدد کرے گا۔ اس لئے آپ نے کمائی اور گھر کی ترتیب بنائی۔ اس پر آنا آسان ہو گا۔ اللہ آسان کرے گا۔

یورپ والے خون لینے والے ہیں اور آپ اپنا خون دینے والے ہیں۔ تو اب بتاؤ کہ حال کے مشرکین، ملحدین اور یہود و نصاریٰ نے جو خون کیا ہے اسے دیکھو گے۔ تو آپ کا طریقہ محبوب بنے گا۔ جب اللہ کے رب ہونے کا یقین ہو۔ اس لئے آپ نے اوقات کی ترتیب قائم کی۔ سال

بھر میں چار مہینے مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا مال لے کر خدا کے راستے میں نکلے تاکہ عبادت کا ماحول دنیا میں قائم ہو اور آٹھ ماہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے آدھا دن مسجد میں اور آدھا دن کاروبار میں، آدھی رات مسجد میں اور آدھی رات گھر میں۔ اس کے اعتبار سے چار مہینے مقامی عبادت کا ماحول بنانے کے لئے دو مہینے گھر کے لئے اور چار مہینے بیرونی نقل و حرکت کرتے ہوئے عبادت کا ماحول بنانے کے لئے۔

جب ایک طبقہ مدنی صحابہ کی ترتیب پر پڑ جائے تو دنیا میں دین پھیلے اور یہ تو اعلیٰ ترتیب ہے اور دوسری ادنیٰ ترتیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ چار مہینے دے اور ہر سال چالیس دن اور ہر مہینے تین دن اور ہر ہفتے میں دو گشت اور روزانہ کی تعلیم اور تسبیحات کی پابندی اور ہفتہ واری اجتماع یہ ترتیب ایسی ہے جیسے انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوانا۔ ہر ہفتہ میں بلال پارک[1] کے اجتماع میں رات گذرے عبادت کی یہ ترتیب قائم کرو کسی دن نماز طاقتور بن جائے گی۔ اور خدا تمہیں اس راستہ پر چمکا کر رہیں گے اب بولو کون کس ترتیب میں آتا ہے؟

---

[1] بلال پارک لاہور میں واقع۔